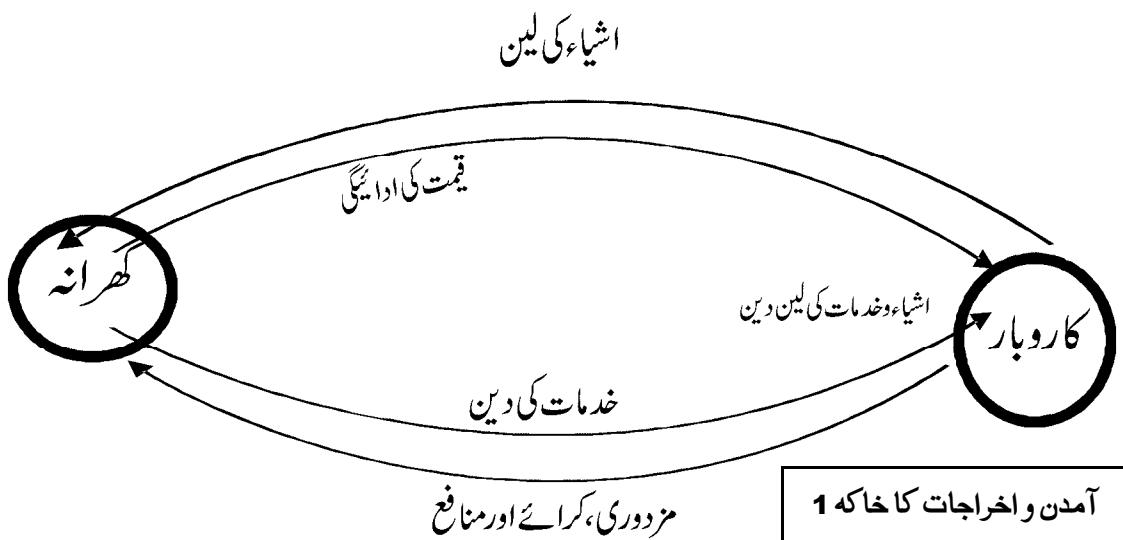


زیر نظر کتاب ”موجودہ بینکاری کا اسلامی متبادل“ کی دوسری طبع شائع کی جا رہی ہے۔ طبع اول میں پائی جانے والی تنقیدات کی روشنی میں اس کتاب میں چند تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ پہلی تبدیلی تو یہ ہے کہ اس کتاب میں پائی جانے والی بہت زیادہ ٹینکنیکی جزیات کو حذف کر کے اسکو عام فہم بنایا جا رہا ہے تاکہ عام مسلمانوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں باب اول جو کہ صرف معاشیات کی سمجھ بو جھ کے حامل افراد کے لیے تھا اسکو سہل بنانا کہ اس میں سے تمام ٹینکنیکی باتوں کو حذف کر دیا گیا ہے اس کی وجہ آمدن اخراجات کے چارٹ کی مدد سے مالیاتی نظمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ باب اول سے ہی کتاب کا تعارف مکمل ہو کر سرمایہ دار نہ، قبل از سرمایہ دار نہ اور اسلامی مالیاتی نظام میں فرق کو واضح کر دیا جائے۔ اس کے بعد باب دوئم میں سرمایہ دار نہ مالیاتی اداروں کے پیچھے پائے جانے والے نظریات، افکار اور تاریخ کا مختصر اجائزہ لیا گیا ہے اور اسکے علاوہ ان مالیاتی اداروں کے کام کرنے کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس باب کا مقصد یہ بات ثابت کرنی ہے کہ ان مالیاتی اداروں کی ایک تاریخ بھی ہے اور ان کے پیچھے بہت مصبوط افکار اور نظریات بھی ہیں اسیلے ان کو جدا گانہ، جیسا کہ اسلامی معیشت دانوں نے دیکھنے کی کوشش کی ہے، نہیں دیکھا جاسکتا اور نہ ہی ان کو غیر اقداری تصور کر کے ان کو من و عن اسلامی نظام میں پیوست کیا جاسکتا ہے۔ باب سوم میں اسلامی بینکاری کی اسی غلطی کو اجاگر کیا جا رہا ہے اور یہ باور کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلامی بینکاری سرمایہ داری کے فروغ کا ذریعہ ثابت ہو رہی ہے۔ باب چہارم اور پنجم میں سرمایہ دار نہ اور اسلامی معیشت کے علرغم اسلامی مالیاتی نظام کا ماؤں پیش کیا جا رہا ہے۔ ایک ایسا عملی ماؤں جس کے ذریعہ اسلامی غلبہ قائم ہو سکے اور سرمایہ دار نہ نظام کو کمزور کیا جاسکے۔

اس کتاب کا مقصد کوئی منافع کمانا نہیں ہے اسیلے اس کتاب کو اگر کوئی بغیر ترمیم چھاپنا چاہے تو میری طرف سے اسکی اجازت ہے۔ اس کتاب میں جو بھی کاوش و کوشش ہے وہ ڈاکٹر جاویدا اکبر انصاری صاحب کی افکار کی مکمل ترجمانی کرتی ہے اور اس میں جو کچھ بھی ہے وہ انہی سے حاصل کردہ ہے۔ اور اس میں جو بھی کی اور خامی ہے اس کا میں ذمہ دار ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اپنی بھرپور صلاحیتوں کو استعمال نہیں کیا۔

باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکہ کی مدد سے سادہ، سرمایہ دانہ اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

ہم آمدنی و اخراجات کے خاکہ کی مدد سے تین نظاموں کا موازنہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایک وہ معیشت جو کہ سرمایہ داری سے پہلے ایک سادہ معاشرے میں پائی جاتی تھی دوسری وہ جو کہ موجودہ دور میں ایک سرمایہ دانہ معیشت میں پائی جانی چاہیے ہے اور تیسرا وہ معیشت و معاشرت جو کہ سرمایہ داری سے علغم ایک اسلامی معاشرے اور معیشت کی نشوونما کے لیے پائی جانی چاہیے ہے۔



سب سے پہلے ایک سادہ معیشت کا خاکہ 1 کی مدد سے جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس معیشت میں اگر فی الحال حکومت اور بقا یاد نیا اور بچت کو نظر انداز کر دیا جائے تو ہم خاکہ 1 کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں کہ ایک گھرانہ اپنی آمدنی اور صرف کے لیے سب سے پہلے اپنی مزدوری کو آمدنی کے عوض بیچتا ہے یا خود بحیثیت کاروباری منافع حاصل کرتا ہے اور اگر کوئی زمین ہو تو اس پر کرایا وصول کرتا ہے۔

گھرانے کا خرچ = گ خ

کاروبار کا خرچ = ک خ

آمدنی = ن

زمین کا کرایا = ک

باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکے کی مدد سے سادہ، سرمایہ دانہ اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

$\text{مزدوری} = M$

$\text{منافع} = U$

اس طرح آمدنی برابر ہوئی مزدوری، کرائے اور منافع کے۔ اگر کاروباری فریق اور گھرانہ کوئی بچت نہیں کرتے

$$N = M + U + K$$

کل اخراجات برابر ہوئے گھرانے کے خرچ کے اور یہ بھی برابر ہوئے مزدوری اور منافع کے کہ کاروباری فریق نے جو اشیاء پیچیں اس سے جو آمدنی ہوئی اس کا ایک حصہ اس نے مزدوری، کرائے اور منافع کی صورت میں دے دیا۔ اس طرح

$K = N$

اس سادہ سے معاشرے میں اگر $N = 1000$ اروپے جس سے کاروبار سے 1000 اروپے کی اشیاء خریدی جاتی ہیں تو یہ رقم اس کاروباری فریق کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ وہ اس 1000 اروپے میں سے 800 اروپے کی مزدوری، 100 اروپے کا کرایا اور 200 اروپے کا منافع ادا کرتا ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ 1000 اروپے کہاں سے آئے۔ 1000 اروپے یا تومرکزی ادارہ تمویل نے جاری کیے اتنے جتنی کہ اس معاشرہ کی ضرورت ہوگی یا پھر طلاقی اور نقری سکے ہوں گے جس کی مالیت حکومت یا ریاست طے کرے گی۔ زرکی ترسیل کا مقصد اس معاشرہ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ اشیاء کو خریدا بیچا جاسکے زوراصل ترسیل کا ذریعہ قبول ہوتا ہے۔ اس معاشرے میں زرکی خرید و فروخت نہیں ہوتی چاہے یہ خودھاتی کرنی کیوں نہ ہو۔

یہ سوال سب سے اہم ہے کہ سرمایہ داری سے پہلے کرنی کن بنیادوں پر تشکیل پاتی تھی۔ اگر ہم پاکستان کے تناظر میں دیکھیں تو ہم کو مغلیہ دور میں جانا ہوگا کہ اس دور میں کرنی کن بنیادوں تشکیل پاتی ہے۔



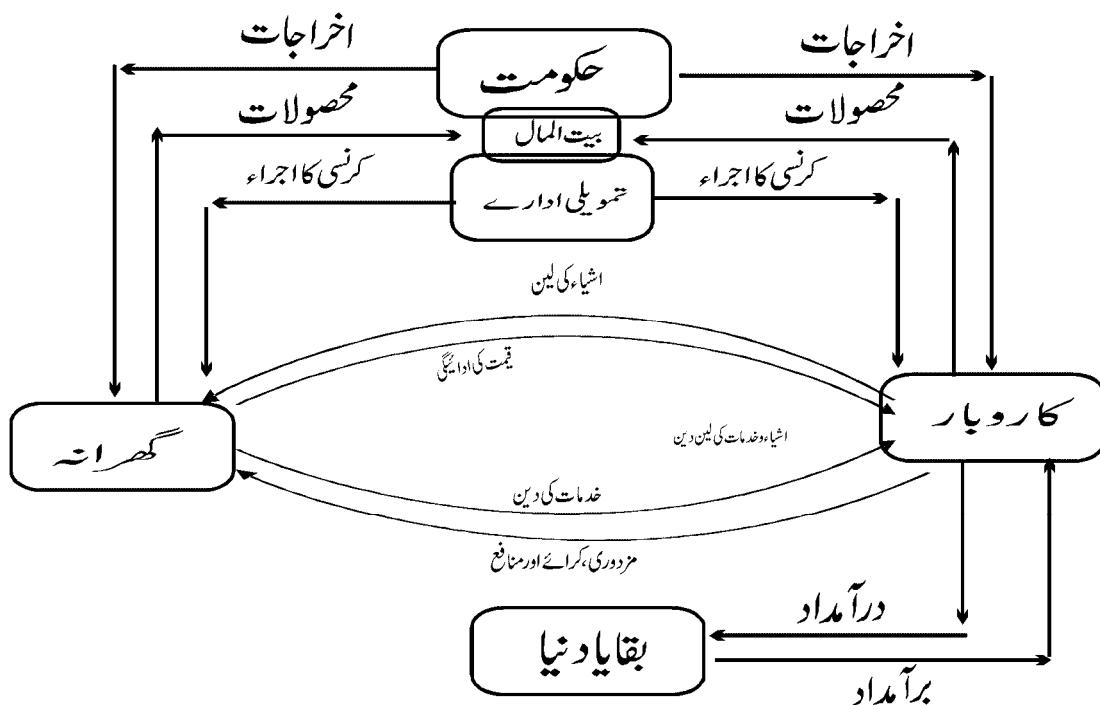
باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکہ کی مدد سے سادہ، سرمایہ دانہ اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

خاکہ 2 میں دیکھ سکتے ہیں تمولی ادارے کی ضرورت بہت محدود ہوتی ہے وہ صرف کرنی کے اجراء اور اسکی ترسیل کا ذمہ دار ہوتا اور وہ ذمہ داری بھی ریاست کے ایک ادارے کی صورت میں ادا کرتا ہے۔ اس زر کی ضرورت میں جب ہی اضافہ ہو گا جب آبادی میں اضافہ ہو، قیتوں میں اضافہ ہو یا پھر لوگوں کے طرز زندگی میں تبدیلی واقع ہو۔

آبادی میں اضافہ برسوں میں ہوتا ہے اس کے ساتھ اموات میں اضافہ بھی ہوتا ہے اس لیے ایک روایتی معاشرہ میں آبادی میں اضافہ کا تناسب بہت زیادہ نہیں بڑھتا۔ قیتوں میں بھی برسوں میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔ چوں کہ لوگوں میں حرص و طمع کم ہوتی ہے۔ لوگوں کا طرز زندگی بھی عیر ترقی یافتہ معاشروں میں بہت مشکل سے تبدیل ہوتا ہے اور اس میں برسوں لگتے ہیں۔ اس نقطہ نگاہ سے مزدوری، منافع میں بہت معمولی تبدیلی ناہونے کے برابر آسکتی ہے اسی وجہ سے خ میں اضافہ بھی معمولی نوعیت کا ہو سکتا ہے۔

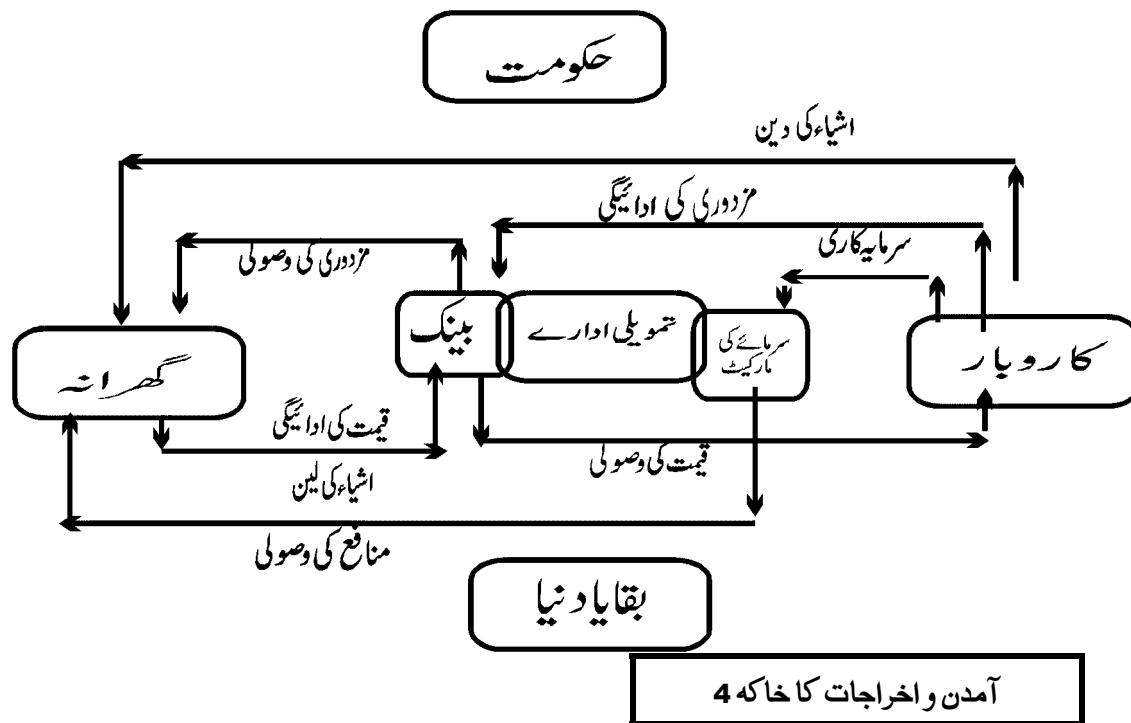
اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک روایتی معاشرہ میں حکومت اور بقاہی دنیا کے آنے سے اس خاکہ میں کیا تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

حکومت کا کردار اس سادہ معیشت میں مالی لحاظ سے یہ ہے کہ وہ اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کاروبار پر محصولات لگاتی ہے۔ جس کو بیت المال کے ذریعہ ضرورت مندوں اور اپنے اخراجات کے لیے ادائیگی کرتی ہے۔ دیگر دنیا سے درآمد اور برآمداد زیادہ تر کاروباری ضرورت کے لیے ہوتی ہے اس لیے وہ ہی اسکی ادائیگی اور وصولی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس پورے نظام میں تمولی



باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکے کم مدد سے سادہ، سرمایہ دانہ اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

ادارے کا کردار صرف کرنی کی حد تک ہے کہ وہ کرنی کے اجراء کا ضامن ہوگا۔ قرض کا لیں دین بھی پیمانے پر معاشرے میں جاری رہتا ہے وہ بھی بہت محدود پیمانے پر اس کے لیے کوئی باقائدہ ادارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ محدود وسائل پر پیداوار ہوتی ہے جو کہ اس معاشرہ کی محدود ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ مالیاتی نظام (Financial system) کی ضرورت رہتی ہے کہ حکومت کو



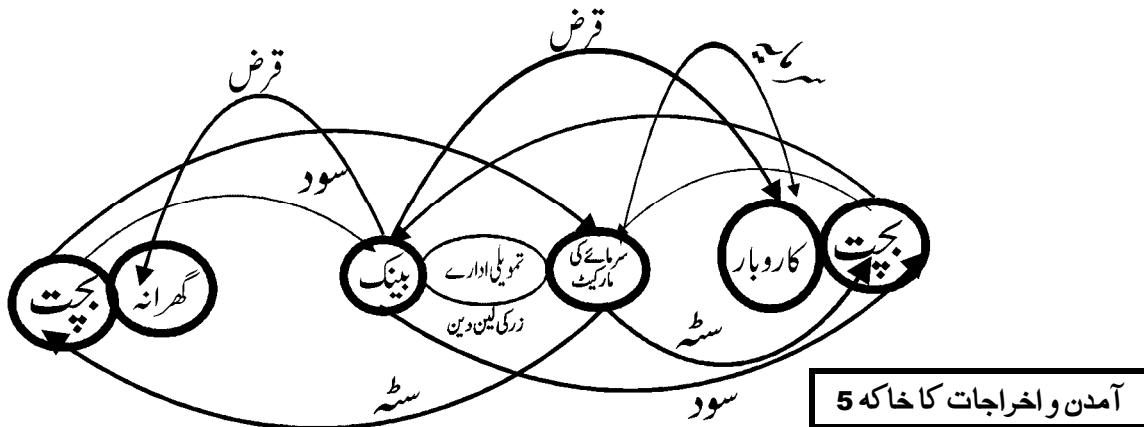
اپنے اخراجات پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر زری پالیسی محدود ہوتی سوائے کرنی کے اجراء اور ترسیل کے اس کے کوئی اور فرائض نہیں ہوتے۔

اب اس نظام میں جو مخصوص تبدیلی آتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کا طرز معاشرت بدل جاتا ہے۔ وہ خواہشات کے پچاری بن جاتے ہیں۔ ان کی بڑھتی ہوئی خواہشات موجودہ وسائل سے پوری نہیں ہوتیں تو انکو ان وسائل میں توسعے کے لیے پیدا اور کو وسعت دینی پڑتی ہے۔ نئے وسائل کے لیے بڑے پیمانے پر بچتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس جدید معاشرہ کی ادارتی صفت بندی تبدیل ہو جاتی ہے۔ پہلے محدود ضروریات کو پورا کرنا مقصود تھا اب لا محدود خواہشات کو پورا کرنا مقصود بن گیا۔ لا محدود خواہشات لا محدود منافع یہ اس معاشرے کے اوصاف بن گئے۔ جس ادارے کی اہمیت بہت محدود تھی اس کی اہمیت بڑھ گئی یعنی تمولی اداروں کی ضرورت کہ وہ اس بڑھتی ہوئی خواہشات اور پیداوار کے لیے قرضوں کا اجراء کریں۔ قرضوں میں اضافہ ہوا تو لوگوں کی بچتوں کی ضرورت پیدا ہوئی اسکے لیے ان کو لائق دی گئی کہ ان کی بچتوں پر محدود مدت بعد اضافہ کر کے دیا جائے گا۔ مذہبی معاشرے میں اسکو سود سے تعبیر کرتے ہیں، جس کی ممانعت تھی۔ جدید معاشرہ میں مذہب کو بالائے طاق رکھ کر اسکو قبول کر لیا گیا۔ تمولی اداروں میں بینک کا وجود قائم ہوا۔ جس کا کام یہ ہوا کہ وہ لوگوں سے بچت لے کر اسکو زیادہ سود پر قرض داروں کو سرمایہ کاری یا صرف کے لیے

باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکہ کی مدد سے سادہ، سرمایہ دانہ اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

دے سکیں۔ جو لوگوں کی ضرورت کے لیے خرچ تھا وہ صرف (خواہشات کو پورا کرنے کے لیے چیزوں کا استعمال) بن گیا۔ پیداواری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال ہونے والی دولت سرمایہ (ایسی دولت جو کہ خود اپنے اضافے کے لیے جمع کی جائے) بن گئی۔ خاکہ ۲ اور ۵ کے مدد سے اس کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

خاکہ نمبر 4 سے واضح ہے کہ ہر لین دین جو کہ گھرانے اور کاروبار کے درمیان براہ راست ہے اب بینک کے ذریعہ بلا واسطہ ہو گیا۔ کاروبار اپنا سرمایہ بینک میں رکھے گا اور تمام ادارے نیگیاں اسی کے ذریعے کرے گا اور افراد بھی اپنی وصولیاں بینک کے ذریعہ کریں گے۔ اس کے لیے بینک نے دواہم سہولیات دیں ایک یہ کہ اس کے رقم کی ترسیل محفوظ رہے گی دوسرا اسکی ضرورت سے زائد رقم کو جو وہ بینک میں رکھے گا اس پر اسکو سود کی مدد میں اضافی رقم بھی ملے گی۔ دونوں کاروبار اور افراد کی بچتیں بینک میں جمع ہونے لگی جس پر وہ ان کو زائد سود پر قرض فراہم کرنے لگا۔ اس طرح ایک اور کاروباری ادارہ قائم ہو گیا جو برخلاف کاروبار کے جہاں اشیاء کا لین دین ہوتا ہے یہ زر کے لین دین کا ادارہ بن گیا اور اس نے جو قیمت وصول اور ادا کی وہ سود ہو گئی۔ اس ادارہ کا خود پیداوار کے تعلق نہیں رہا اور نہ ہی اسکا مقصد پیداوار میں اضافہ ہے۔ یہ تو اپنے منافع میں اضافے کے لیے قرض فراہم کرتا ہے۔ وہ چاہے کاروبار کے لیے ہو کہ صرف کے لیے۔ جیسا کہ خاکہ 5 سے ظاہر ہے کہ تمام معیشت کا دار مدار تو میلی اداروں پر ہو گیا قرض لیکر ہی سرمایہ کاری اور اخراجات کیے جاتے ہیں۔ سرمائی کی مارکیٹ وہ مارکیٹ ہے جس میں طویل مدت کے لیے بچت رکھی جاتی اس بچت پر صرف منافع نہیں دیا جاتا بلکہ اس کمپنی کے آپ حص خرید کر اس کے مالک تصور کیے جاتے ہیں۔ برخلاف ایک سادہ معیشت کے جہاں

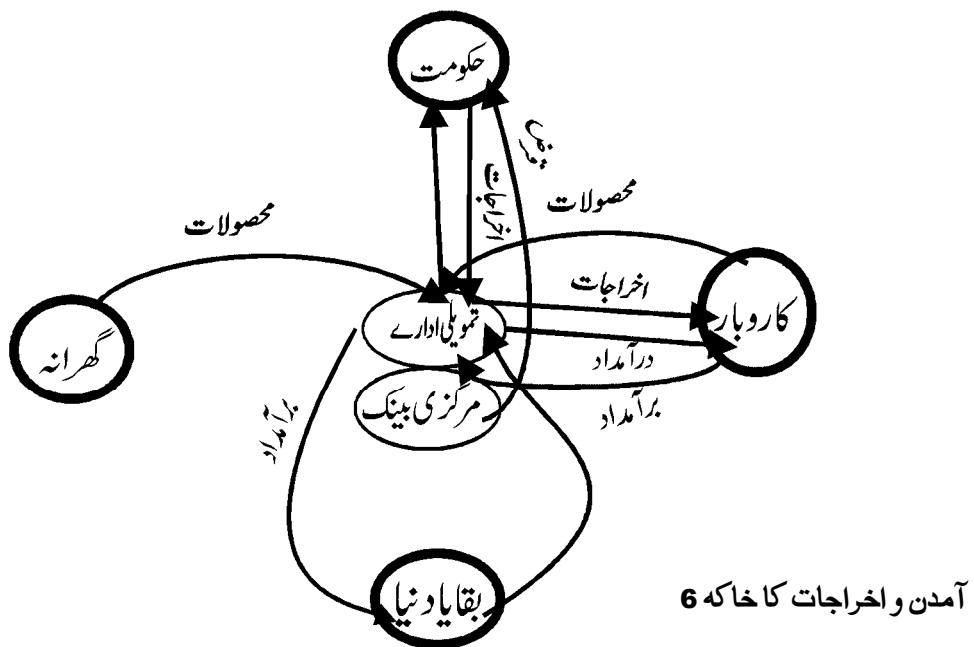


آپ اپنے کاروبار کے حقیقی مالک ہوتے تھے چوں کہ آپ ہی ہر فیصلہ خود کرتے تھے۔ یہاں اس جدید سرمایہ دار نہ معاشرہ میں کمپنیاں، کار پوریشن بن گئی اور مالک شیئر ہو لڈز بن گئے، ملازم یعنی مینجرز فیصلہ ساز بن گئے۔ کار پوریشن فرضی شخصیت ہو گئی۔ جس کا کوئی حسی وجود نہیں رہا اس طرح نچی ملکیت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ہر شخص مزدور بن کر بینکوں کے توسط سے تنخواہیں وصول کرنے لگا اور بہت محدود پیمانے پر حصہ کی مارکیٹ سے منافع حاصل کرنے لگا۔ حصہ کے خریدنے کا اصل مقصد منافع کا حصول نہیں رہا بلکہ ان حصہ پر مسلسل سٹھ کھیلا جاتا ہے جس سے اسکی مالیت میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ سٹھ (Speculation) ہی اس مارکیٹ کا اصل محرك ہوتا۔ اس حصہ کی خرید فروخت کو اس معیشت کے چڑھاؤ اور اتار کا میزان مانا جاتا ہے۔

باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکے کی مدد سے سادہ، سرمایہ دارne اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

تمویلی اداروں کا دائرہ عمل انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر مسلط ہو جاتا ہے۔ کریڈٹ کارڈ، ڈبیٹ کارڈ کے ذریعہ ہی اخراجات ہوتے ہیں۔ ہر خرچ قرض کے بغیر ناممکن بن جاتا ہے۔ اسکے علاوہ ان سورنس کمپنیوں کا وسیع جاگہ بھی بچھ جاتا ہے۔ اس طرح ہر شعبہ سودا اور سٹھ سے ملوث ہو جاتا ہے۔ ہم کہ سکتے ہیں کہ سرمایہ دارne معاشرت میں سودا س کی رگ و پے میں خون کی مانند دوڑتا پھرتا ہے۔

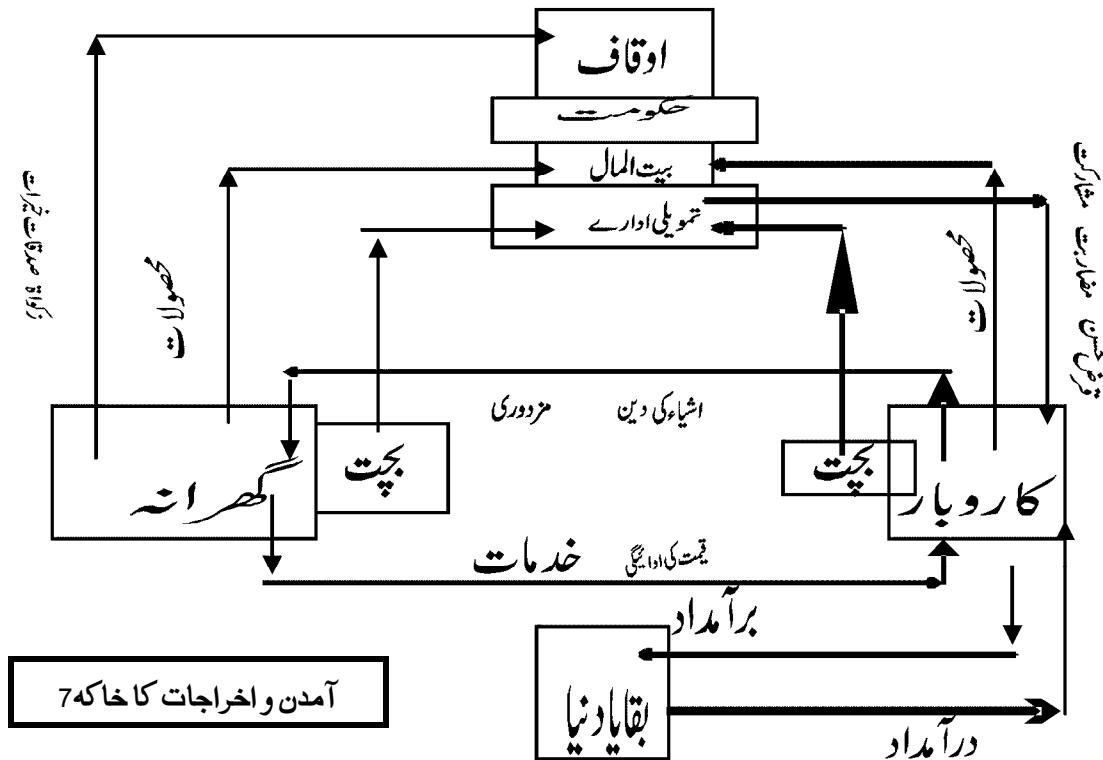
حکومت کا کردار بھی تبدیل ہو جاتا ہے وہ صرف مالیاتی پالیسی مرتب کرتی ہے اور زی پالیسی میں صرف اپنا سود پر کمی بیشی کر سکتی ہے۔ حکومت بھی تمام تر محصولات بھی بینک کے ذریعہ وصول کرتی اور ادا راس کا خرچ بھی بینک کے ذریعہ ہوتا ہے۔ زری پالیسی کا دائرہ عمل بڑھ جاتا ہے۔ سود ہر شعبے سے متعلق ہو جاتا ہے۔ سود کی تبدیلی معيشت کے اتار چڑھاؤ میں بڑی حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔



کرنی کا اجراء چوں کہ حکومتی خسارہ کو پورا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اس لیے کرنی جو مرکزی بینک جاری کرتا وہ بھی وہ سودی قرضوں کی مدد میں ہر سال جاری کرتا ہے۔ تو کرنی بھی سود سے مسلک ہو جاتی ہے۔ ایک کرنی تو مرکزی بینک جاری کرتا ہے دوسری کرنی کمرشل بینک سودی قرضوں کے عیوض جاری کرتے ہیں۔ بینک جو رقوم رکھتا ہے یا قرض کی صورت میں دیتا اس کے بدله آپکو چیک بک یا کریڈٹ یا ڈبیٹ کارڈ دیتا ہے۔ اب چاہے آپکی اپنی رقم ہو یا قرض کی رقم وہ آپ چیک یا پلاسٹک کارڈ کی مدد سے استعمال کرتے ہیں اس طرح جو زمرکرنی بینک نے جاری کیا ہوتا ہے اسکا اکثر حصہ تو بینک کے پاس محفوظ رہتا ہے اور بینک اسکے عیوض کی گناہ زیادہ قرض جاری کر دیتا ہے۔ جس کو لوگ اپنے اخراجات یا سرمایہ کاری میں استعمال کر لیتے ہیں۔ ایک ۱۰۰ اروپے کے عیوض ۱۰ اگناہ یا اس سے بھی زیادہ زرکی ترسیل ہو جاتی ہے۔ جتنی تیزی سے سرمایہ دارne معاشرہ، عقلیت اور ادارے پروان چڑھتے جاتے ہیں اتنی ہی تیزی سے اشیاء کی ماکیٹ زر اور سرمائی کی ماکیٹ کے تابع ہوتی جاتی ہے۔ سرمایہ دارne معاشرے میں زر کا کردار تبدیل

باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکے کی مدد سے سادہ، سرمایہ دارہ اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

ہو جاتا ہے، پہلے وہ زر کوشیاء کے تبادلہ کے لیے استعمال کرتے تھے اب زر خود شنے بن کر اسکی خرید و فروخت زر کے بازار میں ہوتی ہے۔ زر کی طلب میں ایک اہم محرك کارفرما ہو جاتا ہے وہ قیاس آرائی / سٹھ بازی ہوتا ہے۔



اسلامی معیشت دانوں نے اس پورے عمل کو جدا گانہ دیکھا اور اس سرمایہ دارہ نظام کو غیر اقداری تصور کیا۔ جس طرح زر اور سرمائے کے بازار کی فوقیت قائم ہوئی اور پیداوار کو جس طرح سرمائے کی بڑھوٹی کے لیے استعمال کیا۔ حرص و حسد کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اسلامی معیشت دانوں نے سب سے سہو نظر کر کے صرف اس پر توجہ مرکوز کی کہ کس طرح اس نظام میں اپنی جگہ بنائیں۔ اسلامی بینکاری نے بینکوں کی حیث کو تبدیل کیے بغیر اس میں اسلامی تمویلی آلات کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔

خاکہ 7 میں ہم اسلامی نظام تمویل نظام کا خاکہ پیش کیا گیا ہے اس خاکہ میں اسلامی تمویلی نظام سے سرمایہ دارہ نظام تمویل کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ اسلامی نظام میں پیداوار کندہ اور گھر بیو صارفین کا تعلق براہ راست ہے اس میں کسی بھی طرح بینک یا کسی بھی تمویلی ادارے کی ثالثی نہیں پائی جاتی یعنی قرض پر کسی بھی تمویلی ادارے سے کوئی شے خریدنے کا معابدہ نہیں ہوگا۔ خود پیداوار کندہ اشیاء کو فروخت کرے گا اگرچا ہے تو اسکو قرض حسن پر یا اقساط کی صورت میں دے سکتا ہے۔ حکومت بھی محسولات کو براہ راست اپنے نمائندوں کے ذریعہ وصول کرے گی اور اسکو اپنے بیت المال میں جمع کروائے گی۔ اسی طرح حکومت کی گمراہی میں درآمد اور برآمد ہوں گی اس میں بھی بینک کا عمل خل نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی ادائیگی بعد کی مدت کی بینک کے ذریعہ ہوگی۔ زکواۃ،

باب اول: آمدنی اخراجات کے خاکے کم مدد سے سادہ، سرمایہ دانہ اور اسلامی مالیاتی تنظیم کا جائزہ

خیرات اور صدقات بھی محکمہ اوقاف ہی وصول کرے گا۔

تمویلی ادارے کی ذمہ داری دو ہوں گی ایک وہ کاروباری فریق، افراد اور حکومت کی بچت کو وصول کرے گا اور ان کو شراکت کے تحت کاروباری فریق کو مہیا کر دے گا۔ مرکزی تمویلی ادارے ملکی اخراجات کو مدد نظر رکھ کر کرنی کا اجراء کرے گا اور اس کرنی کی ترسیل کو اس سے زیادہ ہونے سے روکے گا۔ وعدے ناموں کے بل بوٹے پر ادائیگیاں نہیں ہوں گی اور نہ ہی انکی بنیاد پر علیحدہ سے کوئی اکاؤنٹ بنے گا۔ اگر وعدے نامہ کی ضرورت بھی ہوگی تو اتنی مقدار کی تمویلی ادارے کے پاس حقیقی معنی میں موجود ہوگی۔ ایک وعدہ نامہ کی بنیاد پر دوسرا وعدہ نامہ جاری نہیں کیا جائے گا۔ اس پورے نظام کو چلانے کی لیے اسلامی ریاست کی ضرورت ہوگی جو کہ مرکزی کردار اس طرح ادا کرے گی کہ تمام اداروں کو خود اپنے تعلقات گھرانے، حکومت اور کاروباری فریق سے استوار کریں ان تعلقات میں تمویلی ادارے کے ملوث ہونے سے روکا جائے گا۔ تمویلی ادارے کا کردار جو اپر بیان ہوا ہے اس میں توسعہ نہیں ہونے دی جائے گی۔ تمویلی ادارہ کسی طرح بھی کاروباری ادارہ نہیں ہوگا یہ تو حکومت یا ریاست کی طرح کا ادارہ ہو گا جیسا کہ بیت المال، اوقاف ہیں۔ یہ ادارہ اپنے اخراجات کے لیے فیس وصول کرے گا جو کہ حقیقی اخراجات پر مبنی ہوں گی۔ زر کا کردار صرف اشیاء کے تبادلہ تک محدود ہو گا۔ کسی طرح بھی تمویلی ادارے سودا اور سٹہ کے بازار کو گرم کریں گے۔

اسلامی نظام تمویل اور سرمایہ دار نہ نظام تمویل میں اگر موازنہ کریں تو ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ دونوں نظاموں میں اصولی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ برخلاف اسلامی معيشت دانوں کے جو صرف چند فروعی اختلافات کی نشان دہی کر کے اسکو سرمایہ دارانہ ماذل میں پیوست کر دینا چاہتے ہیں۔ اسلامی تمویلی ماذل میں جو اصولی اختلافات ہماری نظر میں پائے جاتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ سرمایہ دار نہ نظام تمویل، سرمایہ داری کو پروآن چڑھانا چاہتا ہے اسکے برخلاف اسلامی نظام تمویل کو غلبہ دین کا پیش خیمہ ثابت ہونا چاہیے ہے۔

۲۔ سرمایہ دار نہ نظام میں تمویلی ادارے مرکز و محور ہوتے ہیں اور ان ہی کی بالادستی پورے معاشرے پر قائم ہو جاتی ہے۔ اسلامی نظام میں تمویلی ادارے اسلامی معاشرت کے تابع ہوتے ہیں۔ ان کا دائرہ عمل محدود ہوتا ہے۔ تمویلی ادارہ ایک مجبوری ہے ناکہ مقصود۔

۳۔ سرمایہ دار نہ تمویلی ادارے منافع اور سرماۓ کی بڑھوٹی کے مقصد کے تحت قائم ہوتے ہیں جبکہ اسلامی تمویلی ادارے ثالث اور امداد بآہمی کے تحت اپنے فرائض کسی اسلامی ریاست کے ماتحت انجام دیتے ہیں۔ جس کے تیتجے ہیں اسلامی کاروبار اور بھی ملکیت پروآن چڑھتی ہیں۔

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

جیسا کہ پہلے باب میں گردشی خاکہ کی مدد سے واضح کیا گیا ہے کہ سرمایہ دارانہ دور میں تمولی اداروں کی کلیدی حیثیت ہوئی اس سے پہلے ان اداروں کی محدود ضرورت تھی۔ اب ہم ان افکار کا جائزہ لیں گے جن کی بدولت سرمایہ دارانہ افکار پر وآن چڑھے۔

مغربی فکر میں قانون فطرت نے خدا کے قوانین کی جگہ لی۔۔ یہ قوانین چوں کہ عقل / جذبات / خواہشات کے متقاضی ہوتے ہیں اسیلے یہ تحریری صورت میں نہیں ہوتے ان قوانین کے مطابق تمام انسان ناصرف برابر ہوتے ہیں بلکہ آزاد بھی ہوتے ہیں۔ تمام انسان قانون فطرت کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔ اس قانون کی موجودگی میں وہ دیگر انسانوں کے اخذ کردہ قوانین سے آزاد و خود مختار ہیں، ان قانون کے تحت وہ دیگر افراد کے خواہشات کو احترام کریں گے چوں کہ تمام انسان برابر ہیں۔ اس طرح قانون فطرت انسان کو آزاد اور مساوی تسلیم کرتا ہے۔ ان قوانین کا اطلاق افراد پر ہوتا ہے، مگر افراد جب باہم لکر رہتے ہیں تو ایک معاشرہ یا ریاست بناتے ہیں اس قانون فطرت کی روشنی میں ایسے معاشرتی اور ریاستی قوانین اخذ کرتے ہیں جن کی پیروی کر کے وہ ایک امن قائم کر سکیں اور اس تہذیب کو ناصرف پروان چڑھائیں بلکہ ان کو غالب کر سکیں۔ وہ معاشرہ سوں معاشرہ ہوتا ہے جہاں پر تحریری قانون پایا جاتا ہے۔ اس قانون کی اساس تو قانون فطرت فراہم کر دیتا ہے مگر اس کی تفصیل کہ معاشرت اور ریاست کن اداروں اور قوانین کے تحت چلے اس لئے معاشرتی قوانین بتائے جاتے ہیں۔ ان قانون کو سوں حقوق (civil right) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کے تحت انسان کا سب سے پہلا حق، ملکیت کا حق (property right) ہے اسکو تسلیم کیا جاتا ہے۔ انسانی ذات یا جسم جو کہ خدا تعالیٰ کی ملکیت ہے اس تصور کو رد کر کے اسکی جگہ انسان کا اپنے جسم پر حق ہے ان چیزوں پر حق ہے جن کو انسان اپنے ہاتھوں سے تخلیق کرتا ہے۔ یعنی انسان مالک بھی ہے اور خالق بھی ہے۔ وہ اپنی ذات کو اور اپنی بنائی ہوئی اشیاء کو اپنی خواہش یا عقل کے مطابق استعمال کرنے کا مجاز ہے۔ جب انسان ان قوانین کو تسلیم کر لیتا ہے تو ان کو اس کی رشی میں ہی ادارتی صفت بندی اور افکار کو پروان چڑھاتا ہے۔ اس نظام کو اہل مغرب نے اپنے حالات اور تاریخی تناظر میں پروان چڑھایا ہے۔ ہم اسکی فلسفیانہ تفصیل سے تو گریز کریں گے مگر ان کا کچھ تاریخی جائزہ ضرور لیں گے پھر اس کے بعد اس کا ہم معاشرت

سے تعلق بیان کریں گے۔

تاریخی طور پر مغربی افکار میں جو تبدیلی واقع ہوئی وہ پندھرویں اور سولھویں صدی میں سے موسم کی جاتی ہیں۔ اس سے پہلے عیسائیت میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں اس میں سب سے پہلے ۲۵ء میں جب جنگ کونسل نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا تسلیم کیا اس کے بعد تیشیث کا مسئلہ درپیش آیا کہ باپ، بیٹا اور روح القدس کیا ایک خدا ہیں اگر الگ الگ ہیں تو ان میں کون بڑا ہے۔ پھر سینٹ اوگسٹن نے عیسائیت کے عقائد میں یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر سب سے پہلے سیکیولر ازم اور انسان کی آزادی کی بنیاد رکھی کہ خدا کی حکومت (City of God) اور انسان کی حکومت (City of man) دو الگ دائرہ عمل عیسائیت سے تسلیم کروائے۔ اوگسٹن ۳۲۰ء میں مر گیا اس کے بعد عیسائیت پر اس کے افکار کے اثرات مرتب ہوئے۔ آزادی کو عیسائی جواز فراہم کیا۔ اس کے بعد کے آنے والوں میں افکار میں جو نمایاں تبدیلی آئی وہ یہ تھی کہ عیسائی افرادیت اور معاشرت تو برقرار رہی مگر عیسائی ریاست میں تبدیلی ۱۶ صدی میں رانما ہوئی وہ یہ تھی کہ عیسائی کی تھوک لکھنچ نے اپنا اختیار بادشاہ کو سونپ دیا کہ بادشاہ خدا کا براہ راست نمائندہ ہے اور بادشاہ جو بھی عیسائی قوئیں میں جو تبدیلی کرے گا وہ خدا کی مرضی ہی ہوگی اور اسکی اطاعت خدا کی اطاعت تسلیم کی جائے گی۔ اس کے نتیجے میں حکمران طبقہ کو وہ آزادی میسر آگئی کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں مگر رعایا کو اب تک یہ اختیار نہ دیا گیا۔ سترہوی صدی میں عیسائی بادشاہت بھی کمزور پڑنی شروع ہو گئی اور معاشرت و ریاست پر آزادی کے افکار نمایا ہونے شروع ہو گئے۔ ڈیکارٹ (Descartes)، ھوبز (Hobbes) اور لوک (Locke) نے اپنے فلسفوں کے ذریعہ یہ باور کر دیا کہ صرف بادشاہ ہی خدا کا نمائندہ نہیں ہے بلکہ ہر شہری خدا کا نمائندہ ہے اور وہ آزاد اور برابر ہے۔ لوک کے دور میں میں آپس کی جنگوں کا خاتمہ ہوا اور بادشاہ خدا کے نمائندے کے بجائے عوام کا نمائندہ بن گیا۔ ۱۶۸۸ء میں عظیم انقلاب (Glorious Revolution) نے جیز دوئم کی جگہ ولیم کی حکمرانی قائم ہوئی۔ لوک نے اس ریاست کا نیا قانون لکھا جس میں اس نے بادشاہ کی خدا کی نمائندگی کی جگہ عوام کی نمائندگی کی ضرورت پر زور دیا۔ انسان کی آزادی، خود مختاری اور برابری پر زور دیا۔ چوں کہ اس دور تک عیسائیت معاشرت اور فرد کی گرافت قائم تھی اسلامیہ اس

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

دور میں تمام فلسفیوں نے عیسائی استعارے استعمال کیے ان اوصاف کو خدا کی مرضی اور رضا سے تعبیر کیا۔ انسان کی آزادی کا یہ سفر ۱۸ ویں صدی تک پورے عروج تک پہنچتا ہے اور تحریک تنوریہ کیا۔ انسان کی آزادی کا یہ سفر ۱۸ ویں صدی تک پورے عروج تک پہنچتا ہے اور تحریک تنوریہ کے نتیجے میں پورے مغرب سے عیسائیت کے افکار کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ کانت (Enlightenment) اور آنے والے مفکرین نے آزادی اور مساوات کو پورے طور پر قابل عمل حقیقت ثابت کر کے اس کو پورے مغربی معاشرے پر نافذ کر دیا۔

مغربی افکار و نظریات میں تبدیلی کے ساتھ ہی سرمایہ داری کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جیسا کی باب اول میں بتایا گیا ہے کہ ان افکار میں تبدیلی سے ادارتی صفت بندی تبدیل ہو گئی۔ معاشیات کے نقطہ نظر سے جو تبدیلی واقع ہوئی اس میں ایڈم اسمتح کا کردار اہم ہے۔

کلاسیکل معیشت دان جن کا دور 1776 سے شروع ہوتا ہے اور یہیں سے ہی سرمایہ داری کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس دور کے قابل ذکر مفکرین میں لوک، ایڈم اسمتح، ڈیوڈ رکارڈو، مارشل، جان ایسٹورڈ ملز، بے بی سیز (B. J. Sayz) میلٹھوز (Malthus) شامل ہیں۔ کلاسیکل دور لگ بھگ 1930 تک جاری رہتا ہے۔ یہ دور ابتداء میں آزاد معیشت کا دور تھا۔ یہاں ہم ان نظریات میں فرد اور معاشرت سے متعلق مفروضات کو جانچنے کی کوشش کریں گے کہ سرمایہ داری کن عقائد کی پیروکار ہے اور وہ کیسی شخصیت اور معاشرت کو قائم دیکھنا چاہتی ہے۔ اس کے نظریات کے پیچھے درج ذیل مفروضات کا رفرما ہیں۔

ایڈم اسمتح جو کہ دور تنوری کا ایک مفکر ہے اس نے لوک اور ہیوم جو کہ دور تنوری کے بہت اہم فلسفی ہیں سے متاثر ہو کر معاشیات پر اہم تصانیف مرتب کیں۔ جس میں "The theory of moral sentiment" اور "An Inquiry into the nature & causes of The wealth of nations" قابل ذکر ہیں۔ ایڈم اسمتح اپنی کتاب Theory of moral sentiment میں فرد کی حیثیت سے متعلق جدیدیت کے حامل مفکرین کانت، ویر، ملز سے متاثر نظر آتا ہے۔ وہ فرد کو آزاد، عاقل (Rational)،

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

خود مختار تصور کرتا ہے۔ جہاں تک اخلاقیات (Morality) کا تعلق ہے تو ایسا فرد اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے۔ فرد کو کیا چاہنا چاہیے۔ اسکو وہ چاہنا چاہیے جس سے اسکی خواہشات میں زیادہ اضافہ ہو سکے۔ وہ کسی بھی ایسی اخلاقی قدر کا پابند نہیں ہے جو کہ اسکو باہر سے رہنمائی فراہم کرے۔ اس قسم کی اخلاقیات میں آسمانی صحیفہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (Robert 1996)

معاشیات کے قوانین کہاں اور کن بنیادوں پر اخذ کیے گئے تو اس کی ایک تاریخ ہے اور وہ ہی تاریخ جہاں سے قانون فطرت کی داغ بیل ڈالی گئی۔ ایسے قوانین اخذ کیے گئے جن کا تعلق وحی الہی اور کسی پیروںی عناصر سے نہ ہو۔ قانون فطرت کو بقول لوک (Locke) کے تعلق (Reason) کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں جب کہ ہیوم کے مطابق اسکو جذبات/خواہشات (passions) سے اخذ کیا جاتا ہے کہ ”عقل تو جذبات/خواہشات کی غلام ہوتی ہے“ (Reason alone cannot be a motive to the will, but rather is the slave of the passions)

سترویں صدی کے اوآخر میں مغربی معاشرے میں جس نوعیت کی تبدیلی آئی اسی تبدیلی سے متاثر ہو کر معاشرات بحیثیت مضمون متعارف ہوا۔ اس لیے ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ معاشرات کی اقدار مغربی ثقافتی اقدار سے نکتی ہیں اور خاص کرتحریک تنویر (Enlightenment) اور اس کے مفکرین سے ہی متاثر ہو کر معاشرات کی بحیثیت مضمون داغ بیل ڈالی گئی۔ اس دور میں مغربی معاشرے میں جو فکری تبدیلی واقع ہوئی اس نے اس دور کے مغرب کے عقائد کو تبدیل کر دیا۔ مغرب جو کہ ایک عیسائی معاشرہ تھا جس میں مذہبی عقائد کو فوقیت حاصل تھی۔ چرچ اور اس سے منسلک افراد ہی معاشرتی طور پر افراد کی رہنمائی کرتے تھے۔ مگر اس کی اساس میں تبدیلی 15 ویں اور 16 صدی میں یورپ کے چند ساحلی شہروں میں رکھی گئی تھی۔ 16 ویں صدی تک سرمایہ دارانہ مختلف تحریکیں یورپ میں عام تھیں اسی صدی میں دو عیسائی ریاستیں کیلوین (Calvan) کی جنیوا میں اور اولیور کرومول (Oliver Cromwell) کی انگلستان

نابِ دوئم سرمایہ داری کا ارتقا و نظریات

میں سرمایہ داری کی مخالفت میں قائم ہوئیں۔ مگر جنہوں نے عملی طور پر سرمایہ داری کو عیسائی جواز فراہم کیا۔ اس وجہ سے جلد ہی سرمایہ داری کے ہاتھوں تحلیل ہو گئیں۔ تاریخی طور پر سرمایہ داری کو جن دو انقلابات نے سہارا دیا اس میں انقلاب امریکہ ۱۷۷۶ء اور انقلاب فرانس ۱۷۸۹ء ہے۔ یہ دونوں انقلابات دراصل انگلستان کے شاندار انقلاب (Glorious revolution 1688 AD) کے نتائج تھے۔ معاشیات کی بحیثیت مضمون بھی داغ بیل اس دور میں رکھی گئی۔ جس کا سہرا ایڈم اسمٹھ کے سر ہے۔ ایڈم اسمٹھ جس فرد کی صلاحیت کو معاشری نمو کا اصل سبب سمجھتا ہے وہ خود غرضی (Selfishness) ہے۔ خود غرضی کو جب فروع حاصل ہوگا تو اسکے نتیجے میں مساوات (Equality) کو بھی قبول کرنا ہوگا۔ مساوات کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر شخص کی غرض مساوی اہمیت کی حامل ہے کسی کو کسی پر کوئی فوکیت حاصل نہیں ہے۔ خود غرضی کو اس طرح فروع دیں کہ اسکے نتیجے میں دوسروں کے اغراض کو شخص نہ پہنچے۔ اس عمل کو خود پندی (Self interestedness) کہتے ہیں۔ (Towney 1990)

بقول اسمٹھ (1788) کے ان خود غرض افراد کو اگر ہم آزاد چھوڑ دیں گے تو اسکے نتیجے میں پیداوار میں اضافہ اور ترقی میں نیزی آئے گی۔ کسی قسم کی مداخلت خاص کر حکومت کی مداخلت معاشری نمو کے لیے اسکے بقول زہر قاتل ہے۔ معیشت اپنے آپ کو خود بخود توازن پر لاتی ہے۔ طلب و رسید کی رسہ کشی کے نتیجے میں معیشت خود بخود حالت استحکام (Stability) میں آ جاتی ہے۔ وہ قوت جو مارکیٹ کو مستحکم رکھتی ہے اسکو اسمٹھ غیر مریٰ ہاتھ (invisible hand) کہتا ہے۔ تاریخی طور پر کلاسیکل دور صنعتی اور سائنسی انقلاب کا دور کا ابتدائی دور تھا۔ صنعتی دور کے لحاظ سے اسمٹھ مہارت یا مزدوری کی تقسیم (Division of labour or Specialization) کا قائل تھا۔ ایک خود غرض شخص اپنے سرماۓ کے حصول کے لیے اپنے آپ کو ایک کام کا ماہر بنالیتا ہے۔ جس سے نا صرف اسکی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ مجموعی پیداوار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

معاشرے سے متعلق مفروضات :

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

فرد اس قسم کی اخلاقیات کا جب پیرو ہو جاتا ہے تو وہ جس قسم کا معاشرہ تعمیر کرتا ہے اس میں دو قسم کی اخلاقیات خاص طور پر استوار ہوتے ہیں۔ ایک فرد باہم ایک دوسرے سے مارکیٹ کی سطح پر مقابلہ (Competition) کرتے ہیں۔ یعنی ان میں باہم حسد کا جز بہ کار فرما ہوتا ہے۔ دوسرے وہ زیادہ سے زیادہ خواہشات کی تکمیل میں دنیا کے حریص ہوتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ معيشت میں فرد جس چیز کا حریص و حاسد ہوتا ہے اسکو سرمایہ کہتے ہیں۔ سرمایہ کی بڑھوٹی ہی مقصد بن جاتا ہے۔ اسے معاشرہ میں زندگی کا مقصد سرمائی کا حصول بن کر رہ جاتا اور یہ رو یہ ہر انسانی عمل کا پیمانہ بن جاتا ہے۔ پورا معاشرہ مارکیٹ بن جاتا ہے۔ اس قسم کے معاشرہ کو سول معاشرہ (Civil society) بھی کہتے ہیں۔

مارکیٹ سے متعلق مفروضات :

تمام کلاسیکل مفکرین اس بات قائل تھے کہ معيشت میں مکمل روزگار پایا جاتا ہے۔ اور معيشت ہمیشہ مکمل توازن کی حالت میں رہتی ہے۔ عدم توازن کی صورت میں معيشت خوب خود توازن کی حالت میں آ جاتی ہے۔ عدم توازن کی یہ حالت جزوی نوعیت کی ہوتی ہے۔ مارکیٹ میں موجود غیر مرئی قوتیں اسکو خود بخود توازن کی حالت میں لے آتی ہیں۔ اسکو معيشت کی زبان میں خود بخود توازن (Automatic Stabilization) کہتے ہیں۔ کلاسیکل معيشت دان اس بات پر زور دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ معاشی

معاملات میں حکومتی کی عدم مداخلت نہایت ضروری ہے۔ کلاسیکل معيشت دان کہتے ہیں کہ جب مارکیٹ میں کسی قسم کے مداخلت نہیں ہوگی تو مارکیٹ میں داخل ہونے اور اس سے باہر نکلنے کی آزادی (Free exit and free entry) کے نتیجے میں مارکیٹ میں مکمل مقابلہ (Perfect Competition) پایا جائے گا اور معاشرات ہمیشہ مکمل توازن کی حالت میں رہے گی (Schumpeter 1950)۔ مارکیٹ سرمایہ داری میں ایک الگ حیثیت کا حامل ادارہ ہے۔ جو سرمایہ داری سے پہلے موجود نہ تھا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر افراد ایک غرض سے ملتے ہیں۔ صارف جس کی غرض اس میں ہوتی ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

کے لیے کم قیمت پر زیادہ سے زیادہ اشیاء صرف کرنے کے اور سرمایہ دار کی غرض ہوتی ہے کہ وہ ان اشیاء کو زیادہ سے زیادہ داموں میں بیچ کر زیادہ سے زیادہ منافع کما سکیں۔ اشیاء کی مارکیٹ سے اوپر ایک اور مارکیٹ ہوتی ہے جس کو فینیشل مارکیٹ (Financial Market) کہتے ہیں۔ یہاں زر اور سرمائے کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور یہ خرید و فروخت سود کے بل بوتے پر ہوتی۔ زر اور سرمائے کی قیمت اس مارکیٹ میں سود کے ذریعہ طے ہوتی ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ سرمائے کی ماکیٹ جتنی فروغ پائے گی اتنا ہی لین دین نقدی کے بجائے قرضوں پر ہوتا جاتا ہے۔ پیداوار کنندہ زیادہ سے زیادہ پیدا اور کے لئے اس فینیشل مارکیٹ (Financial Market) کے دست نگر ہوتے ہیں۔ اور بینکوں سے بڑے پیمانے پر قرضہ لے کر اپنے کار و بار کو فروغ دیتے ہیں۔ صارف بھی اپنی لامتناہی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے بینکوں سے قرضہ لینے پر مجبور ہوگا۔ اس طرح پوری معاشرت فینیشل مارکیٹ (Financial Market) کے تابع آجائے گی۔ مارکیٹ (Market) ہی معاشرے کی قدر کو متعین کرے گی ناکہ معاشرہ مارکیٹ پر اثر انداز ہوگا۔ مارکیٹ میں بھی فینیشل مارکیٹ (Financial Market) کے ہی فیصلے لاگو ہوں گے۔ اس طرح پورے معاشرے کی رگ و پے میں سود سراہیت کر جائے گا (Ansari 2004)۔

تمام معاشی مفکرین اس فرد کی حیثیت سے متعلق اور معاشرہ سے متعلق اور پردازی گئے افکار سے تو باہم متفق ہیں۔ مگر اس مارکیٹ میں اس سرمایہ کی بہوتی کو کس طرح ممکن بنایا جاسکتا ہے اس پر باہم اختلاف ہے۔ یعنی اختلاف طریقہ کار پر ہے۔ ہم اس باب میں زری پالیسی کے تناظر میں مختلف ادوار میں معاشی نظریات کا جائزہ لیں گے۔ سرمایہ داری کے معاشی نظریات کو ہم بنیادی طور پر پانچ ادوار میں بانٹ سکتے ہیں پہلے دور کو کلاسیکل دور سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرا دور کیفیتیں دور ہے۔ اسکے بعد مویژریٹ، نیو کلاسیکل اور پس کیفیتیں دور ہیں۔ ان تمام افکار میں فکری تبدیلی تو نہیں ہوئی مگر جو ادارتی تبدیلی واقع ہوئی ان کی نمائندگی ان مفکرین نے کی۔ اب ہم ان نمایاں تمویلی اداروں کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں تاکہ ان کے کام کرنے کا طریقہ معلوم ہو سکے۔

بینکاری نظام (Banking System)

بینکاری نظام کا جائزہ لینے سے پہلے ہم اسکا مختصر اتاریخی جائزہ لیتے ہیں۔

بینکوں کی تاریخ:

بینکوں کی تاریخ جب ہی شروع ہوتی جب سے مغرب میں عیسائی اقدار کمزور پڑتی ہیں۔ عیسائیت جہاں پر دنیا پرستی کو معتوب سمجھا جاتا تھا اور کامیابی کو آخرت سے ہی جوڑا جاتا تھا۔ وہاں سود کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ سود usury میں ممنون تھی خاص کر کیتوں کو چرچ میں تو ہر قدم کے شرح سودا اور زر کی لین دین پر فیس لینے تک کی ممانعت تھی۔ مگر آہستہ آہستہ جیسے جیسے سرمایہ دار نہ اقدار کا غلبہ ہوتا گیا تو سب سے پہلے سود کی کچھ شرح کو جائز کر دانا جانے لگا۔ اور پھر ۱۸ صدی میں پروٹسٹینٹ کے غالب آنے کے بعد تو ہر قدم کے سود سے پابندی اٹھ گئی۔ یہودیت میں آپس میں تو سود کی ممانعت تھی مگر دیگر افراد کے ساتھ سود کی لین دین جائز تھی۔ اس لیے زر کے بازار میں شروع میں صرف یہودی ہی لین دین کرتے تھے مگر جیسے جیسے عیسائی معاشرہ میں دینا پرستی غالب آگئی اور چرچ کا اثر شروع ختم ہوتا گیا سود کی حرمت قائم ہو گئی۔

سرمایہ داری جو کہ ۱۶ اویں صدی تک صرف یورپ کے چند ساحلی شہروں فلورینس، نیپل، وینس تک تھی۔ جہاں پر مغرب کے تاجر اپنے مفتوح علاقوں سے لوٹ کا مال جمع کرتے۔ اس مال کی خرید و فروخت میں کثیر سرمایہ دار کار تھا جو کہ یہودی ساہوکار سود پر ان تاجروں کو فراہم کرتے تھے۔ یہ ساہوکار ان قرضوں کے عوض سود سے جمع رقوم کو مزید سرمایہ کاری کے لیے رہن پرسونے اور دیگر قیمتی اشیاء کو کھرپڑہ فراہم کرتے اور ایک پرچی دینے۔ جس پر اس ساہوکار کا اعتبار ہوتا۔ اس اعتباری پرچی کو لوگ مزید لین دین کے لیے استعمال کرتے اس طرح سے سب سے پہلے اعتباری کرنی کی شروعات ہوئیں۔ بینکوں کی شروعات سب سے پہلے اٹلی کے شہر لومبارڈی (Lombardy) میں قرون وسطی میں مرچینٹ بینکیگ سے ہوئی جہاں پر اجنبی کی پیداوار اور خرید و فروخت پر سودی قرضے سب سے پہلے یہویوں نے شروع کیے اس وقت تک عیسائیت میں سود کی حلت موجود تھی۔ ناصرف سودی قرضے فصل کی کاشت کے وقت دیے جاتے تھے بلکہ فصل کی کاشت اسکو خریدار تک حفاظت سے پہچانے کی ذمہ داری کے لیے انشورس بھی کی جاتی تھی۔ ان قرض کو جاری کرنے والے افراد اجنبی کی ماکیٹ میں ایک بنچ (Banch) میں بیٹھ جاتے اس بنچ کو اطالوی زبان میں بانک کہتے تھے وہاں سے بینک کی اصلاح شروع ہوئی۔ ۱۶ اویں صدی میں وینس میں تاجروں کی حفاظت سے اداگی کے پیش نظر زر کے تاجروں نے طلائی کرنی میں لین دین کی جگہ پہلی دفعہ چیک کا

نابِ دوئم سرمایی داروں کا ارتقا و نظریات

استعمال کیا گیا۔ اس طرح چیک کے ذریعہ سے لین دین شروع ہوئی، جو کی پہلے پرچی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ یہ ایک آسان طریقہ تھا اس لین دین سے بینک کے مالکان کے کھاتے میں کافی رقم جمع ہو گئی جو کہ اس نے مزید قرضے پر دینی شروع کر دیں۔ اس طرح طلاقی زران بینکاروں کے پاس آگئی اور اس کے عیوض کاغذ کے چیک جاری ہو گئے جو کہ دیگر ادائیگیوں کے لیے بھی استعمال ہونے لگے۔ یہ کاروباری طور پر خوب فروغ پایا اور دیگر یورپ کے ممالک میں بھی پھیل گیا۔ برطانیہ میں میں گولڈ استھ بینکاری نے فروغ پایا۔ سونے کے تاجر بھی یہی کام کرتے تھے کہ لوگوں سے سونا لیتے اس کے عیوض قرضہ فراہم کرتے یہ قرضہ ایک پرچی پر لکھا ہوتا لوگ اس پرچی سے خرید و فروخت کرتے۔ کم لوگ اس سونے کو نکلوتے اور زیادہ جمع کرواتے۔ جس سے ان سناروں کو خیال آیا کہ کیوں نہ اس سونے اور چاندی کے محفوظات کے بدلہ مزید قرضہ فراہم کرے اور انکو کاغذی رسیدے جس کے پیچھے کچھ نہ ہو سوائے سنار کے اعتبار کے اس طرح یہ رسید پہلی اعتباری بینک کرنی بنتی۔ یہاں سے سب سے بڑا منظہم فراؤڈ شروع ہوا اور آج تک جاری ہے کہ کھاتے دار بینک اپنے ڈپاسٹ سے کئی گناہ زیادہ قرضہ فراہم کر دیتے ہیں یہ قرض اعتباری کرنی کی صورت میں اشیاء اور خدمات کی خرید و فروخت کو ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے آپ اگلے ابواب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ۱۵ اس لوہی صدی تک یہ بینکاری بخی شعبہ تک محدود رہی اور متعدد خاندان اس سے مستفید ہوئے۔ یہ خاندان خلافت عثمانیہ تک پہنچ گئے تھے اور زر کا کاروبار وہاں بھی فروغ دیا۔ مگر یہ کس نجح تک پہنچا یہ ایک تحقیق طلب مسئلہ ہے۔

۱۸ اویں صدی میں یہ بینک بخی سطح سے نکل کر ریاستی سطح تک پہنچ گئی تاکہ زر کے اس کاروبار کو اعتبار حاصل ہوا اور کوئی بخی شخص فراؤڈ نہ ہو جائیں اس لیے کہ بینک اپنی محفوظات سے بڑھ کر قرضہ فراہم کرنا شروع ہو گئے۔ مگر جب یہ افواہ گرم ہو جاتی کہ فلاں شخص جو کہ بینکاری کر رہا ہے وہ دواليہ ہو گیا ہے تو جنہوں نے اس کے پاس طلاقی کرنی یا اشیاء رکھوائی ہوتیں وہ جو ق در جو ق اس سے اسکو حاصل کرنے کا مطالبہ کرتے چوں کی وہ اس رقم سے زیادہ قرضہ فراہم کر چکا ہوتا ہے تو وہ ان رقم کو دینے سے قاصر ہوتا تھا۔ وہ سنار قلاش ہو جاتا اور لوگوں کی رقم ڈوب جاتی۔ اس مشکل کے حل کے لیے ایک ریاستی مرکزی ادارہ کی ضرورت پڑی جو کہ تمام کا محافظ ہوا اور آفت میں انکو مدد فراہم کر سکے اور قلاش ہونے سے بچا سکے۔ بخی ان مالیاتی اداروں کو ایک مرکزی ادارہ سے منسلک کر دیا گیا۔ سب سے پہلے ویس میں سرکاری سطح پر ۲۱۴ میں بینک گیر (Giro) قائم ہوا اس کے بعد ۱۸ اویں صدی میں بینک آف انگلینڈ قائم ہوا اور اس کے ساتھ ہی بینکاری کی باقاعدہ شروعات ہو گئیں اور اعتباری کرنی جسکو عام طور پر کاغذی کرنی کہتے ہیں اسکی شروعات ہو گئیں۔ بینک آف انگلینڈ کو پہلا باقاعدہ مرکزی بینک ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ اسکے بعد سے بینک دیگر فرائض بھی انجام دینے لگا جیسے بینکوں کا بینک، کرنی نوٹوں کا اجراء، زری پالیسی کو قابو کرنے کا لائچہ عمل۔

ناب دوئم سرمایی داروں کا ارتقا و نظریات

بینکوں کی تاریخ کو اگر دیکھیں تو پہلے چلے کا کہ مغرب میں عیسائیت کی شکست کے بعد سے جب سے مغرب میں تنشیل جدید (Enlightenment) کی تحریک نے فروغ پایا تو سود کو جواز ملا کہ اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ سرمائے کو منظم کیا جاسکے۔ سود کی لین دین بھی طور پر ہر معاشرہ میں جاری تھی، لوگ سودی لین دین محدود پیمانے پر کر رہے تھے۔ مگر اسکو پریاری اور ادارتی صفت بندی بینکوں کے ادارے سے ہی ملیں۔ بینک نے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ تجارت اور ذریعی قرضوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے بہانے سودی قرضوں کی لین دین کو کاروبار بنالیا اس کی بنیاد پر سودی کرنی کا اجراء کر دیا۔ طلائی اور نقری کرنی جو کہ اصل پیانہ تبادلہ تھی اسکو تبدیل کر کے قرضوں کی بنیاد پر اعتباری کرنی کا اجراء کر دیا۔ اس اعتباری کرنی پر بینک کا اختتار ہے کہ وہ جتنا زر چھاپنا چھاپے چھاپ سکتا ہے۔

اب ہم اس بیکاری نظام کے کلیدی اداروں کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ بیکاری نظام کا اگر جائزہ لیا جائے تو موجودہ دور میں اسکو ہم تین اہم اداروں میں بانٹ سکتے ہیں ایک مرکزی بینک دوسرے کھاتے دار بینک اور تیسرا غیر کھاتے دار بینک۔ ہم اس سیکشن میں ان تینوں بینکوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ سب سے پہلے ہم کھاتے دار بینکوں کے سب سے زیادہ پائے جانے والے ادارے کمرشل بینک کا جائزہ لیں گے۔

کمرشل بینک: (Commercial bank)

کمرشل بینک کو اگر دیگر کھاتے دار بینکوں سے موزانہ کریں تو کمرشل بینک وہ ادارے ہوتے ہیں جو کہ بڑے پیانے پر تجارتی بنیادوں پر بغیر کسی رکاوٹ کے قرضوں کا اجراء کر سکیں اور وہ قانونی طور پر اس کے مکلف ہوں کہ چیک والے اکاؤنٹ کھول سکیں۔ یہ تو بینک کی ایک تعریف تھی۔ بینک میں اور دوسرے اداروں میں فرق یہ ہوتا ہے کہ اسکی ذمہ داریوں (Liabilities) کا زیادہ تر حصہ عوام الناس سے جمع کیے ہوئے کھاتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ جس کے لیے لوگ بینکوں میں اپنے اکاؤنٹ کھولتے ہیں۔ بینک ان کھاتوں کو رکھنے کے عوض زیادہ تر سود کی ادائیگی کرتا ہے۔ بینک کا یہ نہذ جو کہ وہ کھاتے داروں سے حاصل کرتا ہے اسکو وہ آگے سود پر قرضے کے طور پر دے دیتا ہے۔ کمرشل بینک یہ قرضے تجارتی بنیادوں پر اس طرح دیتے ہیں کہ ان کے منافع میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو سکے۔ اس لیے وہ ان قرضوں پر سود کھاتے داروں کو دیے گئے سود سے

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

زیادہ رکھتا ہے۔ کمرشل بینک کے نظام کو تفصیل سے جانے کے لیے ہم اسکی بلنس شیٹ کا جائزہ لیتے ہیں۔ کسی بھی کمپنی کی بلنس کی طرح بینک کی بلنس شیٹ کے بھی دو اجزاء ہوتے ہیں ایک اثاثے (Assets) اور دوسرا ذمہ داریاں (Liabilities)

کمرشل بینک کے اثاثے : (ASSETS OF COMMERCIAL BANK)

کمرشل بینک کے اثاثوں پر اگر نظر ڈالیں تو اس کے اثاثے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک قرضوں و تمکات کی صورت میں اور دوسرے محفوظات کی صورت میں۔ محفوظات کا کچھ حصہ وہ اپنے پاس رکھتا ہے تاکہ اس کی روزمرہ کی کیش کی ضروریات پوری ہو سکیں اور کچھ حصہ مرکزی بینک میں اس لیے رکھتا ہے تاکہ بہ وقت ضرورت اس سے قرضہ لے سکے۔ ان ہی دو مددوں میں کمرشل بینک اپنے اثاثے رکھتا ہے اس میں بھی اول ذکر اثاثے جس پر اسکو سود ملتا ہے کل اثاثوں کا 60 سے 70 فیصد ہوتے ہیں۔ ان اثاثوں کو اگر ترتیب سے دیکھیں تو ان کی ترتیب کچھ یوں ہو گی۔

۱۔ نقد اثاثے : (Cash Assets)

نقد اثاثے آلی مبادله (Medium of exchange) کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ نقد اثاثوں میں درج ذیل اثاثے شامل ہوتے ہیں۔

1۔ نوٹس، کرنی اور چاندی کے اثاثے۔

2۔ محفوظات : (Reserves)

ناب دوئم سرمایی داروں کا ارتقا و نظریات

کمرشل بینک کچھ محفوظات کھاتے داروں کی کیش ضروریات کے لیے رکھ لیتا ہے جسکو والٹ نقدی (Vault Cash) کہتے ہیں یا جو محفوظات مالیاتی ادارے اپنے پاس تمسکات کی صورت میں رکھتے ہیں اس کو سیال محفوظات (Liquid reserve) کہتے ہیں۔

کمرشل بینک کچھ محفوظات مرکزی بینک کے پاس رکھتا ہے اس کو نقدی محفوظات (Cash Reserve) یا محفوظات کھاتے (Reserve deposit) بھی کہتے ہیں۔ ان محفوظات کی بنیاد پر مرکزی بینک ان دیگر مالیاتی اداروں کو مصیبت کے وقت قرضہ فراہم کرتا ہے۔

Corresponding Balance-3: اس کے علاوہ کسی بھی بڑے کمرشل بینک کے پاس چھوٹے بینکوں کی کچھ رقم محفوظات کی صورت میں ہوتی ہے اسکو Corresponding balance کہتے ہیں۔

ان نقداً اثاثوں کے علاوہ دیگر اثاثے درج ذیل ہیں۔

۲۔ قسم سکات کی خریداری (Securities):

اس میں حکومتی تمسکات، ٹریڈری بل (T bills)، بونڈز (bonds)، غیر ملکی تمسکات اور دیگر تمسکات شامل ہوتے ہیں۔ جب بینک ان تمسکات کو خریدتا ہے تو وہ دراصل مرکزی بینک کو قرضہ فراہم کرتا ہے۔ تمسکات کی خریداری اثاثوں کا ایک اہم حصہ ہوتی ہے۔

۳۔ قرض دینا (Loans):

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

بینک کا سب سے اہم فریضہ قرضوں کی فراہمی ہے۔ یہ قرضہ صنعتی اور کمرشل بیادوں پر دیتا ہے یا پھر صرف کے لیے فراہم کرتا ہے۔ یہ قرضے طویل مدت کے لیے بھی ہوتے ہیں اور قلیل مدت کے لیے بھی ہوتے ہیں۔

ان اثاثوں کے علاوہ بہت قلیل مدت کے قرضے بھی کمرشل بینک دیتا ہے جن کو محفوظ اور غیر محفوظ قرضے (Secured & unsecured loan) بھی کہتے ہیں۔

محفوظ اور غیر محفوظ قرضے : (Secured & unsecured loan)

یہ قرضے بہت ہی قلیل مدت کے لیے ہوتے ہیں جن کی معیاد چند دنوں یا گھنٹوں تک کی ہوتی ہے۔

ان قرضوں میں دوبارگی تمسکات کی خرید و فروخت "REPO" کے معاملے اور بینکوں کے درمیان قرضوں کے تبادلے یا کال قرضہ (inter bank loan or call loans) یا اثاثی قرضہ (Secured loans) کے شامل ہیں۔ اول ذکر قرضوں کو محفوظ قرضہ (collateral Loan) تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ بینکوں کے درمیان قرضوں کے تبادلے (inter bank loan or call loans) یا بے غیر محفوظ قرضے (Unsecured Loan) اثاثی قرضہ (Noncollateral loan) تصور کیے جاتے ہیں۔ بینکوں کے درمیان قرضوں کی معیاد عام طور پر ایک دن یا اس سے کم چند گھنٹوں پر محیط ہوتی ہے۔ بہت کم مقدار میں قرضے ایک دن سے زیادہ معیاد کے بھی ہوتے ہیں۔ ان قرضوں پر لیا جانے والا سود کا ل قرضہ (Call rate) کھلاتا ہے۔ ان قرضوں کا تبادلہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ ایک بینک کے پاس اگر کوئی قرضہ لینے آیا اور بینک کے پاس اتنی رقم محفوظات میں نہیں ہے مگر اسکو علم ہے کہ یہ رقم کل تک اس کے پاس آجائے گی اس صورت میں وہ دیگر

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

بینکوں سے رجوع کرے گا جس بینک کے پاس اس دن زیادہ محفوظات موجود ہوں گے وہ ان سے کال ریٹ پر یہ قرضہ ایک دن یا چند گھنٹوں کے لیے لے گا۔ اس طرح بینک آپس میں محفوظات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ چوں کہ ان قرضوں کے پیچھے کوئی تحفظ (security) یا collateral موجود نہیں ہوتا اس کیے ان کو غیر محفوظ قرضہ (Noncollateral Loan) یا بے قرضہ (Unsecured Loan) کہا جاتا ہے تو وہ اسکے (loan) تصور کرتے ہیں۔ جب کرشل بینک اپنے زائد محفوظات میں سے قرضہ فرم کرتا ہے تو وہ اسکے اثاثے بن جاتے ہیں اسی طرح جب وہ دوبارگی کی بنیاد پر ان تمسکات کو خریدتا ہے تو یہ بھی اسکے اثاثوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

بینک یہ اثاثے کیسے بناتا ہے تو ان کی بنیاد وہ وصولیاں ہوتی ہیں جو کہ ذمہ داریاں (Liabilities) کی صورت میں لیتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

ذمہ داریاں (Liabilities)

بینک میں بنیادی طور پر تین قسم کی وصولیاں ہوتی ہیں ایک بینک کے کھاتے اور دوسرے بینک قرضوں کی وصولیاں اور بینک کا سرمایہ۔

بینک کھاتے (Bank Deposits)

بینک بنیادی طور پر چار قسم کے کھاتے وصول کرتا ہے ایک عند الطلب کھاتے (Demand deposit) دوسرے میعادی کھاتے (Time deposit) تیسرا بچت کھاتے اور چوتھے غیر ملکی کرنی کھاتے۔

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

عند الطلب کھاتے (Demand deposit)

یہ وہ کھاتے ہوتے ہیں جن میں کھاتے دار کو کسی بھی وقت نقد نکلوانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس میں دو طرح کے کھاتے ہوتے ہیں ایک وہ کھاتے جن پر سود دیا جاتا ہے اور دوسرا وہ جن پر کوئی سود نہیں دیا جاتا۔ ان آخر الذکر کھاتوں کو عام طور پر فوری کھاتے (current account deposit) کہا جاتا ہے۔

میعادی کھاتے (Time Deposit)

یہ وہ کھاتے ہوتے ہیں جن کو نکلوانے کی میعاد مقرر ہوتی ہے یہ میعاد طویل مدت کی بھی ہوتی ہیں اور قلیل مدت کی بھی ہوتی ہیں۔ اگر ان کی میعاد ایک سال سے کم ہو تو وہ قبل مدت کھاتے کھلاتی ہیں اور اگر مدت ایک سال سے زیادہ ہو تو یہ طویل مدت کھاتے کھلاتے ہیں۔ جتنا کسی کھاتے کی مدت زیادہ ہوگی اتنا ہی اس پر زیادہ سود بنیک ادا کرتا ہے۔

بچت کھاتے (Saving account)

بچت کھاتے وہ کھاتے ہوتے ہیں جس میں لوگ اپنی پچتیں کچھ مدت کے لیے رکھتے ہیں یہ مدت متعین نہیں ہوتی۔ ان کھاتوں پر بنیک ماہانہ بنیادوں پر سود کی ادائیگی کرتا ہے۔

غیر ملکی کرنے کا کھاتہ (Foreign currency Account)

ان کھاتوں میں غیر ملکی کرنی میں کھاتے کھولے جاتے ہیں۔ پاکستان میں کھاتوں میں زیادہ تر ڈالر کھاتے ہوتے ہیں۔ امریکہ میں اسکو یورو ڈالر کھاتے (Eurodollar account) کہتے ہیں۔

ان کھاتوں میں عندالطلب کھاتے عام طور پر تبادلہ (Transaction) کے لیے استعمال ہوتے۔ جبکہ میعادی کھاتے عام طور پر انویسٹمنٹ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جتنا کسی ملک میں انویسٹمنٹ کے موقع کم ہوں گے اتنا ہی لوگ اپنے کھاتے عندالطلب کھاتوں میں رکھیں گے۔ اس کے علاوہ جتنا معيشت میں مالیاتی اداروں کا عمل ذخیرہ زیادہ ہوگا اور تمام لین دین بینکوں کے ذریعہ ہوں گے اتنا ہی طلب کھاتوں میں اضافہ ہوگا۔ اے ٹی ایم (ATM) کریڈٹ کارڈ کے عام استعمال سے بھی ان کھاتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ بینک اپنی اصل خدمت سے دور ہو کر اپنے منافع میں اضافہ کے لیے زرکو صرف کے لیے اور تبادلہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

ان کھاتوں کے علاوہ دیگر وصولیاں جو کہ بینک وصول کرتا ہے اس میں قرضوں کی وصولیاں ہیں۔

قرضوں کی وصولیاں :

جیسا کہ ادائیگیوں میں ہم نے دیکھا تھا کہ بینک مختلف قسم کے قرضے لیتا ہے جیسے وہ تمسکات کی خریداری کرتا ہے۔ جب یہ تمسکات اپنی میعاد پوری کر لیتے ہیں تو بینک ان کو فروخت کر دیتا ہے۔ بینک کی یہ فروخت اسکی وصولیوں میں شمال ہوتی ہیں۔ اسی طرح بینک جو دوبارہ فروخت کے نتیجہ میں تمسکات کی فروخت کرتا ہے تو یہ بھی وصولیوں میں آ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بینک جو آپس میں قرضوں کی وصولی کرتا ہے وہ بھی بینک کی ذمہ داریوں میں آتا ہے۔ ڈسکاؤنٹ ونڈو کے تحت بینک جو بھی قرضے بینک مرکزی بینک سے وصول

ناب دوئم سرمایہ داری کا ارتقا و نظریات

کرتا ہے وہ بھی اس کی ذمہ داروں میں آتا ہے۔

(Equity capital) بینک کا سرمایہ

بینک نے اپنے قیام کے لیے قرضوں کے علاوہ کچھ سرمایہ لگایا ہوتا ہے جس کو بینک کا سرمایہ کہتے ہیں۔ یہ سرمایہ برابر ہوتا ہے ادنیگیوں اور وصولیوں کے فرق کے۔ بینک کا سرمایہ کھاتے داروں کے لیے مصیبت کے وقت ایک سہارا ہوتا بھی ہوتا ہے۔

بینک کی یہ وصولیاں یا ذمہ داریاں دراصل بینک کے فنڈ (Funds) ہوتے ہیں۔ اس فنڈ ز میں بینک سرمائے کا بہت کم حصہ ہوتا ہے جیسے

جیسے بینک ترقی کی منازل طے کرتے ہیں بینک فنڈ کے دیگر ذرائع پر اس کا انحصار بڑھتا جاتا ہے۔

کمرشل بینک کے وظائف و خدمات: (Functions of Commercial Bank)

بینک کے دو بنیادی فرائض ہوتے ہیں ایک وہ امانتوں کی وصولی کرتا ہے کھول کر دوسرا وہ قرضوں کی فراہمی کرتا ہے۔ جس کی تفصیل ہم ذمہ داریوں اور اثاثوں میں دیکھ پچے ہیں۔ ان خدمات کے علاوہ وہ ایک اور وظیفہ ادا کرتا ہے۔ کہ ان قرضوں کی فراہمی کے ذریعہ زر کی تخلیق کرتا ہے وہ یہ کس طرح کرتا ہے اسکو ہم ایک مثال سے دیکھتے ہیں۔

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

کمرشل بینک کا تخلیق زر:

ایک بینک الٹ لیتے ہیں جس کی بیلنس شیٹ ابھی خالی ہے۔ فرض کریں کہ مرکزی بینک سے 1000 روپے کے ٹی بلز اس بینک الٹ کی ذمہ داریوں میں آتے ہیں جیسا کہ جدول 1-2 میں دیا گیا ہے۔ ان وصولیوں کی وجہ سے بینک میں 1000 روپے کے محفوظات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اب فرض کریں کہ درکار محفوظات کی شرح دس فیصد ہے۔ اس نسبت سے جیسا کہ جدول 2-1 میں دیا گیا ہے بینک 900 روپے کے قرضوں کا اجراء کرے گا اور 100 روپے کے محفوظات اپنے پاس رکھے گا۔ یہ قرض جس دوسرے شخص کو ملے گا وہ چیک کی صورت میں ملے گا وہ اسکو فرض کریں بینک ب میں جمع کروادے گا جس کی وجہ سے بینک ب کی بیلنس شیٹ کچھ یوں ہوگی دیکھیں جدول 3-1۔

بینک الٹ (ابتدائی حالت)

جدول 1-1

بینک الٹ (ابتدائی حالت)		ذمہ داریاں	
اثاثے			ذمہ داریاں
1000 روپے	محفوظات	1000 روپے	کھاتے
1000 روپے	کل	1000 روپے	کل

بینک الٹ (آخری حالت)

جدول 1-2

بینک الٹ (آخری حالت)		ذمہ داریاں	
اثاثے			ذمہ داریاں
100 روپے	محفوظات	1000 روپے	کھاتے
900 روپے	قرض اور انویسٹمنٹ		
1000 روپے	کل	1000 روپے	کل

بینک ب دس فیصد اپنے پاس رکھے گا اور باقی 10 روپے بطور قرض کسی تیسرا شخص کی صورت میں دے گا۔ یہ شخص اس چیک کو اپنے بینک ج میں جمع کروادے گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک کہ کھاتے صفر نہ ہو جائیں۔

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

بینک ب (ابتدائی حالت)

جدول 1-3

اثاثے	ذمہ داریاں
محفوظات 900 روپے	کھاتے 900 روپے
کل 900 روپے	کل 900 روپے

بینک ب (آخری حالت)

جدول 1-4

اثاثے	ذمہ داریاں
محفوظات 90 روپے	کھاتے 900 روپے
قرضے اور انویسٹمنٹ 810 روپے	
کل 900 روپے	کل 900 روپے

اس مکمل صورتحال کو اگر ہم دیکھیں جیسا کہ جدول 1-5 میں دیا گیا ہے تو ہم کو پتہ چلے گا کہ اس 1000 روپے سے یہ بینک دس ہزار(10000) روپے تک کے نئے کھاتے تشکیل دے دیتا ہے۔ اس طرح 1000 روپے کے عوض اگر درکار محفوظات دس فیصد ہوں تو 9000 روپے کی مزید کرنی کا اجراء قرضوں اور انویسٹمنٹ کی صورت میں کر دے گا۔

جدول 1-5

بینک	نئے کھاتے	قرضوں اور انویسٹمنٹ	نئے محفوظات
------	-----------	---------------------	-------------

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

100	900	1000	بینک اف
90	810	900	بینک ب
81	729	810	بینک ج
271	2439	2710	ان تین بینکوں کا مجموعہ
729	6561	7290	دیگر تمام بینکوں کا مجموعہ
1000	9000	10000	تمام بینکوں کا مجموعہ

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اصل زرجو کہ مرکزی بینک تشکیل کرتا ہے، وہ بھی اصل زرنہیں ہوتا وہ بھی سودی قرضوں کی بنیاد پر تشکیل پاتا ہے جس کی تفصیل ہم مرکزی بینک کے حصہ میں دیکھیں گے، اس سے دس گناہ زیادہ اعتباری زر کمرشل بینک تخلیق کرتا ہے۔ اس دس گنے کو زر کا ضارب (Deposit Creation) کہتے ہیں اور اس کو ہم ایک فارمولے سے ظاہر کرتے ہیں۔

$$\text{اگر } d = \text{درکار محفوظات} = \text{Required reserve}$$

$$D = \text{کھاتوں میں تبدیلی} = \text{Change in deposit}$$

$$R = \text{محفوظات میں تبدیلی} = \text{Change in reserve}$$

$$D = 1 / d \quad R \dots \dots \dots \quad 1 - 24 \quad \text{تو}$$

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

ہماری مثال میں چوں کہ $0.1 = d$ اور $1000 = R$ تو اس طرح مساوات D 1-24

برا برابر ہو گا

$$D = \frac{1}{0.1} 1000$$

اس مساوات میں $d/10 = 1/0.1$ کے برابر ہے

اس طرح 1000 روپے کے محفوظات کے نتیجے میں 10000 روپے کے نئے کھاتے یا زر کی تخلیق ہو گی۔ اگر d کی مقدار کو بڑھا کر 20 فیصد کر دیا جائے تو

$d/10 = 1/0.2 = 5$ جس کے نتیجے میں 5000 روپے کے نئے کھاتے یا زر کی تخلیق ہو گی۔ d کی مقدار کو تبدیل کر کے مرکزی بینک زر کی ترسیل کو تبدیل کر سکتا ہے۔ ایک آزاد مالیاتی نظام میں جب کہ مرکزی بینک کا اختیارات d کی تبدیلی پر ختم ہو جاتا ہے اور یہ اختیارات کہ d کو کتنا رکھا جائے یہ بینک کے منافع کے حصول پر ہوتا ہے کہ اس کے پاس کتنے قرضے اور انویسٹمیٹ کی ضرورت ہے۔ اس طرح d پر اختیار مارکیٹ کا ہوتا ہے کہ اس کو کتنا رکھا جائے۔

اس مثال میں زر کا ضارب (mm) در کار محفوظات (d) پر منحصر ہے مگر حقیقت میں mm دیگر تنسیبوں پر بھی منحصر ہوتا ہے۔

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

اگر $MB = \text{بنیادی زر}$ Monetary Base

مقدار رزق = M = Quantity of money

c = Currency deposit ratio

$e = \text{Excess reserve to deposit ratio} = \frac{\text{Reserves} - \text{Deposits}}{\text{Deposits}}$

$$M = mm MB$$

اس مساوات 25-1 کی مدت سے ہم زر کے ضارب کی مکمل پیاپیش نہیں کر سکتے بلکہ ایک تخمینہ لگا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ قرض لینے والا کتنی رقم فوری ضرور کے لئے نکالے گا اور کتنی رقم بعد میں نکلوئے گا۔ وہ چیک کتنے عرصہ بعد جمع کروائے گا وغیرہ۔ اس لئے زر کو ناپنے کے لئے عام طور پر MB کا تناسب نکال لیا جاتا ہے۔

جتنا زیادہ مالیاتی اداروں کا اثر رسوخ معاشروں میں بڑھے گا اتنا ہی سودی قرضوں کا زیادہ اجراء ہوگا اتنا ہی زر کی تخلیق میں کمرشل بینکوں کی تخلیق کردہ زر میں اضافہ ہوگا۔ اس زر کو فرمی زر (near money) بھی کہتے ہیں۔

زری پالپسی کا اجراء:

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

کمرشل بینک تخلیق زر میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اسی لیے یہ ترسیل زر کو بھی قابو میں کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ جتنا زیادہ بینک قرضے فرہم کرے گا اتنا ہی زر کی ترسیل میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ قرضوں کو قابو کرنے کے لیے محفوظات کے تناسب میں کمی بیشی کرنی پڑتی ہے اور یہ کمی بیشی زر کے ضارب کے اجزاء کو تبدیل کر کے کی جاتی ہے۔ اگر ترسیل زر کو زیادہ کرنا ہو تو زر کے ضارب کو بڑھانا ہو گا جس کے لیے d کو کم رکھنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ دیگر تنسیبوں کو بھی کم یا زیادہ کر کے بھی ترسیل زر کو قابو میں کیا جاسکتا ہے مگر ان میں کمی بیشی مرہون منت ہے کھاتے دار کے رویے کا جو کہ تبدیل کرنا بینک کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس کے لیے ادارتی ساخت میں تبدیلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو کہ ایک طویل میعاد کام ہے۔

اس کے علاوہ شرح سود میں تبدیلی سے بھی کھاتوں اور انویسٹمنٹ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ بینک کے پاس چار قسم کے سود ہوتے ہیں ایک وہ سود جو وہ اپنے کھاتے دار کو دیتا ہے دوسرا جو وہ قرض دار سے لیتا ہے اسکو مارکیٹ ریٹ کہتے ہیں تیسرا جو وہ دیگر بینکوں کو دیتا لیتا ہے جس کو کال ریٹ کہتے ہیں اور چوتھا جو وہ مرکزی بینک کو دیتا ہے جس کو بینک ریٹ کہتے ہیں۔ مارکیٹ ریٹ کو کم کرنے سے بینکوں کے قرضوں میں اضافہ ہوتا ہے مگر اس کو کم کرنے سے کھاتے دار کو دیا جانے والا سود بھی کم ہو جاتا ہے جس سے کھاتوں میں کمی واقع ہوتی ہے۔ مگر مرکزی بینک سے قرضوں والوں میں فرہمی کی وجہ سے بینک فنڈ میں کمی کو پورا کر سکتا ہے۔ مگر اس صورت میں بینک ریٹ کو مارکیٹ ریٹ سے بھی کم کرنا ہو گا اور یہ ریٹ مارکیٹ ریٹ سے کم ہو گا۔ اگر مرکزی بینک قرضوں میں کمی کرنا چاہتا ہے تاکہ زر کی ترسیل میں کمی کر سکے تو وہ اس صورت حال میں بینک ریٹ کو بڑھا سکتا ہے۔

ایک آزاد مالیاتی نظام میں جہاں بینکوں کے درمیان مقابلہ ہوا اور انکا اصل ہدف زیادہ منافع کا حصول ہو تو اس صورت میں زری پالیسی میں بینک کا اور مرکزی بینک کا کردار کم اور مارکیٹ میں قرض لینے والی کار پوریشن کی خواہش کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔

نابِ دوئم سرمایی داروں کا ارتقا و نظریات

مالیاتی نظام کا ایک اور اہم ادارہ مرکزی بینک ہے اب ہم اسکے وظائف و خدمات کا جائزہ لیں گے۔

(Central bank) مرکزی بینک:

مرکزی بینک جو کہ مالیاتی اداروں کا سب سے بنیادی ادارہ ہے اس کے فرائض و ذمہ داریوں کا جائزہ لینے سے پہلے اس اسکی بیانش شیٹ کا جائزہ لیتے ہیں۔

مرکزی بینک کے اثاثے (Assets):

اگر کسی بھی ملک کے مرکزی بینک کی بیانش شیٹ کو دیکھیں تو اس میں درج ذیل اثاثے عام طور پر ہوتے ہیں۔

1- حکومتی تمسکات (Government Securities):

مرکزی بینک کے اثاثوں میں سب سے زیادہ جس کا حصہ ہوتا ہے وہ حکومتی تمسکات کا ہوتا ہے اس میں حکومتی کفالتوں اور ہنڈیاں شامل ہوتی ہیں۔ یہ تمسکات جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا تھا کہ حکومتی سودی قرضے ہوتے ہیں جو کہ وہ مرکزی بینک کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ مرکزی بینک جو کہ حکومتی بینک ہوتا ہے، حکومت کو جب بھی خسارہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ اس خسارے بڑا حصہ ان تمسکات کے اجراء کے ذریعہ پورا کرتا ہے۔ مرکزی بینک ان تمسکات کو دیگر مالیاتی اداروں کو فروخت کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے دیگر مالیاتی اداروں کی ذمہ داریوں میں اس مقدار کا اضافہ ہوتا ہے اور مرکزی بینک کے اثاثوں میں اس مقدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوبارہ خریداری (RPs) کے معاملے کے تحت بھی بہت قلیل مقدار میں اثاثوں میں

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

اضافہ ہوتا ہے۔

2- قرض (Loans):

جیسا کہ ہم نے کمرشل بینک کے حصہ میں دیکھا تھا کہ کمرشل بینک مرکزی بینک سے قرضے لیتا ہے۔ یہ قرضے جو مرکزی بینک اجراء کرتا ہے اسکے اثاثوں میں آتے ہیں۔ ان قرضوں کے تحت مرکزی بینک ڈسکاؤنٹ ونڈ و کوآل کار کے تحت استعمال کرتا ہے۔ یہ قرضے اسکی زری پالیسی کا اہم جز ہے۔ جبکہ اثاثوں میں اسکا حصہ کم ہوتا ہے۔

3- سونے کے ذخائر (Gold and Gold bullion):

سونے کے ذخائر یا سونے کے سٹیفکیٹ دراصل بینک کے اثاثے ہوتے ہیں۔ سونے کو جب کہ معیار تصور کیا جاتا تھا اس وقت سونے کے ذخائر کا اثاثوں میں سب سے زیادہ حصہ ہوتا تھا۔ مگر موجودہ دور میں جب سے سونے کے میعار کو ختم کر دیا گیا ہے اثاثوں میں اسکا حصہ واجبی ہو کر رہ گیا ہے۔ عام طور پر اسکا حصہ چار فیصد سے بھی کم ہوتا ہے۔

4- ایس ڈی آر (SDR):

ایس ڈی آر دراصل آئی ایم ایف کی طرف سے اجراء کیے ہوئے سٹیفکیٹ ہوتے ہیں یہ سٹیفکیٹ سونے کے ذخائر کے مقابل تصور کیے جاتے ہیں۔ یہ IMF اپنے ممبر ممالک کو ان کے حصہ کے مطابق دیتا

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

ہے۔ ان سٹریکٹ کا اجراء 1970 کے بعد ہوتا کہ سونے کے گرتے ہوئے میعار کو متحکم کیا جائے۔

مالیاتی پالیسی کو IMF کے تحت بین الاقوامی طور پر چلایا جائے۔ مگر مالیاتی پالیسی کی آزادی کے نتیجے میں یہ

پالیسی کا میاب نہ ہوئی اور سونے اور ایس ڈی آر کے ذخائر میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ دنیا کے تمام ممالک میں

ان اثاثوں کا قلیل حصہ ہی رہے۔

5- زرمبادلہ کے ذخائر (Foreign exchange reserves)

غیر ملکی کرنی کے ذخائر کے مجموعہ کو جو کہ مرکزی بینک کے پاس جمع ہوتا ہے اسکو زرمبادلہ کے ذخائر کہا

جاتا ہے۔ جب بھی غیر ملکی سرمائے کی درآمد ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں مرکزی بینک کے اثاثوں میں اضافہ

ہوتا ہے۔ یہ اثاثے زیادہ تر غیر ملکی یا بین الاقوامی اداروں کی امداد اور قرضوں، بیرونی ملک مقیم افراد کی بھیجی

جانے والی رقم (Remittance)، غیر ملکی انویسٹمنٹ سے حاصل ہوتی ہے۔ ان ذخائر کا حصہ اثاثوں

میں اچھا خاصہ ہوتا ہے۔ اس کا اثاثوں میں حصہ اس بات پر منحصر ہے کہ ملک میں کتنا زرمبادلہ آتا ہے۔ جتنا

زیادہ زرمبادلہ ملک میں آئے گا اتنا ہی اثاثوں میں اس کا حصہ زیادہ ہوگا۔

یہ اثاثے ہیں جو کہ اثاثوں کا اکثر حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر وصولیاں بھی مرکزی بینک کو حاصل

ہوتی ہیں۔ ان اثاثوں کے بعد ہم اب اس کی ذمہ داریوں کو جائزہ لیں گے۔

مرکزی بینک کی ذمہ داریاں (Liabilities)

مرکزی بینک اپنے اثاثوں کی بنیاد پر جو ذمہ داریاں پیدا کرتا ہے اس میں سب سے زیادہ جو ذمہ

داری ہے وہ کرنی اور نوٹس ہیں اور کسی بھی ملک میں اس کا حصہ 70 فیصد سے 80 فیصد ہوتا ہے۔ اس کے

بعد دیگر مالیاتی اداروں کے محفوظات ہوتے ہیں جو کہ وہ لازمی طور پر اسکے پاس رکھتے ہیں۔ یہ محفوظات

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

مالیاتی اداروں کے اثاثے ہوتے ہیں جو کہ مرکزی بینک کی ذمہ داری بن جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومتی تمسکات جو کہ میعاد پوری کرنے کے بعد اس کے پاس مالیاتی اداروں سے آتے ہیں۔ اس میں روپو (REPO) معابرے کے تحت خریدے گئے تمسکات بھی ہوتے ہیں۔

یہ تو مرکزی بینک کے اثاثوں اور ذمہ داریوں کی تفصیل تھی اب ہم دیکھیں گے کہ مرکزی بینک کیا فرائض اور خدمات انجام دیتا ہے۔

مرکزی بینک کی بلیننس شیٹ		جدول 1-6
Assts اثاثے	Liabilities ذمہ داریاں	
1- حکومتی تمسکات		کرنی اور نوٹس
2- قرضے کی ادائیگی	دیگر مالیاتی اداروں سے حاصل شدہ درکار محفوظات	
3- سونے کے ذخائر اور سرٹیفیکیٹ		جمع شدہ حکومتی تمسکات
SDR سرٹیفیکیٹ 4		دیگر
5- زرمبادلہ کے ذخائر		سرمایہ
دیگر		
کل اثاثے		کل ذمہ داریاں

مرکزی بینک کی خدمات اور فرائض (Functions of Central Bank)

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

یہاں ہم مرکزی بینک کی خدمات اور فرائض کا تفصیلی جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ یہ فرائض اور خدمات کن بنیادوں پر انجام دیتا ہے۔

تخلیق زر:

تخلیق زر جس کی اصل ذمہ داری مرکزی بینک کی ہوتی ہے وہ اس کی تخلیق دراصل اپنی بیلینس شیٹ کی مدد سے کرتا ہے۔ جیسا کہ جدول 6-1 میں دیا گیا ہے کہ وہ کرنی کی تخلیق اپنے اٹاؤں کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اس میں سے حکومتی تمکات، سونے کے ذخائر اور زر مبادلہ کے ذخائر کی بنیاد پر دنیا بھر میں زیادہ تر کرنی تخلیق کی جاتی ہے۔ مرکزی بینک کن بنیادوں پر تخلیق زر کرتا ہے اس کے کیے ہم مرکزی بینک کی بیلنس شیٹ دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ جدول 6-1 میں دیا گیا ہے کہ مرکزی بینک تخلیق زر اپنے اٹاؤں کی بنیاد پر کرتا ہے۔ دنیا کے جدید ممالک کو دیکھیں جیسے برطانیہ امریکہ وغیرہ (Rawbothen 1997)

(Annual report Various) پاکستان (Miller 1993) ان ممالک کے اٹاؤں کا زیادہ تر حصہ تمکات اور زر مبادلہ پر مبنی ہوتا ہے۔ مائل رو بو تم (Rowbotham 1997) تفصیل سے لکھتا ہے کہ موجودہ دور میں کس طرح زر تخلیق کیا جاتا ہے۔ اس زر کے پیچے اندر وہ قرضے ہی ہوتے ہیں وہ کہتا ہے کہ تمکات جو کہ کاغذ کے ٹکڑے ہیں یہ حکومت جاری کرتی ہے تاکہ اپنے بجٹ خسارے کو پورا کر سکے۔ اس کو ہم مزید تفصیل سے دیکھتے ہیں۔

بیرونی قرضے اور تخلیق زر:

تخلیق زر کے پیچے جو یرومنی قرضے پوشیدہ ہوتے ہیں اس کے عوامل اس سے مختلف ہے جو

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

کہ ان قرضوں کو دیتے وقت مقرض ملکوں کو بتائے جاتے ہیں۔ قرض دینے والے دو بڑے بین الاقوامی ادارے جنگ عظیم دوئم کے بعد بریٹن ووڈ کونفرنس (Bretton wood conference) کے نتیجے میں 1944ء میں وجود میں آئے ایک عالمی بینک اور دوسرا بین الاقوامی مالیاتی ادارہ (IMF) ان اداروں کا وجہ وجود یہ تھا کہ یہ ان ممالک کی مدد کریں جو کہ قرضوں اور زر مبادلہ کی کمی کا شکار ہوں۔ یہ ادارے بین الاقوامی قرضوں کو دراصل دیکھ بھال کرنے کے ادارے ہیں۔ ان اداروں کے بننے سے پہلے قرضے ممالک دیتے تھے خاص کر استعماری ممالک یہ قرضے اپنے استعمار کو برقرار رکھنے کے لیے قرضے فرمہ کرتے تھے 1930 کی کساد بازاری اور دوسری جنگ عظیم کے نتیجے میں ایم ممالک ایک تو قرضے دینے سے قادر ہو گئے تھے اور دوسرے جنگ کے نتیجے میں تباہ شدہ ممالک کو تعمیرات کے لیے بڑے پیانے پر قرضے درکار تھے۔ عالمی بینک تعمیرات کے لیے قرضہ فرمہ کرنے کا مجاز بنا جبکہ آئی ایم ایف زر مبادلہ کے ذخیر کی کمی کو پوری کرنے کے ادارے بنے۔ اس طرح ان دونوں ممالک نے انفرادی ممالک کی جگہ لے لی اور کوئی قرضے بھی ان اداروں کی اجازت کے بغیر نہیں دیے جاتے۔ یہ ممالک جب ہی کسی ملک کو قرضے فراہم کرتے ہیں جبکہ وہ ان کی شرائط پوری کریں۔ ان میں خاص شرائط یہ ہیں

☆ مقرض ملک اپنی تجارت کو آزاد رکھے گا اور درآمدات پر سے پابندی ختم کر دے گا۔

☆ درآمدات میں بھی کسی ہوئی امداد (Tied aid) کے تحت سنتے داموں میں امداد دینے والے ممالک کو اشیاء فروخت کرنی ہوتی ہیں۔

☆ مقرض ملک شرح مبادلہ ان اداروں کے ایما پر طے کرتے ہیں ان کا سب سے بڑا مطالبہ ان ممالک کے لیے یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی کرنی کو مسلسل ڈال رکے مقابلے میں کم (Devalued) کریں۔

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

☆ غریب مالک اپنے کمزور سیکٹر کے فروع کے لئے چھوٹ (Subsidy) فراہم کرتا ہے۔ مگر ان اداروں کی شرط یہ ہوتی ہے کہ فوراً اس چھوٹ کو ختم کر دیا جائے۔ ضرورت کی اشیاء پر خاص کر یوپلیٹ پر زیادہ سے زیادہ ٹکس عائد کیا جائے۔ تاکہ یہ مالک اپنے بجٹ کا زیادہ حصہ سود کی ادیگی پر خرچ کر سکیں۔

☆ اس کے علاوہ موجودہ دور میں "پرگرام امداد" (Programme aid) اور اسٹرکچرل ایڈجیسٹ مینٹ (Structural adjustment) کے تحت ان ممالک کو مکمل طور پر مغربی طرز کی ترقی (Development) کا پابند کیا جاتا ہے۔

☆ مقروظ ملک معاشری پالیسی میں ان اداروں کے پابند ہوں گے۔

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

جدول 1-7

برطانیہ میں ترسیل زر کی تفصیل

سال سکے اور نوٹس (Mo) بلین پونڈ کل قرض (M4) مقدار زر (M4) leding

بلین پونڈ بلین پونڈ component) (Reserve money)

21%	14.1	9.0	3.0	1963	

12%	87	72	10.5	1979	
-----	----	----	------	------	--

10.5%	116	101	12.1	1981	
-------	-----	-----	------	------	--

7.9%	161	151	12.8	1983	
------	-----	-----	------	------	--

6.8%	205	209	14.1	1985	
------	-----	-----	------	------	--

5.8%	269	291	15.5	1987	
------	-----	-----	------	------	--

	372	438	17.2	1989	
--	-----	-----	------	------	--

4.6%					
------	--	--	--	--	--

3.8%	485	586	18.6	1991	
------	-----	-----	------	------	--

3.8%	525	625	20.0	1993	
------	-----	-----	------	------	--

3.8%	585	679	22.4	1995	
------	-----	-----	------	------	--

3.6%	680	780	25.0	1997	
------	-----	-----	------	------	--

source: Bank of Englind Statistical Realeases (Several)

ان پالیسیوں اور ان قرضوں کے نتیجے میں زر کی تخلیق میں جواہرات پڑتے ہیں ان کا اب ہم جائزہ

لیتے ہیں۔ ان ادراروں کی امداد دینے کا مقصد یہ تھا کہ ان ممالک کی قرض کی ضرورت اس طرح پوری کی

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

جائے کہ یہ ممالک اپنے پیروں پر کھڑے ہو کرنہ صرف قرضے والے کردیں بلکہ اپنی برآمدات کو بڑھا کر زر مبادلہ کی کمی کو پورا کر سکیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا کہ ان کی شرائط ان کی بیان کردہ مقاصد سے بالکل مختلف ہیں۔ ان قرضوں کے نتیجے میں غریب ممالک خود کفیل ہونے کے بجائے اس نئے استعمار کے ایجنت اداروں کے مکحوم ہو جاتے ہیں۔ ان ممالک کی زری پالیسی ان کے تابع ہو جاتی ہے اور زر کی تخلیق میں ان کے قرضوں کا حصہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ اگر فرض کریں کہ پاکستان کو سن 2000ء میں تجارتی خسارہ چار بلین ڈالر کا تھا یہ کی وہ اس طرح پورا کرے گا کہ اس کے پاس موجود زر مبادلہ سے ان چار بلین ڈالر کی ادائیگی کر دیں۔ مگر مسلسل زر مبادلہ کی کمی سے ملک کو چند سالوں میں دیوالیہ کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ غریب ممالک اس قابل نہ ہوں گے کہ یہ امیر ممالک کو سنتی اشیاء فروخت کر سکیں۔ اس لیے فوراً آئی ایم ایف حرکت میں آتا ہے اور وہ پاکستان کو چار بلین ڈالر کا قرضہ فرہم کرتا ہے۔ یہ 4 بلین ڈالر ایک نئی کرنی کی صورت میں پاکستان کو دیے جاتے ہیں اسکو ایس ڈی آر (SDR) کہتے ہیں ایک ایس ڈی آر کی

مالیت کیا ہوتی ہے؟ ایس ڈی آر کی مالیت ہر دور میں مختلف رہی 1971 میں اسکی مالیت 1 ڈالر کے برابر تھی 1981 میں اسکو کرنی کی باسکٹ (Basket of currency) سے منسلک کر دیا گیا یہ یا ایس ڈالر کا 42 فیصد فریج فریک، جاپانی ی恩 اور یو کے اسٹرلینگ کا 13 فیصد وزن کا تھا (Robert 1996)۔

ایس ڈی آر اصل رکن ممالک کی محفوظات پر بنی کرنی کی ہوتی ہے۔ اب اسکا جو بھی وزن ہو اس کرنی کی مد میں پاکستان کو اتنا قرض ملے گا۔ وہ قرض اس طرح ملے گا کہ اتنی مالیت کی کرنی پاکستان کے زر مبادلہ کا حصہ بن جاتی ہے اور اس کی مدد سے مرکزی بینک اتنی مالیت کے زر کو تخلیق کرتا ہے۔ اگر اس دور میں 1 ڈالر 50 روپے کر برابر ہو تو 20 بلین ایس ڈی آر کی کرنی تخلیق ہو گی۔ اس کرنی کی تخلیق کے پیچھے دیگر ممالک کے قرضے ہی شامل ہوں گے۔ بریلن ووڈ سسٹم اور کینزیں یں نظام کی ناکامی کے بعد دنیا بھر کے ممالک میں ایس ڈی آر اور سونے کے ذخائر کا حصہ کم ہوتا جا رہا ہے جیسا کہ جدول میں دیا گیا ہے۔ مرکزی بینک میں دنیا کے کسی

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

بھی ملک کی ذمہ داریوں میں زیادہ حصہ ملکی قرضوں کا اور غیر ملکی زخاڑا کا ہوتا ہے۔

بیرونی قرضے چاہے وہ پیرس کلب سے ہوں یا لندن کلب سے ہوں وہ زرِ مبادله کا حصہ بن کر اتنی مقدار میں زر کو تخلیق کرتے ہیں۔ مگر یہ تخلیق زر مشروط ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ان مقرضوں ممالک کی پالیسی میں خود مختاری قائم نہیں رہتی۔ جن مقاصد کے لیے قرضے دیے جاتے ہیں وہ مقاصد تو پورے نہیں ہوتے اس طرح یہ ممالک مزید قرضوں کے چੱگل میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ایس ڈی آر کا حصہ زرِ مبادله کے زخاڑے میں کم ہوتا جا رہا ہے۔ بہر کیف یہ قرضے زر کی تشکیل کرتے ہیں۔

سو نے کے ذخائر اور تخلیقِ زر:

سو نے کے ذخائر سے تخلیقِ زر جیسا کہ جدول 1.7 میں دیا گیا ہے 1965 کے بعد سے بہت تیزی

سے کم ہو رہا ہے۔ سو نے کا معیارِ کامل طور پر سرمایہ دار نہ ممالک میں رو ب عمل رہا اس کا دورانیہ 1880 سے 1914 پہلی جنگ عظیم کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور دوبارہ 1925 سے 1931 تک رہا۔ جنگ عظیمِ دوئم کے بعد بریٹن ووڈ سسٹم (Bretton wood system) یا آئی ایم ایف سسٹم کا فرما رہا جس میں سو نے کی جگہ جو بین الاقوامی کرنی متعارف کرائی گئی اس کا نام ایس ڈی آر (SDR) تھا یہ دور 1946 سے 1973 کے لگ بھگ جاری رہا۔ اس کے بعد سے آج تک کا دور بریٹن ووڈ سسٹم ناکام ہونے کے بعد کا نیوکلاسیکل دور ہے۔ جس میں کرنی کی پیچھے نہ ہی سو نا ہے اور نہ ہی اور بین الاقوامی اعتبار اس دور میں مالیاتی نظام جیسا کہ نیوکلاسیکل ماؤل میں دیکھا کہ وہ آزاد ہوتا ہے اس طرح اس دور میں زر بھی آزاد ہو گا اس کے پیچھے کوئی اعتبار نہیں ہوتا مساوائے قرضے کے وہ بھی ملکی قرضہ۔ جیسا کہ جدول 1-7 میں دیکھا ہے کہ 1970 کے بعد سے ایس ڈی آر اور سو نے کے ذخائر کیساں رہے اس لیے محفوظات میں ان کا

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

حصہ گرتا جا رہا ہے۔ سونے کے ذخیرہ جن کی بنیاد پر مکمل کرنی کی تخلیق ہوتی تھی یہ دور سونے کی بولین (Gold Bullion) 1819-21 دور کھلاتا ہے۔ 1880 کے بعد زیادہ تر صنعتی ممالک میں بھی قائم ہو گیا۔ یہ نظام لگ بھگ 35 سال تک جاری رہا اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اس میں تعطل آیا۔ سونے کے اس معیار کا 35 سالوں تک قائم رہنے کی وجہ جو کہ آر گے (Argy 1981) دیتا ہے کہ برطانیہ کی مضبوط معيشت اور اسکی کرنی کا مضبوط ہونا ہے۔ اس دوران برطانیہ کو ہر سال جاری کھاتوں میں زیادتی (Surplus) حاصل ہوتا ہے۔ سونے کا معیار قائم رہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ فینیشل مارکیٹ (financial market) اتنی مستحکم نہ تھی، مرکزی بینک پر برطانوی استعمار کی گرفت مضبوط تھی اور قرضوں کا لین دین کم تھا۔ خود برطانیہ کی معيشت کو خسارہ کا سامنا نہ تھا جس کی وجہ سے اسکونہ ہی اندر ورنی قرضوں کی ضرورت تھی اور نہ ہی بیرونی قرضوں کا بوجھ تھا۔ سرمایہ داری کے ابتدائی دور میں کاغذی کرنی کو سونے سے مکمل طور پر منسلک کر دیا گیا۔ بعد کے دور میں خاص کر پہلی جنگ عظیم کے بعد جب برطانیہ کی معيشت میں کمزوری آئی، تجارت میں خسارہ ہوا، فینیشل خدمات لندن سے

نیویارک منتقل ہو گئی، سونے کے ذخیرہ برطانیہ میں کم ہو گئے اور فرانس میں بڑھ گئے۔ اس کے علاوہ پہلی جنگ عظیم کے بعد سرمایہ داری کی ساخت تبدیل ہو گئی یورپ میں بروزگاری بڑھ گئی، اجرتیں اور قیمتیں غیر متبدل (Rigid) ہو گئیں۔ اس لیے یہ سمجھا جانے لگا کہ سونے کا معیار قیمتیوں اور اجرتوں پر اثر انداز ہونے کے بجائے روزگار پر اثر انداز ہو گا۔ جیسا کہ کینزین معيشت میں دیکھا کہ وہ بھی اس بات کا حامی تھا کہ زر غیر جانبدار ہے اور اس کی تبدیلی سے پیداوار اور بروزگاری پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مالی نظام میں تبدیلی آگئی اور 1925 کے بعد تخمینہ گوئی (Speculation) کا رہ جان بڑھ گیا اور محفوظات میں شرح مبادلہ کا حصہ بڑھ گیا۔ 1930 کی کساد بازاری نے تو یورپ کی اقتصادی قوت کو کمزور کر دیا۔ برطانیہ کا استعماری رعب ختم ہونے سے اس کی بیرونی انویسٹمنٹ کم ہو گئی۔ اسٹریلیا اور جرمنی میں بینکوں کے بحران (crisis) نے حالات اور خراب کر دیے ہی تھے کہ برطانیہ اور اس

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

کے بعد امریکہ اور پورے یورپ نے سونے کے معیار سے برآت کا اعلان کر دیا اور 1930 کے بعد اس دور کا اختتام ہوا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد سونے کے معیار کا مکمل خاتمه برطانیہ کی معيشت کے زوال کے ساتھ ہوا۔ اس دور کے بعد امریکہ کے عروج کا دور شروع ہوا اور بریٹن وڈ کافرنس کے نتیجے میں دنیا بھر میں کرنیساں سونے سے آزاد ہو کر زر مبادلہ کے ذخیرے سے مسلک ہو گئیں۔ زرے مبادلہ میں جس قدر نے سونے کی جگہ لی وہ اس ملک کی کرنی تھی جو سب سے زیادہ مستحکم اور سرمایہ داری کی محافظ ریاست تھی یعنی امریکہ کی کرنی ڈالر۔ ڈالر کے معیار کو ہی سونے کی جگہ معیار تصور کیا گیا۔ مگر اس ڈالر کے پیچھے سونے کو ہی 1960 کی دھائی تک معیار تصور کیا گیا۔ امریکہ جس میں پوری دنیا کے سونے کے ذخیرے کا 60 فیصد ذخیرہ تھا۔ 1946 سے 1949 تک امریکہ کو تجارت میں اور توازن ادایگی میں اضافہ (surplus) حاصل رہا اس کے بعد اس کے توازن ادایگی میں خسارہ، اور سونے کے ذخیرے میں کمی دیکھنے میں آئی جیسا کہ جدول 9-1 میں دیا گیا ہے کہ امریکہ کے ذخیرہ کم ہونے کے باوجود اسکی کرنی میں استحکام رہا۔ اسی کی ہی کرنی بین الاقوامی کرنی کے طور پر راجح رہی۔ 1958 تک اس امریکہ کے سونے کے ذخیرے میں کمی آنی شروع ہوئی مگر پھر بھی اس وقت تک اس کے پاس اتنے ذخیرے تھے کہ وہ ڈالر کے بدلتے میں سونے سے تبادلہ کر سکتا تھا۔ 1960 کی دھائی میں امریکی معيشت میں کساد بازاری رہی اور اس کے خسارے میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ جس کی وجہ ہوئی کہ سونے کے ذخیرے میں کمی آنے لگی۔ ڈالر اور سونے کا تعلق کمزور پڑنے لگا۔ اس کے علاوہ یورپی مملک کی معيشت میں استحکام آنے لگا اور یوائیس کے مقابلہ میں یورپ کی اجتماعیت قائم ہونے لگی اور 1957 میں روم کا سمجھوتہ (Treaty of Rome) طے پایا۔ اس دور میں آئی ایم ایف نے اپنی گرفت کچھ مضبوط کرنی شروع کر دی اور اس بات پر بات ہونے لگی کہ ڈالر کی جگہ کسی اور بین الاقوامی کرنی کا اجراء کیا جائے۔ 1967 میں محفوظات کو مستحکم کرنے کے لیے ایک

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

نے میں الاقوامی محفوظات کو متعارف کر دیا گیا جس کا نام ایس ڈی آر (SDR)۔ ایس ڈی آر (SDR) کیا ہے؟ یہ محفوظات ہے جس کے پچھے کوئی چیز نہیں ہے۔ بس یہ آئی ایم ایف (IMF) کھاتے میں موجود نمبرز کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔

1973 میں کل ذخیر 152.2 بلین میں ایس ڈی آر 8.8 بلین رہے اس کے بعد کل ذخیر کا جم بڑھتا رہا مگر ایس ڈی آر کا جم لگ بھگ اتنا ہی رہا۔ ایس ڈی آر کی ناکامی کے بعد سے برٹن ووڈ سسٹم کا خاتمه ہوا۔ اسی دوران ڈالر کا مسئلہ اور پیچیدہ ہو گیا اور مئی 1971 میں ڈالر اس قابل نہ رہا کہ وہ ڈالر کے بد لے سونے کی ادائیگی کر سکے۔ اس لیے اس دور میں امریکہ نے سونے سے تبادلہ مکمل ختم کر دیا اور اسی کے ساتھ زرِ مبادلہ کے ذخیر میں ڈالر کے علاوہ دیگر کرنی کی باسکٹ (Basket of currencies) کو بھی شامل کر دیا گیا۔ اس دور کے بعد کرنی پر سے ہر قسم کے معیاریات کا خاتمه ہو گیا اور کرنی کے پچھے صرف قرضے ہی ہو گئے جس کی تفصیل یوں ہے۔

اندرونی قرضے اور تخلیق زر:

حکومت اپنے بجٹ خسارے کو پورا کرنے کے لیے اندرونی قرضہ لیتی ہے۔ یہ قرضہ وہ مرکزی بینک کی وساطت سے بھی لیتی ہے اس عمل کو کھلی مارکیٹ میں تمسکات کی خرید و فروخت (OMO) کہتے ہیں۔ یہ قرضے جب حکومت لیتی ہے تو وہ اس کے عوض تمسکات کی خرید و فروخت کرتی ہے۔ جب مرکزی بینک تمسکات کو فروخت کرتی ہے تو اتنے مقدار کے اثاثے مرکزی بینک کی بیلننس شیٹ میں آجائیں گے۔ ان اثاثوں کے عوض وہ اتنے مقدار کا زر تخلیق کر دے گا۔ اگر فرض کریں سن 2005ء میں پاکستان کو 100 بلین روپے قرضے کے طور پر چاہئے تھے۔ جو کہ وہ اتنی مالیت تمسکات کو چھاپ کر پورا کرے گا۔ یہ 100 بلین حکومت عوام

سے قرض کے طور پر لے گی اس طرح یہ 100 بلین روپے کی مقرض کرنی ترسیل کی جائے گی اور مرکزی بینک اندرونی قرضے کے ذریعہ بھی کرنی کا اجراء کرے گا۔ اس سودی قرضے کے ذریعہ وہ ہی ہوتا ہے جو کہ بیرونی قرضے میں ہم نے دیکھا ہے کہ اس کا سلسلہ ایک دفعہ شروع ہو جائے تو پھر بند نہیں ہوتا۔ اگر ہم دیگر مغربی مملک کی مثال دیکھیں تو 1960 میں برطانیہ کا ملکی قرضہ 26 بلین پونڈ تھا، جو کہ 1980 میں بڑھ کر 90 بلین پونڈ ہو گیا اور 1995 میں یہ 380 بلین پونڈ ہو گیا، اگلے میں پچیس سالوں میں ٹریلیون پونڈ تک پہنچ جائے گا۔ اگر امریکی ملکی قرضے کا جائزہ لیں تو 1960 میں یہ 240 بلین ڈالر، 1997 میں 5000 بلین ڈالر اور 1997 میں 5 ٹریلیون ڈالر تک ہو گیا ہے اور اس میں ہر سال کئی گناہ اضافہ ہی متوقع ہے (Robert 1997)۔ ان ترقی یافتہ مملک کی معاشری صورتحال یہ ہے کہ ان کا ملکی قرضہ بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور یہ بڑھتا ہی رہے گا اس کی وجہ سرمایہ دار نہ عقلیت ہے۔ ان مقرض ممالک کا قرضہ اس لیے بڑھتا ہے کہ برطانیہ جس کا بجٹ خسارہ 1997 میں 10 بلین پونڈ تھا اس کو اس قرضے کو پورا کرنے کے لیے وہ یا تو ٹیکس لگائے گا یا پھر اپنے اخراجات میں کمی کرے گا مگر ان دونوں کے معاشری نقصانات بہت ہیں۔ جس کا متحمل برطانیہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے یہ ہی بہتر ہے کہ وہ اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے مزید اندرونی قرضے لے۔ اس لیے اس سال کے 10 بلین کے قرضے اور پچھلے سالوں کی ہندیاں، کفالتیں اور دیگر تمسکات جو کہ اس سال قابل ادائیگی ہو گئی ہیں ان کی ادائیگی اور ان پر سود کی ادائیگی یہ سب کچھ کہاں سے آئے گا۔ بینک نے یہ رقم حکومت کو دی حکومت نے یہ رقم کسی منافع بخش کام میں تو نہیں لگائی اس لیے اس رقم کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے چاہے وہ امیر ملک ہو کہ غریب ملک ہو وہ اس سرمایہ دار نہ نظام میں قرضوں پر ہی اکتفا کرے گا اور زیادہ قرضہ اندرونی ہی ہو گا کہ اس کا حصول ایک تو آسان ہوتا ہے دوسرا بیرونی قرضے کی بہت کسی بھی شرائط سے پاک بھی ہوتا ہے۔ حکومت جو قرضہ لے گی اتنی کرنی ہر سال مرکزی بینک اجراء کرے گا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا کہ یہ قرضہ بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اس لیے اس کا حصہ کرنی کی تخلیق میں بڑھتا ہی رہے گا۔ جیسا کہ جدول 7-1 میں دیا گیا ہے کہ قرضوں کا حصہ کرنی کے اجراء میں 96.4% نیصد ہے۔ 1997 میں 680 بلین پونڈ کی کرنی تخلیق کی گئی اسی سال اندرونی قرضہ 380 بلین پونڈ

گا۔ بینک نے یہ رقم حکومت کو دی حکومت نے یہ رقم کسی منافع بخش کام میں تو نہیں لگائی اس لیے اس رقم کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے چاہے وہ امیر ملک ہو وہ اس سرمایہ دار نہ نظام میں قرضوں پر ہی اکتفا کرے گا اور زیادہ قرضہ اندرونی ہی ہو گا کہ اس کا حصول ایک تو آسان ہوتا ہے دوسرا بیرونی قرضے کی بہت کسی بھی شرائط سے پاک بھی ہوتا ہے۔ حکومت جو قرضہ لے گی اتنی کرنی ہر سال مرکزی بینک اجراء کرے گا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا کہ یہ قرضہ بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اس لیے اس کا حصہ کرنی کی تخلیق میں بڑھتا ہی رہے گا۔ جیسا کہ جدول 7-1 میں دیا گیا ہے کہ قرضوں کا حصہ کرنی کے اجراء میں 96.4% نیصد ہے۔ 1997 میں 680 بلین پونڈ کی کرنی تخلیق کی گئی اسی سال اندرونی قرضہ 380 بلین پونڈ

نابِ دوئم سرمایی داروں کا ارتقا و نظریات

ہے اس طرح کرنی میں اندر فنی قرضے کا حصہ 56 فیصد ہے۔ پاکستان میں 1997ء میں اندر فنی قرضے کا حصہ 75 فیصد ہے (Heidegger 1977ء)۔ یہ وجہ ہے جس کے سبب کرنی کے اجراء میں اندر فنی قرضوں کا حصہ بڑھ رہا ہے۔

اندرونی قرضوں کے ذریعہ جب بھی کرنی تخلیق کی جاتی ہے تو اسکا کچھ حصہ تخلیق زر کرتا ہے یعنی نئی کرنی تخلیق کرتا ہے یا پھر پرانی کرنی کی گردش میں اضافہ کرتا ہے۔ تخلیق زر اور ترسیل زر میں فرق یہ ہے کہ اگر مقامی قرضہ کو پینشن (Pension Insurance Company)، یا نجی فر (Private person) خریدیں تو پہلے سے موجود اثاثے گردش میں آجائیں گے اور زر کی ترسیل میں اضافہ ہوگا۔ اگر اس کے برخلاف مقامی قرض بینک یا دیگر مالی ادارے خریدیں تو نئے زر کی تخلیق ہوگی۔ مرکزی بینک دو طرح سے زر کی تخلیق کرتا ہے ایک اول الذکر طریقے میں بینک پہلے سے موجود اثاثوں کی مدد سے زر کو تخلیق کرتا ہے یعنی وہ دراصل زر کی ترسیل کرتا ہے اور یہ کام وہ اسی طرح کرتا ہے جیسا کہ کمرشل بینک پہلے سے موجود کھاتوں کی مدد سے تخلیق زر کرتا ہے۔ اس کے برخلاف کمرشل بینک کی تمسکات کو فروخت کے نتیجے میں نئی کرنی تخلیق ہوتی ہے۔ تمسکات جب دیگر کمرشل بینک خریدتے ہیں تو اس کے نتیجے جو ادائیگی یہ بینک کرتے ہیں وہ چیک کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں کسی بھی کھاتے دار کے کھاتے میں کوئی کمی نہیں ہوتی یعنی اس کی قرض دینے کی صلاحیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ یہ ادائیگیاں جب مرکزی بینک کے اثاثوں میں آجاتے ہیں یہاں سے وہ حکومت کو اخراجات کے لیے ادائیگی کر دیتا ہے۔ حکومت جب اس سے ادائیگیاں کرتی ہے تو یہ رقم پھر واپس بینکوں میں آجاتا ہے۔ بینک ان کھاتوں کی بنیاد پر مزید قرضے دے کر مزید کرنی تخلیق کر سکتا ہے۔ مرکزی بینک بینکوں اور دیگر مالی اداروں کو قرضے دے کر براہ راست زر کو تخلیق کرتا ہے۔ جبکہ کمرشل بینک اور دیگر مالی ادارے بلا واسطہ زر تخلیق کرتے ہیں۔ جتنا زیادہ مالی نظام مستحکم ہوگا اور ادائیگیوں کے لیے بینک کو واسطے کے طور پر استعمال کیا جائے گا اتنا ہی کمرشل بینک زیادہ زر تخلیق کرے

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

گا۔ وہ ممالک جن کا مالی نظام زیادہ مستحکم نہیں ہوتا وہاں پر زر کی تخلیق کا زیادہ حصہ مرکزی بینک کے سر ہوتا ہے ان ممالک میں M1/M4 کا تناسب زیادہ ہوگا اس کے برخلاف ان ممالک کا جہاں مالی نظام بہت مستحکم ہو وہاں M1/M4 کا تناسب کم ہوگا۔ جیسا کہ جدول 7-1 میں دیا گیا ہے کہ 1963 برطانیہ میں کل تخلیق زر میں کرنی اور سکوں کا حصہ 21 فیصد تھا اور صرف تیس سالوں کے عرصے میں اس کا حصہ 4 فیصد سے بھی کم ہو گیا ہے اور مسلسل کم ہو رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زر کی ترسیل جو کہ مارکیٹ میں پائی جاتی ہے اس میں کرنی اور نوٹوں کی صورت میں صرف 3 سے 4 فیصد زر ہوتا ہے اور بینکوں اور کمپنیوں کے اکاؤنٹس میں اعداد کی صورت میں 90 فیصد سے زائد کرنی ہوتی ہے۔ یہ حال صرف برطانیہ کا

نہیں ہے بلکہ ہر سرمایہ دارانہ ملک کا حال یہ ہی ہے۔ 90 فیصد سے زائد زر صرف مالی اداروں کے کمپوٹر میں موجود ہے۔ اور یہ زر وہ جتنا چاہیں بڑھا سکتے ہیں۔ یہ تو تخلیق زر کا طریقہ کاراب ہم مرکزی بینک کے دیگر خدمات اور وظائف کا جائزہ لیں گے۔

1۔ حکومتی بینک:

مرکزی بینک کا ایک اور اہم وظیفہ یہ ہے کہ وہ حکومت کا مشیر ہوتا ہے۔ حکومت جب بھی زر پالیسی کو چلاتی ہے تو اس میں کلیدی کردار مرکزی بینک ہی ادا کرتا ہے۔ اس بات کو ہم مفصل طور پر زری پالیسی کے باب میں ملا خلطہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بجٹ کے خسارہ کو پورا کرنے کیلئے بھی حکومت ٹریشی بل اور بوئڈ کا اجراء کرتا ہے جو کہ مرکزی بینک کی وساطت سے ہی عمل پذیر ہوتا ہے۔ اس طرح حکومت کیلئے مرکزی بینک ایک ایجنت کا کردار ادا کرتا ہے۔ مرکزی بینک اس سرمایہ دارانہ نظام میں وہ بینک ہے جو کہ زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کیلئے کام نہیں کرتا اس لئے یہ ایسے افعال حکومت کیلئے انجام دیتا ہے جو کوئی دوسرا ادارہ

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

ادانیں کر سکتا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ مرکزی بینک حکومت کا آلہ کار ہو۔ نہ صرف زری پالیسی کا اجراء کرتا ہے بلکہ حکومت کے ایسا پر زر کی تحقیق بھی کرتا ہے۔ جس کو ہم تفصیل سے آگے دیکھیں گے۔ اس کے علاوہ ملکی کرنی کا دیگر ممالک کی کرنیوں سے شرح مبادلہ بھی طے کرتا ہے۔ زر مبادلہ کے ذخیرہ بھی مرکزی بینک کے ذریعہ ہی وصول کیے جاتے ہیں۔ اور یہیں سے ہی زر مبادلہ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ مرکزی بینک کے کردار میں تبدیلی وقت اور نظریات کی تبدیلی کے ساتھ آتی رہتی ہے۔ آزاد معیشت کے دور میں جب مرکزی بینک کی آزادی کی بات ہوتی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملکی مرکزی بینک اپنے ملک کے مفادات سے بالا ہو کر کس طرح زر پالیسی بنائے گا۔ ظاہری سی بات ہے وہ ملکی سطح سے اٹھ کر عالمی سطح پر کسی عالمی ریاست کا تابع ہو گا یا عالمی مالی اداروں کا تابع ہو گا۔ اسی لیے اسکے تابع ہو کر ملک کے مالی نظام کو چلانے گا۔

2۔ بینکوں کا بینک:

کھاتہ دار بینکوں اور مرکزی بینک کے درمیان ایک تعلق پایا جاتا ہے۔ کھاتہ دار بینک اپنے منافع کے زیادہ سے زیادہ حصول کیلئے اس بات پر کوشش ہوتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ قرضہ دیں زیادہ سے زیادہ سود لیں۔ اس کے علاوہ یہ بینک آپس میں مسلک بھی ہوتے ہیں کہ ایک بینک سے جاری کردہ چیک دوسرے بینک میں قابل قبول ہوتا ہے کہ نہیں۔ ایک بینک دوسرے بینک سے اپنے فنڈ میں کمی کو پورا کرنے کیے لیے قرضہ لیتا ہے اور زائد فنڈ کو دوسرے بینکوں کو بطور قرضہ فراہم کرتا ہے۔ ایک شخص جو اپنی جمع پونچی ایک بینک میں جمع کرواتا ہے اس بات کی ضمانت چاہتا ہے اس کو اس کی رقم وقت ضرورت حاصل ہو جائے۔ اس لئے باہم

بینکوں کے نظام کو مر بو طرکھنے کیلئے کھاتہ داروں کا اعتماد بحال رکھنے کیلئے، حکومتی زری پالیسی کے احیاء کیلئے ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہے جو کہ وہ بینکوں کو صحیح خطوط پر رواں رکھے ان میں کمی ہونے والے فنڈ کو پورا کرے۔ جس طرح بغیر حکومت کے معیشت نہیں چل سکتی اسی طرح بغیر مرکزی بینک کے دیگر بینک نہیں چل سکتے۔ مرکزی بینک دیگر بینکوں کیلئے جو ذمہ داری ادا کرتا ہے اس میں سب سے اہم فریضہ ان بینکوں کی مصیبت

میں مدد کرنا (Lander of the Last Resort) ہے۔ بحثیت (Lander of the Last Resort) کے مرکزی بینک کی اہمیت کو اس مثال سے دیکھ سکتے ہیں کہ اگر فرض کریں بینک A نے بینک B کو 10 بجے تک ادائیگی کرنے کا وعدہ کیا۔ اس وعدے کے بل بوتے پر بینک B نے بینک C کو 30:10 پر فنڈ دینے کا وعدہ کیا اور بینک C نے بینک D کو 00:11 بجے کا وعدہ کیا۔ مگر اگر کسی وجہ سے A نے اپنے وعدہ پورا نہیں کیا اور وہ B کو 30:10 بجے تک نہ دے سکا تو C اور D کو بھی ادائیگیاں نہیں کر سکیں گے۔ اس طرح ایک بینک کی ادائیگی میں بے ضابطگیوں کی وجہ سے دیگر بینک بھی متاثر ہوئے اور پورا سسٹم اس کے ذریعہ متاثر ہوا۔ اس لئے اس دشواری کے مادوے کیلئے ضروری ہے کہ ایک مرکزی بینک ہو جو کہ اس صورتحال میں بینک A کی جگہ ضمانت دے اور اگر بینک A ادائیگی سے قاصر ہو تو وہ اس کے رکھے ہوئے فنڈ سے ادائیگی کر دے یا بینک A کو قرضہ دے دے تاکہ وہ بینک B کو بروقت ادائیگی کر سکے۔ اس طرح مرکزی بینک کسی بھی بینک کو مصیبت کے وقت قرضہ کی صورت میں مدد باہم پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ مرکزی بینک کے پاس کھاتہ دار بینکوں کے کھاتہ ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ ان کی مدد بھی کرتا ہے۔ یہ مدد زیادہ تر قلیل مدت کیلئے ہوتی ہے اور کسی جزو قومی مسئلہ کے حل کیلئے ہوتی ہے۔ کسی بڑے مسئلہ اور تو اتر کے ساتھ مرکزی بینک، ڈسکاؤنٹ ریٹ پر کھاتہ دار بینکوں کو قرضہ بھی فراہم کرتا ہے۔

آج کے جدید دور میں بھی زیادہ تر خرید و فروخت کرنی کی صورت میں ہی ہوتی ہے مگر چیک کی صورت میں ادائیگیوں کا رجحان بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ چیک جب ایک دکاندار کو کوئی گاہک لکھ کر دیتا ہے تو دکان دار اس چیک کو لینے میں پس و پیش سے کام لیتا ہے کہ کہیں یہ چیک Bounce نہ ہو جائے۔ اگر وہ آپ کا جانے والا ہوتا ہے تو اس چیک کو قبول کر لیتا ہے۔ ملازم اپنی تنخواہ زیادہ تر چیکس کے ذریعہ لیتے ہیں۔ وہ یہ چیک کمپنی کے اکاؤنٹ سے نکلو اکر اپنے اکاؤنٹ میں ڈالتے ہیں اور یہاں سے چیک ایک بینک کا دوسرا بینک سے کلیسر ہوتا ہے۔ اور روزانہ ہزاروں کے قریب اسی طرح چیک کلیسر کئے جاتے ہیں۔ اس جدید دور میں جب بڑے شہروں میں ذرائع آمد و رفت و ترسیل بہت زیادہ مہیا ہیں یہ کلیسر نگ منڈوں میں ہو جاتی ہے۔ اسکے

نابِ دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

با وجود بھی آپکو ایک دو دن کے بعد بھی ادا نہیں ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ چیک ایک مرکزی ٹکنیک ہاؤس میں جاتے ہیں اور یہ مرکزی ٹکنیک ہاؤس زیادہ تر مرکزی بینک فراہم کرتا ہے اور مرکزی بینک کا یہ تعلق بینکوں سے کہ وہ ان کے آپس میں لین دین کو چیک کرتا ہے کس کے محفوظات میں اس چیک کی ادائیگی کی سکت ہے اور ایک دوسرے بینک میں اگر جیسا کہ پہلے دیکھ چکے ہیں کچھ کمی واقع ہوتا ہے تو وہ اپنے محفوظات (Reserves) سے پورا کرتا ہے۔ اس طرح آپس میں بینکوں، مرکزی بینک کے ایسا پر بغیر کسی روک و ٹوک کے کاروبار جاری رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مرکزی بینک درآمد اور برآمد میں بھی اہم کام سرانجام دیتا ہے۔ کرنی کے چھاپنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی ملکی کرنی کی دیگر کرنیوں سے مالیت کو بھی طے کرتا ہے۔ اس کو شرح مبادلہ کہتے ہیں۔ مگر وہ ممالک جہاں پر ملکی سالمیت زیادہ اہم ہوتی ہے وہاں یہ کام مرکزی بینک ہی انجام دیتے ہیں جیسا کہ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ شرح مبادلہ کے طے کرنے میں زر مبادلہ کے ذخیر اور تجارت کے رہنمائی کو دیکھتے ہوئے مرکزی بینک شرح مبادلہ طے کرتے ہیں۔

یہ مرکزی بینک کے چند اہم وظائف تھے جو وہ انجام دیتا ہے۔ اب آگے چل کر ہم نظام زر کے نظریات میں مرکزی بینک کے کردار کو تفصیل سے دیکھیں گے۔

مرکزی بینک اور کمرشل بینک میں تعلق۔

اس تعلق کو دیکھنے سے پہلے یہ سوال ذہنوں میں آتا ہے کہ دراصل زر کی ترسیل کن ہاتھوں میں ہے۔

مرکزی بینک کے ہاتھ میں ہے یا کمرشل بینکوں کے ہاتھوں میں ہے۔ کون گردش زر کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام جیسے جیسے تقویت پاتا ہے ویسے ویسے زر پر سے قابو مرکزی بینک یا حکومت کا کمزور

ناب دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

پڑتا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے کرشل بینک کے حصہ میں دیکھا کہ یہ بینک خود رکی رسڈ کو بڑھاتے اور گھٹاتے ہیں اور رکی رسڈ چونکہ مبینی ہوتی ہے زر کے ضارب پر اور رکا ضارب مبینی ہوتا ہے منافع کے زیادہ سے زیادہ حصول کے خواہاں بینکوں پر اور خواہشات کے زیادہ

سے زیادہ حصول کے خواہاں بینک پر۔ مرکزی بینک جو کہ زر کو دو طرح سے قابو میں کر سکتا ہے ایک وہ سودی قرضوں کو مہنگا کر کے جس کیلئے وہ شرح سود میں اضافہ

کر دیتا ہے۔ مگر شرح سود کرنے کی وجہ سے معاشری میدان میں چند نئی رجحانات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ اس کے نتیجہ میں انویسٹمنٹ میں کمی ہو جاتی ہے جو آگے چل کر ملازمتوں میں کمی یا اجر توں میں کمی کا پیش خیمه ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ جب مقدار رکر میں کمی واقع ہوگی تو اسکے سبب پیداوار میں بھی کمی ہوگی اور معیشت دباو کا شکار ہو جائیگی۔

۳۔ لارڈ کیزز تو اس کا قائل نہیں ہے کہ شرح سود میں اضافہ کیا جائے وہ تو سرمایہ کاری کیلئے اس کو زہر قاتل سمجھتا ہے۔

۴۔ جدید معیشت میں جب سرمایہ کاری میں آزاد معیشت غالب ہے خاص کر Post Keynesian دور میں جب رکی ترسیل پر سے ہر قسم کی پابندی کا خاتمہ ہو گیا ہے اور رکی ملکیت بھی ختم ہو چکی ہے وہ آزاد کسی بھی حکومت کا پابند نہیں ہے تو اس سرمایہ دارانہ صورتحال میں جب شرح سود کو بڑھایا جاتا ہے تو بین القوامی طور پر اس ملک پر دباو رہتا ہے کہ وہ شرح سود کو خاص حد سے نہ بڑھنے دیں۔ شرح سود کے

ناب دوئم سرمایی دارو کا ارتقا و نظریات

بڑھنے کے سبب قیتوں میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اصل شرح سود میں کمی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اس طرح شرح سود کے ذریعہ تخلیق زرکو قابو کرنے کی مرکزی بینک کی پالیسی آج کے دور میں زیادہ سود مند پالیسی کے طور پر نہیں مانی جاتی۔ دوسری زری پالیسی جو آج کے دور میں مرکزی بینک اپناتا ہے وہ کفالتوں کی کھلی منڈی میں خرید و فروخت (OMO) کی پالیسی ہے۔ آزاد معیشت میں جب مرکزی بینک کا کمرشل بینکوں پر اثر رسوخ کم پڑ جاتا ہے تو ادائیم اوکی پالیسی بھی مرکزی بینک ترسیل زرکو قابو میں رکھنے کے لیے کرتا ہے۔ یہ پالیسی بھی کافی حد تک بینکوں کی مربوں میں منت ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حکومتی کفالتوں اور

ہندپوں کے اصل خریدار ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ اس پالیسی کا ہدف بھی بینکوں کے محفوظات کو کم کر کے ان کے قرضے دینے کی صلاحیت کو کم کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بھی اسی طرح کے معاشی منفی رجحانات رکھتے ہیں جو کہ شرح سود کو بڑھانے کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں۔

جیسے جیسے آزاد معاشی مالیسی اپنائی جاتی ہے ویسے ویسے مرکزی بینک کی ترسیل زر پر سے دسترس کمزور پڑتی جاتی ہے۔ اس نیوکلاسیکل دور میں مرکزی بینک ایک کمزور ادارے کے روپ میں سامنے آ رہا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ادارے کی ملکی زری پالیسی پر اثر پزیری کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے۔ مرکزی بینک اس دور میں کیا کردار ادا کر رہا ہے؟ جو کردار وہ اس دور میں سب سے زیادہ خوبی سے ادا کر رہا ہے وہ اس کا بینکوں کو مصیبت کے وقت قرضے فرہم کرنا ہے۔ تاکہ کمرشل بینک اپنے منافع کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ قرضے کم سے کم محفوظات رکھ کر فراہم کر سکیں۔ اس صورتحال میں زری پالیسی کا اصل محرك نہ ہی مرکزی بینک ہوتا ہے اور نہ ہی کمرشل بینک ہوتا ہے اس کا اصل وہ کار پوریشن ہوتی ہیں جو کہ قرضے لیتی ہیں۔ وہ ہی دراصل طے کرتی

ہیں کہ زری پالیسی کیسی رکھی جائے۔ زری پالیسی اس دور میں بے اثر ہو کر رہ گئی ہے۔

نابِ دوئم سرمایی داری کا ارتقا و نظریات

افراط زر ہو کہ پیداوار کا بڑھانا یا پھر روزگار کی فراہمی یہ مسائل غیر حل طلب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ افراط زر کو قابو میں کرنے کے لیے جب بھی زری پالیسی وضع کی جاتی ہے۔ تو اس کے نتیجے میں زر اور قرضوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کہ۔ زر کا زیادہ حصہ دیگر مالیاتی ادارے تخلیق کرتے ہیں۔ مالیاتی اداروں پر سے ہر قسم کا قابو ختم ہو چکا ہوتا ہے اس لیے وہ ملکی پالیسوں کا بالائے طاق رکھ کر اپنے منافع کے حصول کے لیے قرضوں کو کم یا زیادہ کرتے ہیں۔ سرمایہ داری کے اس دور میں دیگر کا پوری شکن کی طرح بینک بھی ملکی نہیں رہے۔ بین الاقوامی بینک کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ معیشت میں اس کے اچھے وقت میں آتے ہیں اور جب بھی اس ملک کی معیشت زبوں حالتی کا شکار ہوتی ہے تو یہ بینک اس وقت قرضوں کی فراہمی بند کر کے اس ملک کو چھوڑ کر اس طرف حرکت کرتے ہیں جہاں سرمایہ محفوظ اور منافع زیادہ ہو۔ اس طرح اس ملک کی معیشت کو اور مشکلات میں پھنسا دیتے ہیں۔

جیسا کہ 1999 میں پانچ ایشیائی ممالک تھائی لینڈ، ملیشیا، ساؤ تھک کوریا، انڈونیشیا، فلپائن میں ہوا کہ ان مملک میں سرمایہ داری کو فروع دینے کے لیے غیر ملکی بینکوں کا جال بچھا دیا گیا جب اس دور میں ان مملک میں معیشت کساد بازاری کا شکار ہوئی تو ان مملک کے غیر ملکی بینک سرمایہ لے کر اس ملک کو چھوڑ گئے۔ جس کے سبب ان مملک کی معاشی صورتحال اور ابتر ہو گئی اور وہ اس سے سنبھل نہ سکے۔ یہ بات موجودہ بینکوں کے نظام سے عیاں ہوتی جا رہی ہے کہ اب حکومتوں اور مرکزی بینک کا زری پالیسی میں عمل دخل ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ملکی مفادات اور معاشی صورتحال کے مطابق زری پالیسی کی عمل پذیری باقی نہیں رہی۔



اس باب میں ہم سب سے پہلے اسلامی معيشت دانوں کے ان تجزیات کا جائزہ لیں گے جو انہوں نے نظریہ زر (Monetary Policy) کرشل اور مرکزی اور دیگر مالیاتی اداروں کے کردار کے متعلق پیش کئے اور آخر میں اسلامی معيشت دانوں کے درج بالا نظریات کا تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔

کرشل بینک سے متعلق اسلامی معيشت دانوں کے نظریات

اس حصہ میں ہم دیکھیں گے کہ اسلامی کرشل بینک جن کو ہم آسانی کے لئے کھاتہ دار بینک بھی کہہ سکتے ہیں ان کی بیلننس شیٹ (Balance Sheet) کس طرح ہوگی یعنی اثاثوں (Assets) اور ذمہ داریوں (Liabilities) کی نوعیت کیا ہوگی۔ اسلامی بینک دیگر کرشل بینک کی طرح چونکہ وہ ہی دو فرائض انجام دیتے ہیں یعنی اول یہ کہ مالی وسائل کو کس طرح پورا کرتے ہیں یا یوں کہیں جو کس مد میں عوام الناس اور کمپنیوں کی بچتوں کو جمع کرتے ہیں دوسرا یہ اسلامی کھاتہ دار بینک کس طرح ان وسائل کا استعمال کریں تاکہ عوام الناس کی بچتوں پر کچھ منافع بھی حاصل ہو سکے۔

اگر ہم کرشل بینک کی بیلننس شیٹ دیکھیں تو اثاثوں (Assets) اور محفوظات (Reserves) کیسے رکھتا ہے، بینکوں کے مابین کس طرح قرضوں کا تبادلہ (Inrter Bank Borrowing) کرتا ہے اور کھاتے دار بینک قرضہ اور سرمایہ کاری اپنے کاروباری فریق اور صارفین کو کس طرح فراہم کرتا ہے۔ آب دیکھنا یہ ہے کہ اسلامی بینک اثاثوں کی باہت کیا اقدام اختیار کرتی ہے اور کس

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

طرح ان اثاثوں کو پیدا کرتی ہے اسکے علاوہ ذمہ داریوں (Liabilities) یعنی کھاتہ داروں سے کن بنیادوں پر سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ اس سب کے جزء سے پہلے ہم اسلامی بینکوں کے قیام کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیتے ہیں۔

اسلامی بینکوں کے قیام کا تاریخی پس منظر:

اسلامی بینکاری کی ابتداء دراصل 1971ء الناصر سوشل بینک کے قیام کے ساتھ ہوئی۔ اسلامی جدید بینکاری کے بانیوں میں پنس افیصل کا فیصل اسلامی بینک مصر شارکیا جاتا ہے جس کی بنیاد 1979ء میں رکھی گئی۔ مگر اس سے پہلے ملیشیا اور مصر میں دو اسلامی تمویلی اداروں کا قیام عمل میں آچکا تھا، ملیشیا کا تبوگ حاجی اور مصر کا متغم۔ 1950 اور 1960 کی دھائی میں اسلامی معاشی نظام کی سوچ پیدا ہوئی۔ اور اسکو عملی جامہ پہنانے کے لیے کئی ادارے قائم کرنے کی کوشش ہوئیں، جن میں سے دو جن کے بارے میں کچھ لکھا گیا ہے وہ ملیشیا کا تبوگ حاجی اور مصر کا متغم تمویلی ادارے ہیں، (Henry 2005)، (غازی ۱۹۸۷ء)، (اصاف 1996ء)۔

اسلامی بینکاری نے جس مودل (Model) سے پریاری حاصل کی وہ مصر ایک دیہی تمویلی ادارے متغم تھا جو کہ 1963ء سے 1966ء تک قائم رہا۔ جس کے روح روای احمد النجارتھے۔ متغم بینک کا قیام کیوں عمل میں آیا تو اس بات کو سمجھنا ضروری ہے؟ اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ متغم جو کہ مصر کا ایک دورافتادہ دہی علاقہ تھا جہاں پر راسخ العقیدہ مسلمان سودی بینکاری سے کسی بھی قسم کا تعلق روانہ نہ رکھنا چاہتے تھے۔ ان راسخ العقیدہ مسلمانوں کی آمدی کا ایک معتقد بہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

حصہ فوری ضروریات پر خرچ نہیں ہوتا تھا بلکہ سماجی تقریبات اور ناگہانی آفات کا مقابلہ کرنے کے لئے منصص کردیا جاتا تھا۔ ان کی بچت زراعت اور دیگر سرمایہ کاری کے لئے معاون ثابت نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے ایسے ادارے کی ضرورت محسوس ہوئی جو آبادی کے بڑے حصے کو مذہبی اصولوں پر سرمایہ فراہم کر سکے۔ اس کی ابتداء جرمنی کے بچت بینک سے اخز کی گئی تھی۔ اور اس کا ابتدائی سرمایہ بھی جرمنی نے فراہم کیا تھا (Henry 2005) (DM 780,000)۔ یہ ادارہ عام مسلمانوں کی بچت کو حاصل کرنے میں کامیاب رہا مگر اپنی ساخت میں اسلامی کبھی نہ رہا۔ اس نے جو ساخت اختیار کی وہ تو سودی بینکوں کی طرح تھی بس اس میں اسلامی تمویلی آلات کو بطور نام استعمال کیا۔

اس بینک میں تین قسم کے کھاتہ کھولے گئے (۱) بچت کھاتے (۲) سرمایہ کاری کھاتے اور (۳) زکوٰۃ کھاتے۔ بچت کھاتوں میں کسی بھی قسم کا نفع و نقصان نہیں دیا جاتا تھا بلکہ یہ جاری کھاتوں (Current Account) کی طرح عمل کرتے تھے کہ اس میں جمع رقم کو عند الطلب نکال لینے کا اختیار تھا۔ البتہ پیلک کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اس میں موجود جمع کو چھوٹے کم مدتی، غیر سودی قرضوں میں لگا سکے۔

سرمایہ کاری کھاتوں میں نفع و نقصان کے تحت شرکت کی جاتی تھی، اس میں موجود جمع کو خاص مدت کے بعد نکالا جاتا تھا۔ اس کی مذید تفصیل آگے آئے گی۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کھاتے میں وہ رقم وصول کی جاتی تھیں جس کو زکوٰۃ کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہوا اور اداکنندہ گان غرباء اور مستحقین میں اس رقم کی تقسیم بینک کے ذریعہ کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ اس کے متعلق روپوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس بینک کا خاص تعلق مصر کے دیگر بینکوں اور مرکزی بینک سے نہ تھا بلکہ یہ اس علاقہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کے لئے مخصوص تھا۔ اس بینک کی دوسری بڑی خصوصیت یہ تھی کہ دیگر اسلامی جدید بینکوں کے برخلاف یہ کم آمد فنی اور چھوٹے قرضوں پر انحصار کرتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا قیام شہری علاقوں کے کی جگہ دہی علاقوں پر رکھا گیا تھا۔ اس بینک کا دھندگی (Recovery rate) بہت اچھا رہا اور یہ پروجیکٹ توقع کے برخلاف بہت کامیاب رہا۔ بچت کھاتوں میں جس پر کوئی منافع نہیں تھا اس میں سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی اس کھاتے ہیں ۱۹۶۳ سے ۱۹۶۶ تک رقوم ۲۵ ہزار مصری پونڈ سے بڑھ کر ایک لاکھ ۲۵ ہزار مصری پونڈ تک پہنچ گئی۔ جو کہ اسلامی معیشت دانوں کی اس تشویش کا جواب ہے کہ لوگ اگر بغیر کسی نفع کے کیونکر اپنی جمع رکھوائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں معاشرہ اسلامی معاشرہ تھا جہاں سرمایہ دار نہ عقلیت حرص و حسد ناپید تھی اس لئے وہ افراد اپنی رقوم کو محفوظ رکھنے کے لئے یا مستقبل میں بچتوں کو جمع رکھنے کے لئے اپنی رقوم بینک میں جمع کرواتے تھے۔ مصر میں سرمایہ دار نہ معیشت کے علزغم کام کرنے والے اس بینک کو تین سال بعد بند کر دیا گیا۔

دوسرا بڑا پروجیکٹ جو کہ جدید اسلامی بنکاری کے برخلاف ایک اسلامی ارکان کی بجا آوری کے لئے شروع کیا گیا یہ بھی عام آدمی کے لئے چھوٹے پیانے کا پروجیکٹ تھا جو کہ ملیشیاء میں حاجیوں کو حج کے لئے بچت پر منحصر تھا۔ تبوگ حاجی ایک ایسا مالیاتی ادارہ جو حاجیوں سے حاصل کی گئی بچتوں سے اسلامی طریقہ تمویل (Islamic Mode of Financing) کے تحت سرمایہ کاری کرتا تھا۔

ایک مالیاتی ادارے کے طور پر تبوگ حاجی کے مقاصد درج ذیل ہیں۔

☆ مسلمانوں کو ایسے موقع بہم پہنانا کہ وہ حج کے اخراجات یا اپنے دوسرے نفع بخش مقاصد کے لئے بچت کر سکیں۔

☆ مسلمانوں کی ایسے موقع فراہم کرنا کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی بچت کی سرمایہ کاری کر سکیں۔

☆ حج کے سفر کے دوران تبونگ حاجی کی مختلف سہولیات کے ذریعہ مسلمانوں کی حفاظت اور بہبود کے لئے خدمات کی فراہمی۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے بورڈ کو ایسے اختیارات دے گئے تھے جن کے تحت وہ اپنی شاخیں یا دوسری ایجنسیوں مثلاً اکن汗ہ کے ذریعہ بچتیں اکھٹی کر سکیں۔

تبونگ حاجی ادارہ دراصل ایک بچت اور سرمایہ کاری ادارے (Saving & Investment Organization) کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس ادارے کے اعمال کی بنیاد مطلق وکالت (Absolute Power of Attorney) کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ جس کے تحت کھاتہ دار تبونگ حاجی کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ ان کی جمع کو مختلف طریقوں سے استعمال کر سکتے ہیں۔

حج کے خواہش مند حضرات کی تشویا ہوں سے تبونگ حاجی رقوم براہ راست وضع کر لیتا ہے۔ فنڈ میں جمع رقوم کوان کے منافع کے ساتھ ساتھ چھ ماہ بعد میں واپس کر دیتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو کسی

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

سال میں حج پر جانے کے لئے رجسٹریشن کرایتے ہیں ان کو اس سال رقم نکالنے کا اختیار نہیں دیا جاتا ہے۔

تبونگ حاجی کے طریقہ تمویل میں کھاتوں میں رکھی ہوئی اس جمع کو کاروبار میں لگانا کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ مضاربہ، مشارکت اور اجارہ ہیں۔ تبونگ حاجی کی سرمایہ کاری کی چار خاص صورتیں ہیں:

- ۱۔ تجارتی حصہ
- ۲۔ ذیلی کمپنیوں
- ۳۔ اراضی و عمارت
- ۴۔ کم مدد تی سرمایہ کاری

تبونگ حاجی کو شریعت کے مطابق پر کھنے کے لئے ملائشیاء کی قومی فتاویٰ کمیٹی سے استفادہ کیا جاتا تھا مگر بینک اسلام ملیشیا کے قیام کے بعد اس بینک سے متعلقہ شریعت بورڈ سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ منافع میں اس ادارہ کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بینک کل آمدنی میں سے اخراجات عمل (Operating Expenses) نکال کر ادراز کلوہ کی کٹوتی کر کے بقیہ نفع کھاتہ داروں کی درمیان تقسیم کر دیتی ہے۔ یہ ادارہ بھی بچتوں کے لحاظ سے کافی کامیاب پروجیکٹ ثابت ہوا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا طریقہ عمل عام سودی بینکوں سے کافی حد تک مختلف ہے گو کہ اس میں بھی قباحتیں ہیں مگر یہ بھی ملائشیاء سرمایہ کاری اچھی کاوش ہے۔

ان چند کامیاب اسلامی طریقہ تمویل، جو کہ عام راجح بینکوں سے مختلف تھے، کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اسلامی جید بینکوں کا قیام کہاں سے شروع ہوا۔

1950ء کی دہائی سے اسلامی معيشت کا سفر شروع ہو تھا جس کے روح روای شیخ محمود احمد، انور اقبال، شیخ نجات اللہ صدیقی اور عزیر امجد وغیرہ تھے۔ اس نظام کی بنیادیں شاہ فیصل نے سعودی عرب میں مستحکم کیں اور ناصر نے مصر میں۔ سعودی فنڈ کی بنیاد پر اس پر تحقیقات پاکستان میں موجود آئیں ایف اور ولڈ بینک سے برآمد شدہ معيشت دانوں نے رکھی جس میں عباس میرا و محسن خان نے کلیدی کردار ادا کیا۔ 1971ء میں ناصر سماجی بینک (Nasir Social Bank) کو پہلا شہری اسلامی بینک گردانہ جاتا ہے۔ یہ بینک حکومتی بینک تھا جس کا تمام نسب و نش حکومت وقت کے ہاتھ میں تھا۔ اس بینک کی بنیاد اس مقصد کے تحت رکھی گئی کہ اس دور میں مصر میں موجود اخوان المسلمین کے زور کو توڑا جائے اور اسکی سماجی و معاشی صفت بندی کو لگام دی جائے۔ ناصر سماجی بینک (Nasir Social Bank) جو کہ ابتدائی بینک ہے۔ اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ اس بینک کا فائدہ چھوٹے اور درمیانے کار و باری حضرات کو حاصل ہو اور اس میں چھوٹے کھاتے دار جو کہ مذہبی ہوں اپنے فنڈ جمع کروائیں۔ اس بینک نے یہ بھی کوشش کی کہ زکوٰۃ کے نظام کو بھی اس بینک کے ذریعہ منظم کیا جائے۔

ناصر سماجی بینک میں اس بات کا خیال نہیں رکھا گیا کہ علمائے کرام کی پزیرائی بھی حاصل کی جائے۔ اور عام عوام میں ان اداروں کو معتبر بنایا جائے۔ اس اسلسے میں سب سے پہلے کاوش 1980ء کی دہائی میں کی گئی جب محمد افیصل نے جب علمائے کرام اور فقہائے عزام کی خدمات حاصل کی اسکے لئے اس نے شریعت بورڈ قائم کیا۔ جس میں موجود علمائے کرام اور فقہائے عزام بینکوں کی اسلام کاری سے متعلق فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ اس نے اس کام کے لیے ان علمائے کرام کو چنانچہ کی کا کسی اسلامی سیاسی گروہ یا تحریک سے کوئی تعلق نہ ہو۔ تاکہ ایک طرف

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

اس کے بیکوں کو عام مسلمانوں کی پزیرائی حاصل ہو تو سرے طرف حکومت سے اس کے تعلق اچھے قائم رہیں۔ اس وقت سے لے کر اب تک جن چیدہ چیدہ علمائے کرام کو شریعہ بورڈ میں شامل کیا گیا ہے اس میں پاکستان سے مفتی تقی عثمانی، یوسف القدوائی مصر سے، عبداللہ بن مانی سعودی عرب سے اور دیگر شامل ہیں۔

اسلامی بینکاری اور فقهائی کرام کا تعلق:

سلامی بینکاری کے نئے باب کا آغاز انیسویں صدی کے وسط سے ہوا جب اس نے مسلمان سرمایہ داروں اور حکومت وقت کے ساتھ اپنا تعلق اسلامی گروہ کے سب سے قابل اعتماد افراد یعنی علمائے کرم اور فقهائے عظام سے جوڑا۔ اس تعلق کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں -
(عبدالسلام، ۱۹۹۳)۔

۱۔ اس تعلق میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ان کو اسلامی بینک میں بحثیثت مشیر کے رکھا جائے۔ یہ اس نظام میں صرف مشورہ دے سکتے ہیں اس پر عمل جامہ پہنانا سرمایہ داروں کا کام ہو گا کہ وہ ان کے فتوؤں اور مشوروں کو اس طرح مرتب کریں کہ اس کے نتیجے میں سرمایہ دارانہ نظام پر نہ صرف کوئی آنج نہ آئے بلکہ اسکو استحکام اور دوام بھی حاصل ہو۔ اگر آپ اس سلسلہ میں لکھے جانے والے تحقیقی مقالوں کا مطالع کریں، جو کہ اسلامی ترقیاتی بینک (IDB) اور دیگر سرمایہ دارانہ اداروں نے کیے ہیں، تو اس میں کہیں بھی سرمایہ دارانہ نظام کی کوئی بات نہیں ملے گی۔ وہاں تو اس بات کا جائزہ ملے گا کہ ان تمویلی آلات نے کوئی طرح موجودہ بینکاری نظام کے فروغ میں

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کس طرح کا کردار ادا کیا۔ کلیدی کردار ادا نہ کرنے اور بحثیت مشیر ہنے کے لیے ان کو بڑے پیانے پر مراجعات سے نوزا جاتا ہے۔ بڑی بھاری تنخوا ہیں، فائف اسٹار ہوٹلوں (Five star hotels) میں قیام، ہوائی جہازوں نہض دفع نجی جیٹ میں سفر، حکومتی اہلکار ہوں اور بڑی بڑی شخصیات سے ملاقاتیں، میڈیا پر پزیرائی اور شمولیت وغیرہ۔

۲۔ اسلامی بینکاری کے لیے جو مشیر چنے گئے اس میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ان کا کسی اسلامی سیاسی گروہ یا تحریک سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اس سے جو فوائد حاصل ہوئے وہ یہ تھے کہ ان علمائے کرام کی شمولیت کے سبب حکومت وقت کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور عوام کا اعتبار بھی قائم رہے گا۔ عام طور پر وہ علمائے کرام جن کا تعلق کسی بھی اسلامی انقلابی جماعت سے نہیں ہوتا وہ سکیولر ازم کو قبول کر کے اسلام کو نظام تصور نہیں کرتے بلکہ اسکو ایک ایسا آلا کار تصور کرتے ہیں جو کہ اس لبرل نظام میں عمل کر سکتا ہے۔

اسلامی بینکاری میں ان علمائے کرام کی شمولیت کے نتیجے میں جو سب سے زیادہ فائدہ سرمایہ دار نہ نظام کو ہوتا ہے وہ یہ کہ دنیا پرستی کو جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ ایک ایسا طرز عمل اور اسلامی علیمت مستحکم ہوتی ہے جو صرف پرستی (Consumerism) کو اسلامی جواز فراہم کرتی ہے۔ سرمایہ دار نہ نظام سے براہ راست شمولیت کے نتیجے میں علمائے کرام کا طرز معاشرت یکسر تبدلیں ہو جاتا ہے قناعت، فقر و فاقہ، اخروی کامیابی کے جذبات معدوم پڑ جاتے ہیں۔ اس طرح اسلامی نقطہ نگاہ معاشرے، فرد اور ریاست کے بارے میں تبدلیں ہو جاتا ہے۔ دنیا پرستی کو اسلامی جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ فقہی مباحث اس طرح مرتب ہوتی ہیں کہ ان کے غلبہ دین سے سہونظر کیا جاتا ہے اور جزیات پر تمام تر زور ہوتا ہے۔

علامے کرام کی شمولیت کے نتیجے میں 1980ء کی دہائی اسلامی بکاری کے لئے سودمند دھائی ثابت ہوئی اس کے بعد سے لے کر اب تک تقریباً 200 اسلامی بینک اور کئی اسلامی سرمایہ کار کمپنیاں اور انشورنس کمپنیاں قائم ہو چکی ہیں اسی کی دہائی میں شاہ فیصل کے بیٹے محمد الفیصل کی زیر نگرانی اسلامی بکاری کا بین القوامی سطح پر فروع شروع ہوا۔ اگر ہم اسلامی بکاری کا ملکیت کے لحاظ سے دیکھیں تو اسلامی بکاری ادارے تین طرح کے ہیں:

۱۔ اسلامی تجارتی بینک جو نجی شعبہ میں کام کرتا ہے

۲۔ اسلامی تجارتی بینک جو عوامی سطح پر کام کرتا ہے۔

۳۔ بین القوامی اسلامی مالیاتی ادارے

ایران سوڈان میں بینک حکومتی سطح پر کام کرتے ہیں۔ جبکہ عرب ممالک میشیاء اور مشرق وسطیٰ میں کام کرنے والے بینک نجی شعبے میں کام کرتے ہیں۔ اسلامی ترقیاتی بینک ۲۵ ممبر ممالک کا بین القوامی اسلامی مالیاتی ادارہ ہے۔ نجی شعبہ میں کام کرنے والے اسلامی بینکوں میں سے بعض کا تعلق ہولڈنگ کمپنیوں (With holding Compnies) سے ہے۔ جس میں دو دھولڈنگ کمپنیاں (With holding Compnies) زیادہ مشہور ہیں۔ ایک دارلمال اسلامی (DMI) اس کا قیام بھی سعودی مال سے عمل میں آیا اور اس کا روح روان محمد الفیصل نے بین القوامی سرمایہ دار نہ نظام کا حصہ رہنے کے لئے پہلے سربراہ سامی الدوبلیش کو

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

ورلڈ بینک کی ڈائریکٹر شپ سے استعفیٰ دلوار کردار المال کا سربراہ بنادیا۔

دوسری البر کے گروپ کے تحت رجڑ ڈھوا۔ اس کے روح روایت شیخ صالح کمال ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر ممالک میں اسلامی بنکاری اور اسلامیہ کارکنیوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور یہ بینک اب ناصرف اسلامی ممالک میں قائم ہیں بلکہ دیگر غیر مسلم علاقوں میں جہاں مسلمان بحیثیت ایک اقلیت کے مقیم ہیں وہاں بھی اسلامی طریقہ تمویل محدود پیمانے پر موجود ہے۔

وجوبات قابل دید ہے وہ یہ کہ اسلامی طریقہ تمویل جو کہ اسلامی معاشیات کے اصولوں پر قائم ہے اس تبادل کے ذریعہ مسلمانوں کی خجی اور انفرادی زندگیوں میں تبدیلی رونما نہ کی جیسا کہ ہم نے تاریخی طور پر دیکھا کہ سرمایہ داری ان اداروں کے ذریعہ دنیا پر اپنا تسلط جما رہی ہے۔ چونکہ سرمایہ داری ایک نظام ہے جو کہ کسی دوسرے نظام میں نشوونما نہیں پاسکتا سرمایہ داری میں جو تضاد بظاہر ہم کو نظر آتے ہیں جن کا مطالعہ ہم نے کلاسیکل (Classical)، کنسزین (Keynesian) اور نیو کلاسیکل (New Classical) ادوار میں کیا وہ دراصل اصولی اختلاف نہیں تھا بلکہ وہ تو سرمایہ داری کے فروع کے لیے فروعی اختلاف تھا۔ اسلامی معیشت دانوں نے ان سرمایہ دارانہ نظریات سے انگاز بردا اس کو غیر جانبدار (Neutral) جان کر اس نظام میں ناصرف شمولیت اختیار کی بلکہ ایک معدتر خوانہ رو یہ اختیار کیا کہ کیوں نہ ہم نے اپنے پچھلے ادوار میں اس سے رہنمائی حاصل نہ کی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کہنے لگے کہ اس بنکاری نظام کی ابتداء تو اسلام نے کی ہے جیسے اجارہ یا پٹہ داری کو اکثر اسلامی معیشت دان جدید لیز نگ (Leasing) کی بنیاد قرار دیتے ہیں کہ یہ لیز نگ کا سیسم دارا صل امغرب نے اسلام سے حاصل کر لیا۔

اسلامی کھاتہ دار بینکوں کے کام کرنے کا طریقہ:

سرماہیہ دار نہ معيشت میں جدید بنکاری نظام میں کلیدی حیثیت کر شل بینکوں کو حاصل ہے اور یہ ہی ترسیل زر کو قابو میں رکھنے کے اہم ادارہ ہے۔ کر شل بینکوں کا اصل وظیفہ کھاتہ داروں کی جمع کو کم سود پر حاصل کر کے زیادہ سود پر اس کو قرض پر دینا ہے۔ کر شل بینکوں کا مالی وسائل کو استعمال اس طرح کرتے ہیں کہ سودی لین دین میں اضافہ ہو سکے اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے مالی وسائل کے استعمال کا سب سے اہم ذریعہ سودی کاروبار ہے۔ اسی تناظر کو مددے نظر رکھتے ہوئے اسلامی معيشت دان اس بات پر زور دیتے ہیں اسلامی بنکاری میں زر کی تجارت تو ہوگی کہ اس نظام میں مالی وسائل جو بچتوں کی صورت میں اسلامی بینک میں آئیں گے ان کو منافع بخش کاروبار میں لگادیا جائے گا مگر یہ کام بلا سودی بنیادوں پر کیا جائے گا۔ اسلامی بینک بھی ثالثی کا ہی عمل انجام دے گا جو کہ جدید کھاتے دار بینک انجام دیتے ہیں فرق بقول ان کے صرف اتنا ہے کہ اسلامی بینک کن بنیادوں پر مالی وسائل حاصل کرتے ہیں اور ان کو کن بنیادوں پر اپنے نفع کے لئے استعمال کرتے ہیں یعنی انفرادی طور پر ایسے طریقہ وضع کئے جائیں جو کہ شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ جدید اسلامی فقہائے کرام جو کہ اسلامی بنکاروں سے وابستہ ہیں وہ ان اسلامی تمویلی آلات کا استعمال کرتے وقت اس مفروضے پر قائم ہیں کہ یا تو اسلام کوئی نظام نہیں ہے^۵ یا اگر ہے تو پھر سرمایہ داری کوئی نظام نہیں ہے (نجات اللہ، ۱۹۸۳)۔

اسلامی طریقہ تمویل میں جو طریقہ لین دین اور کاروبار کے ہم کو اپنی تاریخ سے ملتے ہیں وہ چند افراد یادوآدمیوں کے درمیان تھے جبکہ ان طریقہ تمویل اور لین دین کو بنکاری نظام میں سامونے کی سعی کی گئی تو بہت سے اجتہادات کرنے پڑے۔ اس میں سب سے بڑا اجتہاد یہ کرنا پڑا کہ آیا یہ ثالث جو کہ اصلاً ایک فریق نہیں ہے یہ اس کاروبار سے نفع حاصل کر سکتا ہے اسلامی نظریاتی کو نسل

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کی 1980 کی رپورٹ سے کوئی ایسا واضح اشارہ نہیں ملتا کہ بینگنگ کے کاروبار کو نجی صورت میں منافع محس کے لئے کیا جاسکتا ہے کہ نہیں۔ جدید اسلامی معیشت دان جن میں نجات صدیقی، اوصاف احمد، پروفیسر خورشید احمد اور جدید فقہائے کرام جن میں حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب شامل ہیں اس بات پر زور دیتے ہوئے نظر آئے ہیں کہ اس کاروبار کو نجی طور پر منافع محس کے اصولوں پر فروغ دینا چاہئے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایران اور سوڈان کے علاوہ دیگر عرب ممالک پاکستان ملیشیاء، انڈونیشیا، بگلہ دلیش میں نجی طور پر قائم اسلامی بینک جدید بنکاری نظام کے تحت کام کر رہے ہیں۔ ان بینکوں کے قیام کے لئے جو مادل پیش کرتے ہیں اس کے لئے بھی اجتہادی فیصلہ کرتے ہیں اور اس عمل کو جس طرح جائز قرار دیتے ہیں اور اس کی مضرمات کا جس طرح وضع کرتے ہیں وہ اسلامی معیشت دانوں کا ہی طرزہ امتیاز ہے۔ آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی بینک کس طرح اپنے فنڈز (Funds) کو حاصل کرتے ہیں اور یہ عمل جدید بنکاری نظام سے کس حد تک جدا ہے یا مثالی ہے۔

کمرشل بینک سے متعلق اسلامی معیشت دانوں کے نظریات:

کمرشل بینک کی زمہ داریاں (Liabilities of Commercial Bank):

بینک کے قیام کے لئے بنیادی سرمایہ کی فراہمی (Capital):

اسلامی بینک کی نجی طور پر بھی قیام کی شفارشات موجود ہیں اور سرکاری سطح پر بھی اسکے قیام کا عمل موجود ہے۔ سرکاری طور پر قائم کھاتے دار بینک کا ابتدائی سرمایہ تو حکومت خود اپنے اخراجات سے برداشت کرے گی۔ حکومتی بینکوں کے قیام کا مقصد ملکی معیشت کو زری پالیسی (Monetary Policy) میں اسلامی بنیادوں پر مستحکم کرنا ہے۔ جبکہ وہ اسلامی بینک جو کہ نجی طور پر اپنا ابتدائی سرمایہ کسی کمپنی کی طرح شیئر کی صورت میں حاصل کرتے ہیں۔ ان شیئر کو خریدنے والے آپس میں مشارکت کے اصولوں پر شراکت کرتے ہیں ان کا ممتنع نظر زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول ہے۔ اسلامی بینک سرمایہ کاری کے لیے شیئر مارکیٹ میں رجسٹریشن بھی کرواتے ہیں تاکہ شیئر مارکیٹ کے تحت ان بینکوں کا سرمایہ فراہم ہو۔ بینک دیگر کمپنیوں کے بخلاف ایک دوسرا شریک بھی عمل میں لاتی ہیں جن کی تعداد، عرصہ عقد کا تعین کرنا بھی بہت مشکل ہے اور یہ شریک کھاتے دار ہوتے ہیں۔ کھاتے دار اور بینک کے درمیان جس عقد کو اسلامی معیشت دان کہتے ہیں ”اسلامی گردانے ہیں وہ مضاربہت کا عقد ہے جس کی تفصیل میں اسلامی معیشت دان کہتے ہیں“ بینکوں کے فلکسڈ ڈیپاڑس (Fixed Deposits) اور سیونگ اکاؤنٹس (Saving Accounts) میں جمع کردہ رقم کا طریق کارروائی بینکوں کے ان کھاتوں سے مختلف ہو گا۔ کیونکہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

اسلامی بینکوں کا قیام مشارکہ (یعنی شرکت اور مضاربہ کا مجموعہ) کی بنیاد پر ہوگا اس میں بھی روایتی بینکوں کی طرح لوگ دو طریقے سے سرمایہ لگائیں گے کچھ لوگ تو ابتداء میں مشترک سرمائے سے کمپنی کی طرح بینک قائم کرنے کے لئے سرمایہ لگائیں گے، یہ بینک کے حصہ دار کہلائیں گے، ان کے درمیان آپس میں مشارکت کا عقد ہوگا، کیونکہ انہوں (shareholders) نے اپنا سرمایہ اور عمل دونوں بینک میں لگادیے۔ جبکہ کھاتے دار جو کہ مضاربہت کے تحت کھاتے کھولیں گے ان کی حیثیت رب المال کی اور بینک (یعنی بینک کے اصل حصہ داروں) کی حیثیت ان کے مضارب کی ہوگی، اور یہ عقد شرکت اور مضاربہت کا مجموعہ بن جائے گا، جسے جدید فقہائے کرام مشارکہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس بحث کو مدے نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نجی صورت میں قائم بینک پہلے تو ابتدائی سرمایہ کے لئے کمپنی کے طرز پر حصے (Shares) مارکیٹ میں فروخت کریں گے۔ اور جب بینک کا قیام عمل میں آجائے گا تو پھر بینک مضاربہت یا قرض حسن کی صورت میں مذید راس المال جمع کرے گا تاکہ اس کو اسلامی تمویل کے اصولوں کے مطابق صحیح مصرف میں لگادیں اب سوالات جو اسلامی معیشت دان اٹھاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان حصہ داروں کی کم از کم تعداد اور زیادہ تعداد کا تعین کیسے کیا جائے؟ اور ان میں باہمی نفع میں شرکت کس مناسب سے رکھی جائے؟ اس میں اسلامی معیشت دانوں کا اختلاف ہے۔

کم از کم تعداد اور زیادہ تعداد کا تعین کیسے کیا جائے؟ تو اس میں مکاتب فکر میں اختلاف ہے۔ وہ مکاتب فکر جو کہ تعداد کو لامتناہی سمجھتے ہیں وہ دراصل سرمایہ دارانہ ملکیت کے قائل ہیں یہ وہ معیشت دان ہیں جو کہ اسٹاک ایچیجنچ (Stock exchange) کو جائز سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کم از کم تو دو ہوں مگر زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ مگر دیگر معیشت دان جو اسٹاک مارکیٹ کی حرمت کے قائل

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

نہیں ہیں اور ناہی سرمایہ دارانہ ملکیت کے قائل ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ملکیت تو شخصی ہوتی ہے اس لیے شریک کی کوئی آخری حد مقرر ہونی چاہئے اور یہ حد ہر ملک اور ہر زمانے میں مختلف ہوگی مگر اتنا ضرور خیال رکھا جائے کہ یہ حد بہت زیادہ نہ ہونے ہونے پائے۔

ان حصہ داروں کا فراہم کیا ہوا سرمایہ باہم مساوی بھی ہو سکتا ہے اور غیر مساوی بھی اس کا تعین باہم رضامندی سے مشارکت کے شریعی اصولوں کو مدد نظر رکھتے ہوئے طے کیا جائے گا۔ مشارکت کے شرعی اصولوں میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ حصہ کا تعین باہم رضامندی سے ہو گا۔ اس کا تعین لگائے گیے سرمائے کے تابع سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ تابع سرمایہ اور عمل کے باہم تابع سے کم یا زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر اسلامی معیشت دان یہ کہتے ہیں کہ بینک کے حصہ داروں میں نفع کی تقسیم صرف سرمائے کے تابع سے نہ کی جائے بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ کون اسکو کتنا عمل، مہارت صرف کرتا ہے۔ شرکت کے اصولوں کے تحت نقصان کی صورت میں حصہ کے تابع سے نقصان شرکت داروں کو برداشت کرنا پڑے گا۔

اسلامی معیشت دانوں کے ۱۹۹۰ء سے پہلے کہ آرٹیکلس اٹھا کر دیکھیں تو اس میں بھی شعبہ میں بینک کے قیام کا بہت کم ذکر ملتا ہے اور اس بحث پر بہت کم زور دیا جا ہے کہ بھی طور پر بینک حصول منافع کے لئے کیوں کر کام کر سکتے ہیں جبکہ ۱۹۹۰ء کے بعد کے مقالات میں اس بات کا صراحة کے ساتھ ذکر ملتا ہے ہے کہ یہ بینک بھی شعبہ میں کام کریں گے اور ان کے قیام کا طریقہ اور سرمایہ کی فراہمی کا طریقہ جدید بنکاری نظام سے چندال مختلف نہیں ہو گا۔ بینک کے قیام کے لئے شرکت دار سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور ہر شرکت دار مارکیٹ سے اپنے حصہ کا شیئر خرید کر

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

شراکت دار بن جاتا ہے۔ مگر جب شراکت کی شرائط پر نظر ڈالی جائے تو اس شرط پر عمل نہیں ہوتا کہ شراکت دار کو کاروبار کی نوعیت اور کاروبار کی ساخت کا علم ہو جو کہ موجودہ دور میں شیئر کی خرید و فروخت میں ممکن نہیں ہے۔

اگر ہم ان ممالک کا جائزہ لیں جہاں اسلامی حکومتیں قائم ہیں جیسے سودان، ایران وہاں پر بینک حکومتی سرپرستی پر حکومتی سرمائے کے بل بوتے پر قائم ہیں۔ جسکا سبب یہ تصور ہے کہ بینک کوئی پیداواری یا اشیاء کی خرید و فروخت کا ادارہ نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک ثالثی کا کام کرتا ہے تاکہ کاروباری افراد کو بلاسودی قرض حسن یا شراکت کے بل بوتے پر کاروبار کے لئے رأس المال مل جائے یہ خدمت بینک جب ہی پورے انہاک اور دیانت داری سے کر سکتا ہے جب خود نفع مغض کے اصول پر گامز نہ ہو۔ یہ جب ہی ممکن ہے جب یہ کام سرکاری سطح پر کیا جائے۔

اس ابتدائی سرمائے کی فراہمی کے لئے بینک کے پاس دو ذرائع کا ذکر ملتا ہے ایک نجی طور پر شراکت کے اصول پر متعدد شرکاء سرمایہ فراہم کریں گے دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ بینک نجی طور پر قائم نہ ہو بلکہ حکومتی سرپرستی میں سرکاری خزانے سے اس کو قائم کیا جائے جیسے کہ پولیس، بلڈی یہ کے ادارے قائم کئے جاتے ہیں جن کا فرض خدمت کی انجام دہی ہوتی ہے۔ اور ملک میں کاروبار کو فروغ دینا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بینک اپنے دیگر وسائل یعنی کھاتہ داروں سے کن بنیادوں پر رقم وصول کرے گا۔

اسلامی بینک اپنی ذمہ داریوں کے لیے دوسری مد جہاں سے سرمایہ حاصل کرے گا وہ اسکے کھاتے میں جمع رقوم ہیں۔ بینک اور کھاتے داروں کے درمیان دو قسم کے عقد ہوتے ہیں۔

ا۔ قرض حسن

۲۔ مضاربہ

قرض حسن

اسلامی نقطہ نظر سے قرضوں پر سود لینا منوع ہے بلکہ کسی بھی قسم کا اضافہ مالی صورت میں لینا ناجائز اور حرام ہے۔ بلکہ قرض دینے والا قرض خواہ کو اتنی ہی رقم واپس کرے گا جتنی اس نے لی ہے ایسے قرض کو قرض حسن کہتے ہیں۔ قرض حسن عام طور پر کسی مالی دشواری پر قابو پانے کے لئے امانت کے عرض سے دیا جاتا ہے۔ بینک جب بھی سرمائے کے حصول کے قرض لے گا تو قرض حسن ہی ہوگا۔ اس لیے کھاتے دار جب بھی رقم بینک میں رکھوائیں گے وہ قرض حسن کھاتے ہی ہوں گے۔

مضاربہ:

مضاربہ دراصل سرمائے اور محنت کے درمیان تعاون کا ایک معاملہ ہے جس میں ایک فریق سرمایہ لگاتا ہے اور دوسرا فریق محنت اور انتظامی صلاحیت فراہم کرتا ہے۔ اسلامی فقہہ میں چونکہ ان ذرائع تمویل کا استعمال محدود پیانا پر چند افراد کے درمیان ہوتا ہے۔ مضاربہ کا استعمال بینکیں میں جبکہ شرکاء کی تعداد لاحدہ دو ہو درجید کا اجتہاد ہے مضاربہ میں جو شرکت میں مال لگاتا ہے اس کو رب المال کہتے ہیں اور کاروبار چلانے والے کو عامل یا مضارب کہتے ہیں۔ مضاربہ کے اصول کے تحت رب المال اور مضارب دونوں نفع میں شریک ہوں گے اور نفع

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کا تناسب دونوں فریق باہم مشورہ سے کریں گے جب کہ خسارے کی صورت میں خسارہ رب المال برداشت کرے گا۔ جب کہ مضارب پر اس کا تاو ان نہیں آئے گا۔

مضاربہ کا استعمال بینک اور کھاتے داروں کے درمیان بہت مقبول ہے اسی لئے کھاتے دار اور بینک کے درمیان جو عقد اسلامی معیشت دان تجویز کرتے ہیں وہ مضاربہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مضاربہ میں کھاتے دار بحیثیت رب المال کاروباری عمال میں حصہ نہیں لیتے بلکہ نفع و نقصان کے حقدار ہوتے ہیں۔ بینک بحیثیت مضاربہ نقصان میں حصہ دار نہ ہوگا بلکہ اس کو اس کی خدمت کی عیوض کچھ نہیں ملے گا۔ اس طرح مضاربہ کھاتوں میں جمع رقوم بینک کے لحاظ سے محفوظ ہوتیں کہ نقصان کی صورت میں بینک کو نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

اسلامی بینکاری میں ان دونوں آلات کو استعمال کرتے ہوئے درج ذیل کھاتے کھولتے جاتے ہیں۔

جاری کھاتے: (Current Account)

عام تجارتی بینکوں کی طرح اسلامی بینک بھی جاری کھاتے (Current Accounts) کھولتے ہیں۔ ان کھاتوں میں وہ رقم جمع کی جاتی ہیں۔ جن کو ”عند الطلب جمع“ (Demand Deposits) کہا جاتا ہے۔ یعنی بینک کو اطلاع دیئے بغیر کھاتہ دار اپنی ضرورت کے مطابق رقم نکال سکتا ہے۔ بینک اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ عند الطلب کھاتہ دار کو ادائیگی کرے گا جہاں تک جاری کھاتوں کا تعلق ہے۔ عام تجارتی بینکوں اور اسلامی بینکوں میں

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

زیادہ فرق نہیں ہے۔ تاہم معاصر اسلامی بینکوں میں جاری کھاتے جس طرح کھولے جاتے ہیں اور کام کرتے ہیں اس کو مندرجہ زیل خصوصیات کے ذریعہ بیان کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ اسلامی بینکوں میں جاری کھاتے افراد یا کمپنیوں کے ذریعہ کھولے جاسکتے ہیں۔
کھاتے ملکی کرنی، یا غیر ملکی کرنی میں بھی کھولے جاسکتے ہیں اگر بینک غیر ملکی زر مبادلہ میں کام کرنے کے مجاز ہو۔
- ۲۔ اسلامی بینک اس بات کی صفائحہ دیتے ہیں کہ کھاتہ داروں کو ان کھاتوں میں جمع رقوم عندا الطلب نکالنے کا حق ہوگا۔ اس لئے کھاتہ داروں کو منافع کا کوئی حصہ یا کسی قسم کا دوسرا منافع ادا نہیں کیا جائے گا۔
- ۳۔ کھاتہ دار بینک کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری پر ان رقوم کو عارضی مدت کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ اس طرح کے اعمال سے جو فائدہ ہوگا وہ بینک کا حق ہوگا اور کھاتہ داروں کو اس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا اسی طرح اگر نقصان ہوا تو بینک خود اس نقصان کو برداشت کرے گا۔
- ۴۔ ان کھاتوں میں رقم جمع کرنے اور نکالنے پر کسی قسم کی شرائط عائد نہیں کی جائیں گی۔
- ۵۔ کھاتہ داروں کو چیک جاری کرنے کا اختیار ہوگا۔

بیہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اسلامی بینک میں جاری کھاتوں کے سلسلے میں دونوں نظر ابھر کا سامنے آئے ہیں، ان میں سے ایک نقطہ نظر یہ تو ہے کہ جاری کھاتوں میں جمع رقوم کو ”امانت“ سمجھا جائے۔ اس نقطہ نظر سے اردنی اسلامی بینک (Jordan Islamic Bank) نے اپنایا ہے۔ چنانچہ اس بینک میں ”جاری کھاتوں“ کو امانت کھاتے (Trust) کا نام دیا گیا ہے۔

دوسرा نقطہ نظر یہ ہے کہ عند الطلب جمع کو ”قرض حسن“ سمجھا جائے۔ یہ نقطہ نظر ایران میں کام کرنے والے اسلامی بینکوں نے اپنایا ہے چنانچہ ایران میں جاری کھاتے ”قرض حسن جاری کھاتے“ کے نام سے موسوم کئے گئے ہیں۔ اس نقطہ نظر کے مطابق جاری کھاتوں میں جمع رقوم کھاتہ داروں کی جانب سے بینک کو دیا گیا بلاسودی قرض ہے۔ اس طرح بینک ان رقوم کو اپنی ذمہ داری پر اپنی صوابدید کے مطابق استعمال کر سکتا ہے۔ کھاتہ داروں کو کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے استعمال کے لئے کھاتہ داروں کی کسی خاص اجازت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرض حسن کی صورت میں قرض دار کو قرض خواہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ مقر وضہ رقم کو کس طرح استعمال کرے۔ اسے صرف اصل رقم واپس کرنے کی ذمہ داری لیتی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس صورت میں یہ شرط پوری ہو جاتی ہے کیونکہ اسلامی بینک جاری کھاتوں میں جمع شدہ رقوم واپس کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔

سوڑاں اور دوسرے ممالک کے رسیدی بینکوں میں بھی عند الطلب جمع کو قرض کے طور پر ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔

بچت کھاتے:

عام تجارتی بینکوں کی طرح اسلامی بینک بچت کھاتے (Saving Accounts) بھی کھولتے ہیں۔ لیکن ان کا طریقہ سودی بینکوں سے مختلف ہے۔ اسلامی بنکاری کے مختلف تجربوں میں بچت کھاتے کھولنے کے چار مختلف طریقے ابھر کر سامنے آئے ہیں۔

الف: بچت جمع (Saving Deposite) کو الوداع (یادیعت) کے اصول پر قبول کیا جائے۔ کھاتہ داروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ بینک کو ان رقم کو اپنی ذمہ دار پر استعمال کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ اس کے ساتھ ہی بینک ان رقم کی پوری ادائیگی کی گارنٹی دیتا ہے۔ بینک اگر چاہے تو کھاتہ داروں کو رضا کارانہ طور پر اپنے منافع میں شریک کر سکتا ہے۔ یہ طریقہ اسلامی بینک ملکشیا میں اپنایا گیا ہے۔

ب: بچت جمع کو سرمایہ کاری کی اجازت کے ساتھ قبول کیا جائے اور ایک خاص مدت کے دوران جس میں کھاتہ دار کی کم سے کم جمع رقم رہی ہو اس رقم اور مدت کے لئے منافع میں شرکت کی جائے جس کا تناسب پہلے سے طے کر لیا گیا ہو۔

ج: بچت جمع کو کھاتہ داروں کی جانب سے بینک کو دیا گیا قرض حسن قصور کیا جائے اور بینک اپنی صواب دید پر انہیں مالی یا غیر مالی سہولتوں یا منافع سے بہرہ مند کرے۔

د: بچت جمع کو ایک مشترکہ فنڈ میں ڈال دیا جائے جس کو سرمایہ کاری کے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ عام طور پر کھاتہ داروں کو اس کھاتے سے بغیر اطلاع رقم نکالنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن جس مدت کے لئے انہوں نے رقم نکالی ہو، وہ منافع میں شرکت کے حد تاریخیں ہوتے۔

اسلامی بینکوں میں بچت کھاتے کھولنے کے مذکورہ بالا چاروں طریقے رانج ہیں۔ مثلاً بحرین اسلامی بینک میں ان کھاتوں کو ”سرمایہ کاری کی اجازت کے ساتھ بچت کھاتے“، (Saveing Accounts with Authorization to Invest) کہا جاتا ہے۔ کھاتہ دار بینک میں اپنی رقم جمع کرتے وقت بینک کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق ان کی سرمایہ کاری کرے۔ منافع میں شرکت اس کم سے کم رقم کی بنیاد پر کی جائے گی جو مستقل ایک ماہ تک بینک کی تحویل میں رہے۔

ایران کے اسلامی بینک بچت کھاتوں کو ”قرض حسن کھاتوں“، میں شامل کرتے ہیں اور اس میں جمع شدہ رقم کو ”قرض حسن جمع“، قرار دیتے ہیں۔ جہاں تک بچت کھاتوں کو چلانے کا سوال ہے ان میں جمع کرنے اور رقم نکالنے کا طریقہ تقریباً وہی رکھا گیا ہے جو بنکاری کا روایتی طریقہ ہے۔ حالانکہ نظریاتی طور پر ”قرض حسن جمع“، میں رقم کسی منافع کی حق دار نہیں ہوتیں لیکن ایران میں تجارتی بینکوں نے جمع میں افزائش کے لئے مختلف طریقے اپنائے ہیں تاکہ عوام الناس کو بینکوں کی جانب راغب کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ کھاتہ داروں کو نقد یا جنس میں کوئی انعام نہ دیا جائے جو پہلے سے مقرر ہوتا ہے ہم ان کو بعض کمیشن اور فیس کی ادائیگی سے مستثنی

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کیا جاسکتا ہے یا چھوٹ دی جاسکتی ہے مثلاً ڈرافٹ بنانے کی فیس۔ مزید براں مستقل کھاتہ داروں کو بنکاری کی سہولیات فراہم کرانے میں ترجیح دی جاسکتی ہے۔

اردنی اسلامی بینک نے بچت کھاتوں کے لئے ایک دوسرا ہی راستہ اختیار کیا ہے۔ یہ اسلامی بینک بچت کھاتوں کو ایک مشترکہ سرمایہ کاری فنڈ میں شامل کرتا ہے جو مشترکہ سرمایہ کاری کھاتہ کہلاتا ہے۔ اس کی وضاحت سرمایہ کاری کھاتوں (Investment Accounts) کے ضمن میں کی جائے گی۔

سرمایہ کاری کھاتے:

اسلامی بینکوں کو سرمایہ کاری (Investment) کے لئے جو رقوم موصول ہوتی ہیں ان کے لئے علیحدہ سرمایہ کاری کھاتہ کھولا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عوام کے پاس جو آمدنی خرچ ہونے سے نجک جاتی ہے اور جس کی ان کو مستقبل قریب میں ضرورت ہونے کی توقع نہیں، اس کو وہ بینک کے پاس جمع کر دیتے ہیں تاکہ اصل رقم محفوظ رہے اور کچھ آمدنی کی صورت بھی رہے۔ سودی نظام بنکاری میں طویل مدتی کھاتے (Term Deposits) اسی مقصد سے چلائے جاتے ہیں۔ اسلامی بینک کاری میں سرمایہ کاری کھاتے، سودی نظام کے طویل مدتی کھاتوں کا بدل ہیں۔ ان کھاتوں کو نفع و نقصان میں شرائکت کھاتہ (Account Profit and Loss Sharing) یا حصہ داری کھاتہ (Participatory Account) بھی کہا جاتا ہے۔

ان دونوں طرح کے کھاتوں میں کئی اہم فرق ہیں اول اور سب سے اہم فرق تو یہی ہے کہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

طويل مدت کھاتے، تجارتی بینکوں میں سود کی بنیاد پر چلانے جاتے ہیں۔ جبکہ سرمایہ کاری کھاتے نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر چلانے جاتے ہیں۔ کھاتے داروں کو ان کی جمع پر پہلے سے ایک مقرر شدہ شرح سود دینے کے بجائے اسلامی بینک اپنے سرمایہ کار کھاتے داروں کو صرف وہ تناسب بتائے گا جس میں وہ ان کے ساتھ نفع میں شرکت کرے گا ان میں سے ہر کھاتے دار کو فی الحقيقة کتنا نفع ملے گا یہ سب اس پر منحصر ہوگا کہ بینک کے اپنے تجارتی اور سرمایہ کاری اعمال کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ دوسرا ہم فرق یہ ہے کہ طول مدت کھاتوں میں صرف ان کی مدت کی بنیاد پر فرق کیا جاتا ہے جب کہ سرمایہ کاری کھاتوں میں مدت اور مقاصد دونوں کی بنیاد پر فرق کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ سرمایہ کاری کھاتوں میں بینک کو اس بات کی بھی ہدایت دینا ممکن ہے کہ اس کو دی جانے والی رقم کسی مخصوص پروجیکٹ یا کسی مخصوص تجارت میں ہی لگائی جائے۔

سرمایہ کاری کھاتوں کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

الف: سرمایہ کاری کھاتے افراد، کمپنیوں یا اداروں کی جانب سے کھولے جاسکتے ہیں یہ ملکی کرنی یا غیر ملکی کرنی میں بھی کھولے جاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ بینک کو غیر ملکی زر مبادلہ میں اعمال انجام دینے کی اجازت حاصل ہو۔

ب: کھاتے داروں کو کوئی سود نہیں دیا جاتا اس کی وجہ وہ نفع و نقصان میں شرکت کرتے ہیں۔ کھاتے داروں کو اس منافع میں سے ایک حصہ دیا جاتا ہے جو فی الحقيقة بینک کو اپنے تجارتی اور سرمایہ کاری اعمال سے ہو، اس کے لئے وہ شرح جس کے مطابق منافع تقسیم ہوگا پہلے مقرر شدہ ہوتی ہے۔ نفع کی تقسیم اس بنیاد پر کی جائے گی کہ جمع رقم کتنی ہے اور وہ کتنی مدت کے لئے بینک کی

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

تحویل میں رہی ہے۔ منافع معلوم کرنے کے لئے جمع شدہ رقم کو مدت سے ضرب دے دیا جاتا ہے
پھر کل نفع کو تمام کھاتہ داروں میں اس حاصل ضرب کی مناسبت سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

ج: عام طور کھاتہ داروں کو اس قسم کے کھاتہ سے رقم نکالنے کا اختیار نہیں ہوتا غیر
معمولی حالت میں کھاتہ دار بینک کو ایک خاص مدت کا نوٹس (عموماً ہفتہ یا دو ہفتے) دے کر رقم نکال
سکتے ہیں۔ لیکن اس حالت میں ان کو نکالی گئی رقم کا منافع نہیں دیا جائے گا۔

د: عام طور پر بینک سرمایہ کاری کھاتہ کھولنے اور چلانے کے لئے کم از کم رقم کا تعین
کر دیتے ہیں۔

ہ: زیادہ تر اسلامی بینک سرمایہ کاری کھاتہ داروں کو سرمایہ کاری سرٹیفیکٹ
(Investment Certificates) بھی جاری کرتے ہیں۔ جن میں جمع شدہ رقم اور نفع
میں شرکت کے بارے میں شرائط ذکور ہوتی ہیں۔

اپنی مخصوص ضروریات کے پیش نظر مختلف اسلامی بینک اس بات کے لئے کوشش ہیں کہ
سرمایہ کاری جمع کی مختلف اسکیمیں وضع کی جاسکیں تاکہ مختلف سرمایہ کاروں (Investors) کی
ضروریات اور ترجیحات کا لاحاظ کیا جاسکے۔ ان میں سے بعض اسکیمیوں کا مختصر تعارف الگے صفات
میں پیش کیا جائے گا لیکن یہ تصریح ضروری ہے کہ ان میں سے بیشتر اسکیمیں، بعض خاص اسلامی
بینکوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ کسی خاص اسلامی بینک میں یہ تمام اسکیمیں
موجود نہ ہوں۔

مشترکہ سرمایہ کاری کھاتے:

عام طور پر اسلامی بینکوں کا طریقہ کاری یہ ہے کہ طویل مدتی جمع کے تبادل کے طور پر وہ ایک سرمایہ کاری فنڈ (Investment Fund) قائم کرتے ہیں جس کے مالی وسائل، بینک کے سرمایہ کاری اعمال (Investment Operations) میں کام آتے ہیں۔ اس فنڈ میں مختلف میعادوں کے سرمایہ کاری کھاتے جمع کروائے جاتے ہیں۔ مالی وسائل کسی خاص سرمایہ کاری پروگرام سے جڑے نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کا استعمال بینک کے مختلف النوع سرمایہ کاری اعمال میں کیا جاتا ہے۔ سال کے آخر میں سرمایہ کاری کے اعمال سے ہونے والی کل آمدنی کا حساب لگایا جاتا ہے اور اخراجات وغیرہ نکال کر خالص منافع کھاتے داروں میں ان کی رقم اور مدت کے اعتبار سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ ”عامل“ کی حیثیت سے بینک کے حصہ کی منافع کی رقم خالص منافع میں سے پہلے منہا کر لی جاتی ہے۔

اس کا ایک دوسرا طریقہ مشترکہ سرمایہ کاری کھاتے کا اجراء ہے۔ اردنی اسلامی بینک نے اس کھاتے کی تعریف اس طرح کی ہے ”اس کھاتے میں ان لوگوں کی نقد رقوم وصول کی جائے گی جو بینک کے بین سطحی اور مسلسل جاری سرمایہ کاری کے اعمال میں شرکت کرنا چاہتے ہوں۔ کھاتے میں جمع رقوم کو پہلے سے طے شدہ شرائط کے مطابق فی الحقيقة حاصل شدہ منافع کا ایک حصہ دیا جائے گا۔“ مزید براں، اردنی اسلامی بینک پر لاگو قانون کی شق ۱۳ (الف) کے مطابق سرمایہ کاری کھاتوں میں جمع ہونے والی رقم کو بینک کے کل مالی وسائل کا جز تصور کیا جاتا ہے تاکہ ان کو سرمایہ کاری کے اعمال میں استعمال کیا جاسکے۔ ان کھاتوں کو مشترکہ سرمایہ کاری کھاتے کے نام سے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

موسوم کیا گیا ہے۔ پھر ان مشترکہ سرمایہ کاری کھاتوں کو تین قسموں میں بانٹا گیا ہے بچت کھاتے، اطلاعی کھاتے (Notice Account) اور خاص مدتی کھاتے (Account) (Fixed Term) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مشترکہ سرمایہ کاری کھاتوں میں جمع رقوم کی سرمایہ کاری وے ہونے والی آمدی کا حساب کتاب بینک کے دوسرے اعمال سے ہونے والی آمدی کے حساب کتاب سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔

محدود مدتی سرمایہ کاری کھاتے (Limited Period Investment Account)

ان کھاتوں کا تجربہ کویت فانس ہاؤس (بیت التمویل الکویتی) اور بحرین بینک کے ذریعہ کیا جا رہا ہے۔ ان کھاتوں میں جمع رقوم ایک مخصوص اور محدود مدت کے لئے قبول کی جاتی ہیں۔ مدت کا تعین کھاتہ دار اور بینک باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ مدت کے اختتام پر معاهدہ ختم ہو جاتا ہے لیکن منافع کی تقسیم مالی سال کے آخر میں کی جاتی ہے۔

غیر محدود مدتی سرمایہ کاری کھاتے:

یہ کھاتے محدود مدت سرمایہ کاری کھاتوں کے مقابلے میں یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ ان میں مدت کا تعین نہیں کیا جاتا۔ کھاتوں میں جمع رقم کی سرمایہ کاری کے لئے اس وقت تک مسلسل تجدید ہوتی رہتی ہے جب تک کہ تین ماہ کے نوٹس کے ذریعہ ان کو منسوخ نہ کر دیا جائے۔ اس قسم کے کھاتوں میں جمع رقوم میں نہ تو اضافہ کی اجازت دی جاتی ہے اور نہ ہی ان میں سے رقم نکالی

جاسکتی ہے لیکن کھاتہ داروں کو ایک سے زیادہ کھاتے کھولنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مالی سال کے ختم ہونے پر منافع کا حساب کتاب اور تقسیم عمل میں آتا ہے۔

مخصوص سرمایہ کاری کھاتے:

چند اسلامی بینکوں نے سرمایہ کاری کھاتوں کی بعض دوسری اسکیمیں وضع کرنے کی کوششیں بھی کی ہیں جن میں مخصوص سرمایہ کاری کھاتے (Specified Investment) بھی آتے ہیں۔ ان میں کھاتہ دار بینک کو ایک مخصوص رقم کسی خاص تجارت یا کسی خاص مشروع میں سرمایہ کاری کے لئے دیتے ہیں۔ اس صورت میں صرف اس مشروع سے حاصل شدہ منافع طے شدہ شرائط اور شرح کے مطابق بینک اور کھاتے دار کے درمیان تقسیم ہوگا اور اس کا بینک کے دوسرے اعمال کے نتائج سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

اس صورت میں بینک کھاتہ داروں کے وکیل کی حیثیت سے کام کرتا ہے اور اپنی خدمات کے لئے منافع کا ایک حصہ وصول کرتا ہے اس قسم کے سرمایہ کاری کھاتے اردنی بینک میں کھولے گئے ہیں۔

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

اسلامی کھاتے دار بینکوں کی بلنس شیٹ		جدول 1-2(الف)	
Assts اثاثے		ذمہ داریاں	Liabilities
Cash کیش		Capital سرمایہ	
Notes and coins ۱۔ نوٹس اور سکے			
Reserve in ۲۔ مرکزی بینک میں محفوظات central bank			
Reserve in ۳۔ دیگر بینکوں میں محفوظات other schedule bank			
Govt. Securities and other securities حکومتی تمسکات اور دیگر تمسکات		Reserves محفوظات	
Loan /Advances قرضوں کی فراہمی		Share Capital کھاتے	
Schedule banks ۱۔ دیگر کھاتے دار بینکوں کو		Interest on Advances قرض حسن کھاتے	
Others ۲۔ دیگر		Dividends on Equity بیع کھاتے و دیگر کھاتے	

دیگر ذمہ داریاں:

محفوظات اور دیگر کھاتوں سے متعلق اسلامی بینک کا مرکزی بینک سے تعلیق تو ہم تفصیل سے ہم اسلامی مرکزی بینک میں پہنچیں گے کہ اسلامی بینک مرکزی بینک میں کس بنیاد پر محفوظا ت رکھیں گے اور اس کے علاوہ تمسکات کی خرید و فروخت کیا طریقہ کا رہو گا۔

دیگر بینکوں سے تعلقات کیسے ہوں گے اسلامی بینک کن بنیادوں پر آپس میں تعلقات استوار کریں گے۔ جیسا کی جدید بینکاری کے باب میں دیکھا تھا کہ بینک اپنی فوری اور روزمرہ کی ضروریات کے لیے اپس میں سودی قرضوں کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اسلامی بینکوں کے لیے تجویز کیا گیا ہے کہ وہ اگر قرض لیں تو وہ صرف قرض حسن ہوگا۔ اور اگر دیگر صورت میں شراکت ہو۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک دن یا اس سے کم عرصے میں شراکت کا کیا طریقہ ہوگا اس پر کوئی نہت میری نظر سے نہیں گزری۔

اسلامی بینک کے اثاث (Assets) اور مالی وسائل کے استعمال کا طریقہ:

کرشل بینک چار قسم کے اثاثے قائم کرتا ہے ایک نقد اثاثے (Cash Assets) یا محفوظات (Reserves) ہوتے ہیں اور دوسرے تمسکات (Securities) ہوتے ہیں اور تیسرا اور اہم جزو قرضوں کی فراہمی (Loans) کا ہوتا ہے اور چوتھا جزو آپس میں کرشل بینکوں کے درمیان معابدوں یا محفوظات کی خرید و فروخت ہوتی ہے جیسا کہ جدول 1-2 میں دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں اسلامی بینک کے مالی وسائل کا استعمال کس طرح کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے سودی بینکاری میں دیکھا کہ مالی وسائل کے استعمال کا واحد ذریعہ سودی قرض دیتا ہے۔ جب کہ اسلامی بینک حرمت ربا کے باعث اس طریقہ کا استعمال نہیں کر سکتا اس لئے اسلامی بینکوں کو مالیاتی رسائی (Financing) کے لئے جو طریقہ اسلامی معيشت دانوں نے وضع کئے ہیں وہ سود سے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

پاک اور اسلامی تمویل کے اصولوں سے اخذ کئے گئے ہیں اور بڑے واضح طور پر ایک ایسا خاکہ مرتب کیا ہے جس پر عمل کر کے سودی لین دین سے نجات مل سکتی ہے۔ اس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ (۱۹۸۱) ایک کلیدی حیثیت کی حامل رپورٹ ہے۔

اسلامی معيشت دانوں نے جو ذریعہ تمویل وضع کئے ہیں اس میں دو تو شراکت کے ضمن میں ہیں، مضاربہ اور مشارکت، ایک قرض کے ضمن میں ہے، قرض حسن، اور باقی ذریعہ تمویل ہیں جو کہ زیادہ تر بچتے اور کرایوں کے معابردوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اول ذکر نفع و نقصان (Profit & Loss) میں شراکت کے معابردوں کو زیادہ تر اسلامی معيشت دانوں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ قابل اعتماد اور سود کی آمیزش سے پاک تبادل کے طور پر قبول کیا گئی۔ جب کہ آخر ذکر معابردوں کو کراہیت کے ساتھ قبول کیا گئے۔

شراکت کے معاملہ:

مضاربہ اور مشارکت

قرض حسن

آخر قابل ذکر بحثے اور کرایوں کے قابل ذکر معاہدہ ہے ہیں:

۲- ایجاد

٣- بیع سلم

٢- نتیجہ موَجِل

ا۔ مرادی

٥ - استئناف

(۱) قرض حسن اور سروس چار جز

اسلامی نقطہ نظر سے قرضوں پر سود لینا مننوج ہے بلکہ کسی بھی قسم کا اضافہ مالی صورت میں لینا

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

ناجائز اور حرام ہے۔ قرض دینے والا قرض خواہ کو اتنی ہی رقم واپس کرے گا جتنی اس نے لی ہے ایسے قرض کو قرض حسن کہتے ہیں۔ قرض حسن عام طور پر کسی مالی دشواری پر قابو پانے کے لئے اعانت کے عرض سے دیا جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہم اپنے پہلے ماذل میں دیکھ رہے ہیں کہ بینک کا بنیادی مقصد اپنے حصہ داروں اور کھاتے داروں کے لئے مناسب منافع کا حصول ہے اس صورتحال میں تین مشکلات کی نشاندہی اسلامی معيشت دان اور اسلامی نظریاتی رپورٹ کرتی ہے۔ ایک یہ کہ جب شریعت قرض پر کسی بھی اضافے کو قبول نہیں کرتے تو بینک اپنے اخراجات کیسے نکالے گا دوسرا یہ کہ اس طریقہ کار میں مالیاتی اداروں کو کوئی منافع نہیں ملے گا تو ان اداروں کا فرودغ نجی صورت میں کیسے ممکن ہوگا۔ اس کے علاوہ کھاتے داروں کو بھی کوئی منافع نہیں ملے گا تو پھر کون بینک میں رقم رکھوائے گا۔ اس کے علاوہ تیری مشکل کی نشاندہی اسلامی نظریاتی کنسل کی رپورٹ میں واضح طور پر ہے کہ یہ بات اسلامی تعلمات کے منافی بھی ہے کہ کھاتے دارجن کا تعلق غریبوں، بیواؤں، یتیموں سے ہوان کو اپنے بچتوں پر کوئی منافع نہ ملے مگر سرمایہ دار کوستے داموں سرمایہ فراہم ہو اور اس طرح امیر آدمی طاقتور اور غریب کمزور رہ جائے گا۔“

پہلی مشکل کا حل قرض حسن کی صورت میں کچھ قرض تودیتے ہیں اور ان قرضوں حق خدمت (Service charges) وصول کرتے ہیں۔ حق خدمت کے بارے میں اسلامی ترقیاتی بینک (Islamic Development Bank) نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم کی قائم کردہ اسلامی فقہاء کا دینی سے درج ذیل فتوی وصول کیا۔

کسی اسلامی بینک کے لئے قرضوں پر آنے والے انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لئے حق خدمت لینا جائز ہے لیکن اس صراحت کے ساتھ کہ حق خدمت اخراجات پر منی ہو جو واقعی کئے گئے ہیں۔ اگر حق خدمت واقعی اخراجات سے زیادہ وصول کیا جاتا ہے تو یہ ربا کی تعریف میں آئے گا اور اصلاً حرام ہوگا۔ اس لئے حق خدمت کا حساب لگانے میں بہت احتیاط سے کام لیا جانا چاہئے۔ فتویٰ کے مطابق حق خدمت مندرجہ ذیل طریقے سے نکالا جاسکتا ہے:

$$\text{حق خدمت (فیصد %)} = \frac{\text{سال کے دوران واقعی انتظامی اخراجات}}{\text{سال کے دوران اوسط اٹھائی}} \times 100$$

$$\text{اوسط اٹھائی} = \frac{\text{سال کے شروع میں اٹھائی} + \text{سال کے آزمیں اٹھائی}}{2}$$

اس حق خدمت کی وصولی واقعی طور پر تو آخر میں ہی نکالی جاسکتی ہے کیونکہ واقعی اخراجات سال کے دوران معلوم نہیں ہو سکتے۔ اس صورت میں یہ حل تجویز کیا گیا ہے کہ گذشتہ سال کے انتظامی اخراجات کی بنیاد پر حق خدمت کا تخمینہ لگایا جائے اور معاہدہ قرض میں یہ شق شامل کی جائے کہ سال گزرنے کے بعد حق خدمت دوبارہ واقعی اخراجات کی بنیاد پر معلوم کیا جائے گا اگر تخمینہ زیادہ ہوا تو بینک زائد رقم لوٹا دے گا اور اگر کم ہوا تو قرض دار سے فرق وصول کیا جائے گا۔

قرض حسن پر کیا جانے والا دوسرا عتراض یہ ہے کہ اس حد میں کون رقم جمع کروائے گا؟ اس کا شافی جواب خود اسلامی معيشت دان اپنے ”تجزیات“ میں دیتے ہیں کہ جدید بنکاری نظام میں بھی دیگر کھاتوں کے ساتھ جاری کھاتے بھی ہوتے ہیں جو قرض حسن کھاتوں کی طرح کوئی منافع یا

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

سود نہیں دیتے اور اس میں لوگ کمپنیاں اپنے کھاتے جمع کرواتی ہیں۔ چونکہ بینک کا ایک مقصد صرف نفع کمانا نہیں ہوتا بلکہ افراد کی جمع کی حفاظت بھی ہوتا ہے۔ چیک کے ذریعہ محفوظ تر سیل بھی بینک کے ذریعہ ممکن ہے۔ جب کہ تیرے ابہام کا جواب جو اسلامی معيشت دان دیتے ہیں وہ یہ کہ بینک اس کھاتے کو اس طرح استعمال کرتا ہے جیسے فیصل اسلامی بینک (مصر) اپنے کھاتے داروں کو جنہوں نے بینک میں جاری اور سرمایہ کاری کھاتے کھول رکھے ہیں غیر سودی قرض لینے کی سہولت دیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بینک بعض ضرورت مندوں جیسے طالب علموں کو بھی قرض حسن دیتا ہے۔ دوسری طرف اردنی اسلامی بینک معاشری طور پر کمزور لوگوں کو پیداواری مقاصد کے لئے قرض حسن دیتا ہے۔ ایران میں تجارتی بینکوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے وسائل کا ایک حصہ قرض حسن کے لئے مختص کر دیں تاکہ چھوٹے پیانے کے پیدا کاروں، کار اندازوں، کاشتکاروں، نیز ضرورت مند صافین کو قرض حسن دیا جاسکے۔ اس طرح قرض حسن سے غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد ہوگی رہا سوال ان غریبوں کا جو کہ بینک میں اپنی رقم رکھانا چاہتے ہیں تو ان کو شراکت کے تحت مضاربہ کھاتوں میں رقم رکھانی پڑے گی جاری کھاتوں میں قرض حسن کو عام طور پر اسلامی معيشت دان محدود پیانے پر استعمال کا مشورہ دیتے ہیں۔

قرض حسن چونکہ ایسا قرض ہے جس پر سود نہیں لیا جاتا ہے۔ بلکہ اس پر کوئی اضافی رقم حاصل ہی نہیں کی جاتی چاہے اس کے استعمال کے نتیجہ میں کاروباری فریق کو پیش فائدہ ہوگا۔ قرض حسن کو بحیثیت مالی وسائل کے استعمال کو محدود پیانے پر استعمال کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

اس پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں کہ حالانکہ اس کے استعمال کے ذریعہ مکمل طور پر شریعت کی پاسداری آسانی سے ممکن ہے مگر چونکہ اسلامی بینک کا جو خاکہ مرتب ہے اس میں بینک منافع

کے حصول پر کاروبار کرتا ہے اس لئے قرض حسن کا استعمال مخصوص حالات میں ہی ضروری ہے۔¹

مضاربت:

مضاربت کا استعمال بینک اور کاروباری فریق کے درمیان بہت زیادہ قابل اعتماد ذریعہ تمویل تصویب کیا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بینک مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاروباری فریق کو دے گا تو سرمایہ غیر محفوظ ہاتھوں میں چلے جانے کا خطرہ ہے کہ چونکہ کاروباری فریق بجیشیت مضارب نقصان کا ذمہ دار نہ ہو گا تو پھر وہ اتنی تنہی سے سرمایہ کا استعمال نہ کرے گا یا پھر گھپلہ بازی سے نقصان ظاہر کر کے بینک کو ناصرف نفع سے محروم کر دے گا بلکہ نقصان بھی بینک کے کھاتے میں ڈالے گا۔ اسی کی ظاہری وجہ یہ بتلاتی جاتی ہے کہ چونکہ اکثر اسلامی ممالک میں قوانین عدیہ اور معاشرہ غیر اسلامی بنیادوں پر کام کر رہا ہے اس لئے وہ رب المال کو تحفظ فراہم کرنے سے قاصر ہے اسی لئے جن چند اسلامی بینکوں نے مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کی ہے۔ اعمال کی تعداد یا سرمایہ کاری کی رقم کچھ زیادہ قابل لحاظ نہیں ہے۔

مضاربت کے استعمال کا ایک طریقہ اردنی اسلامی بینک نے کچھ اس طرح کیا ہے کہ یہ بینک مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کرتا ہے اس بینک کا قانون دو قسم کے مضاربت کی نشاندہی کرتا ہے ایک انفرادی مضاربت اور دوسرا مشترک مضاربت انفرادی مضاربت میں اردنی بینک کسی ایک فرد کمپنی کو مضارب بناتا ہے اور خود رب المال بن کرنے میں شریک ہو جاتا ہے۔ جبکہ مشترک مضاربت سرمایہ کارا اور بینک کے درمیان تسلسل کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ سرمایہ کارا پنا سرمایہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

ایک مخصوص فنڈ میں رکھتے ہیں جن کا استعمال بینک اپنے سرمایہ کاری کے اعمال میں کرتا ہے سرمایہ کار کو حاصل شدہ منافع کا ایک حصہ دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ اسکیمیں جن میں ان کا سرمایہ لگا ہو مکمل ہو چکی ہوں یا نہ ہوئی ہوں۔ دوسرا آخر ذکر طریقہ چونکہ مضاربہ کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا اس لئے اس کا استعمال بھی صحیح نہیں ہے۔

ایران میں مضاربہ کا طریقہ کافی درست نظر آتا ہے کہ بینک مضاربہ کے تحت خود تورب المال ہوتا ہے اور کاروباری فریق مضارب کی حیثیت کسی بھی پروجیکٹ میں قلیل شرکت دار ہوتا ہے۔ بینک بھیت رب المال کے پروجیکٹ کی تمام مالی ضروریات پوری کرتا ہے اور کار انداز پروجیکٹ کا انتظام و انصرام سنگھالتا ہے۔ اور منافع میں دونوں فریق پہلے طے شدہ نسبت سے حصہ دار ہوتے ہیں۔ ایران کے مالی حکام نے بینکوں کو ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ امداد بآہمی اداروں کو اپنے مضاربہ کے اعمال میں فوقیت دیں۔

نجات اللہ صدیقی (۱۹۸۳) اس کھاتے کی بابت بہت تفصیل سے لکھتے ہیں اور اوپر دئے گئے اس خطرہ کو کہ کیونکہ مضاربہ کے تحت کی گئی سرمایہ کاری کو محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ بینک کو مضاربہ کے تحت سرمایہ فراہم کرنے سے پہلے معاهدہ کر لینا چاہئے ہے کہ بینک مرکزی بینک کے زیر اہتمام اس بات کی پوری جانچ پڑتاں کرے گا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے ”کاروبار کی تفصیلات میں عدم مداخلت کا طریقہ اختیار کرنے کے باوجود بینک اس امر کی نگرانی کر سکے گا کہ کاروباری فریق بینک سے لئے ہوئے سرمایہ کا استعمال میں ایسی بے احتیاطی یا سوء تدبیر سے کام نہ لے جو آگے چل کر خسارہ پر منتج ہو۔ اسے کاروبار کے حسابات جانچنے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

اور کاروبار کی فیصلوں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ البتہ اس پر راز چھپانے اور کاروبار کے مفاد کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے کی ذمہ داری بھی عائد ہوگی۔

معمولات کی صفائی کے لئے ضروری سمجھا جائے کہ گرانی سے متعلق تفصیلات کو معاملہ کی شرائط میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ بے احتیاطی اور سوتدمبیر کی ان صورتوں صراحةً بھی معاملہ میں کی جاسکتی ہے جن میں بینک کو معاملہ فتح کرنے کا اختیار ہوگا۔ مناسب ہوگا کہ معاملہ کی جو دفعات تمام بینکوں کے لئے اہم ہوں مثلاً کاروبار کے حسابات کی جانچ، ان کی گرانی مرکزی بینک کی جانب سے اس کے مقرر کردہ افسروں کے ذریعہ ہو۔ سوتدمبیر یا بے احتیاطی کی وہ صورتیں بھی از روئے قانون متعین ہونی چاہئیں جن میں بینک کو معاملہ فتح کرنے کا اختیار دیا جائے گا اگر معاملہ کسی متعین مدت کے لئے کیا گیا ہو اور مدت پوری ہونے سے پہلے ہی بینک کاروباری فریق کے سوتدمبیر یا بے احتیاطی کی بنا پر فتح کرنا چاہے تو اسے از روئے ضابطہ اس امر کا مکلف بنا ناچاہئے کہ متعلقہ افسروں یا کسی غیر جانب دار ٹریبوٹ کو اس بات سے مطمئن کرے کہ کاروباری فریق سوتدمبیر یا بے احتیاطی کا مرتكب ہوا ہے۔ یہ افسر ٹریبوٹ کاروباری فریق کے عذات سننے کے بعد کوئی فیصلہ دے جس کی تعمیل دونوں فریقوں کے لئے ضروری ہو۔ قانونی تحفظات کے ذریعہ اس بات کا اہتمام کیا جائے گا۔ بینکوں کو کاروباری فریقوں سے ان کا دیا ہوا سرمایہ وقت مقررہ پر حساب کے مطابق مع نفع یا نقصان واپس مل جاسکے، بینک کاروباری فریقوں کو سرمایہ دیتے وقت ان سے ضمانت لینے کا طریقہ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ ضمانت میں کاروباری اداروں کے اثنائے، غیر منقولہ املاک اور بینکوں اور اونچی ساکھ کے کاروباری اداروں کے تحریری کفالت نامے قبول کئے جاسکیں گے۔

آگے چل کر مزید تفصیلات میں اس بابت لکھتے ہیں کہ کاروباری فریق شرکت کے اس

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

معاہدہ کے بعد دیگر ذرائع سے قرض، شراکت کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس بات کے حامی ہیں کہ وہ تصریح المیعات (Short Term) قرضہ میں مکمل طور پر المفہومات (Long Term) قرضہ لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ کاروباری فریق مضاربہ کے اصولوں پر دوسرے اصحاب سرمایہ سے سرمایہ حاصل کر سکتا ہے اپنا ذاتی سرمایہ بھی لگا سکتا ہے کاروبار کی مجموعی سرمایہ کے حدود میں رہتے ہوئے ادھار مال خریدنے اور فروخت کرنے کی اجازت ہوگی۔ کاروبار کی تفصیلات میں کاروباری فریق کو آزاد چھوڑنا چاہئے مگر کاروبار کی نوعیت اصولاً طے کر لینی چاہئے ہیں یہ تو وہ صورتیں یا تحفظات تھے جو غیر اسلامی معاشرہ میں بینکوں اپنے سرمائے کو محفوظ بنانے کے لئے رکھئے پڑیں گے۔ ان ہی تحفظات کی پیچیدگیوں کے پیش نظر اکثر معیشت دان مضاربہ کو عملی طور پر قابل قدر ذریعہ تمویل نہیں سمجھتے۔

اس ذمن میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ نفع کی تقسیم میں چونکہ کاروباری فریق بینک کے مضاربہ سرمائے کے ساتھ دیگر شراکت سرمائے، طویل المیعاد قرض بھی شامل کر سکتا ہے۔ چونکہ کاروباری فریق کو کاروبار کے شروع میں اور کاروبار کی وسعت کے لئے درمیان میں بھی سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں نفع کی تقسیم مختلف مثالوں سے وضع کر دی گئی ہیں۔

بینک اور کاروباری فریق کے درمیان نفع کی تقسیم:

اب ہم بینک اور کاروباری فریق کے درمیان نفع کی تقسیم کا اصول واضح کرنے کے لئے مختلف مثالیں دیں گے۔ مختلف صورتیں ممکن ہیں، جن میں بعض درج ذیل ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق صرف بینک سے حاصل کردہ سرمایہ سے کاروبار کر رہا ہواں کاروبار میں کوئی اور سرمایہ نہ لگایا گیا ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ اسی کاروبار میں اپنا ذاتی سرمایہ بھی لگا رکھا ہو۔

تیسرا صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کاروبار میں اپنی ذمہ داری پر قرض لے کر مزید سرمایہ لگایا ہو۔

چوتھی یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ کسی اور صاحب سرمایہ سے مضاربہ کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کر کے اسی کاروبار میں لگا رکھا ہو۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے جس کاروبار میں بینک سے مضاربہ کے اصول پر سرمایہ لے کر لگایا ہو وہ کاروبار کسی اور کاروباری فریق کے ساتھ شرکت میں کر رہا ہوا اور اس کاروبار میں بینک کے فرائم کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کے شریک کا سرمایہ بھی لگا ہوا ہو۔

آخری صورت یہ ہے کہ مذکورہ بالا مختلف صورتیں ایک ساتھ پائی جائیں۔ یعنی جس کاروبار میں بینک سے حاصل کردہ سرمایہ لگایا جا رہا ہواں میں کاروباری فریق کا ذاتی سرمایہ، اس کے شریک کاروبار کا سرمایہ اور کسی دوسرے صاحب سرمایہ سے مضاربہ کے اصول پر حاصل کیا ہوا

سرمایہ بھی لگایا گیا ہو۔

ذیل میں ان تمام صورتوں میں نفع کی تقسیم اور نقصان کی ذمہ داری مختصرًا واضح کی جائے گی۔ واضح رہے کہ ان تمام صورتوں میں بینک سے حاصل کردہ سرمایہ مضاربہ کے اصول پر حاصل کیا گیا ہے نہ کہ مشارکت کے اصول پر۔ تمام صورتوں میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ بینک سے رقم اس شرط پر حاصل کئے گئے ہیں کہ اس سرمایہ سے حاصل ہونے والے نفع کا نصف بینک کو ملے گا اور نصف کاروباری فریق کو۔

۱۔ پہلی صورت میں اگر کاروبار میں دس ہزار روپیہ کا نفع ہوتا ہے تو اس سے پانچ ہزار کاروباری فریق کے ملے گا اور باقی پانچ ہزار مع ایک لاکھ اصل سرمایہ کے بینک کو واپس مل جائے گا۔ اگر اس کاروبار کے نتیجے میں دس ہزار کا نقصان ہوتا ہے اور سرمایہ گھٹ کرنے والے ہزار رہ جاتا ہے تو بینک کو صرف نوے ہزار واپس ملے گا یعنی دس ہزار روپے کا پورا نقصان بینک کو برداشت کرنا ہوگا۔ کاروباری فریق کو نہ کچھ ملے گا، نہ اس سے کچھ لیا جائے گا۔ اگر بینک نے نفع کی تقسیم کے لئے کوئی اور نسبت طے کی ہو، مثلاً بینک حصہ ۲۰ فیصد اور کاروباری فریق کا حصہ ۲۰ فیصد یا اس کے برعکس، تو نفع کی تقسیم طے شدہ نسبت کے مطابق ہوگی۔ مگر نقصان کی صورت میں سارا نقصان اصول پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ بینک اور کاروباری فریق کے درمیان معاہدہ مضاربہ میں نفع کی تقسیم کے لئے کیا نسبتیں طے پائی ہیں۔

۲۔ دوسری صورت میں کاروباری فریق بینک سے حاصل کردہ ایک لاکھ کے علاوہ اپنے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

پاس سے بھی ایک لاکھ کا سرمایہ لگاتا ہے اور دو لاکھ کے سرمایہ سے کاروبار کرتا ہے۔ فرض کیجئے کہ اس کاروبار میں بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے۔ اس نفع کو پہلے مجموعی سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا، پھر بینک کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے نصف بینک کو دیا جائے گا، باقی نفع کاروباری فریق کو ملے گا۔ چنانچہ پندرہ ہزار کاروباری فریق کا حصہ نفع ہوگا۔ اور پانچ ہزار بینک کا حصہ نفع ہوگا۔ بینک کو اس کا دیا ہوا سرمایہ واپس مل جائے گا اور کاروباری فریق اپنا لگایا ہوا سرمایہ واپس پائے گا۔ کاروباری فریق کو جو پندرہ ہزار نفع ملا ہے اس میں سے دس ہزار اس کے اپنے سرمایہ کا نفع ہے اور پانچ ہزار بینک سے حاصل کئے ہوئے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے اس کا حصہ ہے جو اس سرمایہ کے ذریعے کامیابی کے ساتھ کاروبار کے صلے میں اسے ملا ہے۔

اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نقصان ہو تو دس ہزار کا نقصان بینک برداشت کرے گا اور دس ہزار کا نقصان کاروباری فریق برداشت کرے گا۔ جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے نقصان سرمایہ میں کی کا نام ہے اور اسے اصحاب سرمایہ اپنے سرمایہ کی مقدار کی نسبت سے برداشت کرتے ہیں۔

۳۔ تیسری صورت میں کاروباری فریق بینک سے حاصل کردہ ایک لاکھ کے علاوہ ذاتی ذمہ داری پر قرض لے کر ایک لاکھ کا مزید سرمایہ کاروبار میں لگاتا ہے۔ کاروبار کے نقطہ نظر سے اس سرمایہ کی حیثیت اس کے ذاتی سرمایہ کی ہوگی اور نفع و نقصان مذکورہ بالا دوسری صورت کے مطابق تقسیم پائے گا۔ کاروبار میں نفع ہو یا نقصان، قرض کی واپسی کی ذمہ دار کاروباری فریق ہوگا۔ اگر کاروبار کے نتیجے میں دو لاکھ کا سرمایہ بڑھ کر دو لاکھ میں ہزار ہو جائے۔ یعنی بیس ہزار کا نفع ہو، تو ایک لاکھ پانچ ہزار بینک کو ملیں گے اور ایک لاکھ قرض واپس کر دیتے کے بعد پندرہ ہزار کاروباری

فریق کا نفع شمار ہوگا۔ اگر کاروبار میں خسارہ ہو اور دولاکھ کا سرمایہ گھٹ کر ایک لاکھ اسی ہزار رہ جائے تو بینک کو نوے ہزار واپس ملیں گے اور باقی نوے ہزار میں دس ہزار اپنے پاس سے ملا کر کاروباری فریق کو اپنا لیا ہوا قرض ادا کرنا ہوگا۔ قرض کی ادائیگی کا ذمہ دار کاروباری فریق ہے، بینک اس کی اس ذمہ داری میں شریک نہیں۔

۳۔ چوتھی صورت میں بینک سے حاصل کئے ہوئے ایک لاکھ اور کاروباری فریق کے ایک لاکھ کے علاوہ کسی دوسرے صاحب سرمایہ سے ایک لاکھ روپیہ مضاربہ کے اصول پر حاصل کئے گئے ہیں اور کاروبار تین لاکھ کے سرمایہ سے کیا جا رہا ہے۔ فرض کیجئے کہ اس صاحب سرمایہ سے بھی یہی طے پایا ہے کہ اس کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں نصف کاروباری فریق کو ملے گا اور نصف صاحب سرمایہ کو۔ اگر اس کاروبار میں تیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے بیس ہزار کاروباری فریق کو ملیں گے، پانچ ہزار بینک کو اور پانچ ہزار صاحب سرمایہ کو۔ بینک، کاروباری فریق اور صاحب سرمایہ کو اپنے اصل سرماں بھی واپس مل جائیں گے۔ تقسیم کا اصول اس صورت میں بھی یہی ہے کہ پہلے مجموعی نفع کو مجموعی سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ پھر بینک اور دوسرے صاحب سرمایہ کے سرمایوں پر آنے والے نفع میں سے کاروباری فریق کا حصہ طے شدہ شرط کے مطابق نکالا جائے گا۔ اگر مضاربہ کے معاملہ میں نفع کی مساوی تقسیم کی جائے کوئی دوسرا نسبت طے پائی ہو تو اس کے مطابق حصہ نکالا جائے گا۔

اس کاروبار میں اگر تیس ہزار کا نقصان ہو تو یہ نقصان تیوں سرمایوں پر ان کی مقدروں کی نسبت سے تقسیم پائے گا۔ بینک کاروبار فریق اور دوسرے صاحب سرمایہ ہر ایک کو اپنے سرمایوں میں دس ہزار کا نقصان ہوگا اور ہر ایک کو صرف نوے ہزار واپس ملیں گے۔ بینک اور دوسرے

صاحب سرمایہ کے نقصان کا کوئی حصہ کاروباری فریق کو نہیں برداشت کرنا ہوگا۔

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق بینک سے مضاربہ کے اصول پر ایک لاکھ روپے حاصل کرے اور بینک کی اجازت سے، اس سرمایہ کے ذریعے ایک دوسرے کاروباری فریق کے ساتھ شریک کا معاهدہ کرے۔ دوسرا کاروباری فریق بھی ایک لاکھ کا سرمایہ لگاتا ہے اور کاروبار کے نفع میں وہ برابر کے شریک ہوں گے۔ بینک اور کاروباری فریق کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ کاروباری فریق کو جو نفع ہوگا اس کا نصف بینک کو ملے گا اور نصف کاروباری فریق کو۔ اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے دس ہزار دوسرے کاروباری فریق کو ملیں گے جس نے شرکت کے اصول پر ایک لاکھ کا سرمایہ فراہم کیا ہے اور پانچ ہزار کاروباری فریق کو ملیں گے جس نے بینک کے سرمایہ کے ذریعے شرکت میں کاروباری جدوجہد انعام دی ہے۔

اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نقصان ہوتا تو دس ہزار کا خسارہ بینک کو برداشت کرنا ہوتا اور دس ہزار دوسرے کاروباری فریق کو جس نے شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا تھا۔ پہلے کاروباری فریق کو، جس نے سرمایہ نہیں لگایا ہے، نقصان نہیں برداشت کرنا پڑتا۔ البتہ وہ اپنی کاروباری جدوجہد کا کوئی صلہ بھی نہ پاتا۔

مذکورہ بالا صورت میں یہ بالکل جائز ہوتا ہے کہ پہلے کاروباری فریق اور اس کے شریک کے درمیان سرمایہ کی مساوات کے باوجود، یہ طے پاتا کہ نفع میں سے پہلے کاروباری فریق کو ایک تھائی ملے گا اور اس کے شریک کو دو تھائی ہر صورت میں بینک کو اس نفع میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق حصہ ملتا ہے جو کاروباری فریق کے مجموعی نفع میں سے بچپاس فیصد دوسرے کاروباری شریک

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

نسبت کے مطابق حصہ ملتا جو کاروباری فریق کو اپنے شریک سے ازروئے معادہ ملتا۔ یہ بھی درست ہوتا ہے کہ معادہ س شرط پر کیا جاتا کہ کاروباری فریق کو اپنے شریک سے ازروئے معادہ ملتا۔ یہ بھی درست ہوتا ہے کہ معادہ اس شرط پر کیا جاتا کہ کاروبار کے مجموعی نفع میں سے پچاس فیصد دوسرے کاروباری شریک کو پچیس فیصد بینک کو اور پچیس فیصد بینک سے مضاربہ پر سرمایہ حاصل کرنے والے فریق کو ملے گا۔ یہ فیصد حصے سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں جو اس مثال میں مذکور ہیں۔

۶۔ آخری صورت کی مختلف مثالیں ممکن ہیں کیونکہ یہ صورت پہلی چند صورتیں کو باہم ملانے سے بنتی ہے۔ نفع کی تقسیم کا اصول سمجھنے کے لئے ذیل کی ایک مثال کافی ہوگی۔

کاروباری فریق نے ایک لاکھ کا سرمایہ خود لگایا ہے اور ایک لاکھ کا سرمایہ اس کے شریک کاروبار عمر نے لگایا ہے۔ مشترکہ کاروبار کی جانب سے مضاربہ کے اصول پر ایک لاکھ روپے بینک سے حاصل کئے گئے ہیں اور ایک لاکھ روپے ایک دوسرے صاحب سرمایہ زید سے حاصل کئے گئے ہیں۔ بینک اور زید سے یہ طے پایا ہے کہ ان کے فراہم کردہ سرمایوں پر آنے نفع کا نصف انہیں ملے گا اور نصف کاروبار کرنے والوں کو۔ کاروباری فریق اور عمر کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ وہ مشترکہ کاروبار کے مجموعی منافع میں برابر کے شریک ہوں گے۔ یہ مشترکہ کاروبار چار لاکھ کے مجموعی سرمایہ سے کیا جاتا ہے۔ اگر کاروبار میں چالیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو بینک کو پانچ ہزار، زید کو پانچ ہزار، عمر کو پندرہ ہزار اور کاروباری فریق کو پندرہ ہزار ملیں گے۔ نفع کی تقسیم کا اصول یہ ہے کہ پہلے کل نفع کو کل سرمایہ پر تقسیم کیا گیا۔ پر ایک لاکھ پر دس ہزار کا نفع ہوا۔ معادہ مضاربہ کے مطابق زید اور بینک کو اس نفع کا نصف یعنی پانچ ہزار فی کس ملا، باقی تیس ہزار مشترکہ کاروبار کے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

مجموعی منافع ہیں جو حسب معاہدہ عمر اور اس کے شریک کاروبار کے درمیان مساوی طور پر تقسیم پائے۔ اس کاروبار میں اگر چالیس ہزار کا خسارہ ہوتا تو یہ خسارہ بینک، زید، عمر اور کاروباری فریق کو برداشت کرنا ہوتا کیونکہ ان کے سرمائے برابر ہیں۔

بینک کے نقطہ نظر سے ان تمام صورتوں میں جو چیز مشترک ہے وہ یہ ہے کہ اگر کاروبار میں نقصان ہو تو بینک کو اپنے فرائم کردہ سرمایہ کے حصے میں آنے والے نقصان کو پورا کاپورا برداشت کرنا ہوگا۔ اگر کاروبار میں نفع ہو تو بینک کو اپنے سرمایہ کے حصے میں آنے والے نفع میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق کاروباری فریق کا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ مذکورہ بالامثال لیں ہم نے صرف یہ واضح کرنے کے لئے دی ہیں کہ اس اصل پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ جس کاروباری فریق کو بینک نے مضاربہ کے اصول پر سرمایہ فرائم کیا ہے۔ اس کاروبار کی نوعیت اور وسعت کیا ہے۔ یعنی اس میں دوسرے سرمائے بھی لگے ہوئے ہیں یا نہیں۔

مذکورہ بالا صورتوں میں کاروباری فریق کی طرف سے لئے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ نفع اور نقصان کا حساب لگانے سے پہلے یہ قرضے ادا کر دینے جائیں گے اور نفع اور نقصان کے حساب میں ان قرضوں کو کاروبار کے سرمایہ میں نہیں شامل کیا جائے گا۔ نفع یا نقصان کا فیصد صرف اصل سرمایہ اور طویل المیعاد قرض کی بنیاد پر معلوم کیا جائے گا جیسا کہ ہم اور واضح کر چکے ہیں۔ تھوڑی مدت کے لئے، لئے جانے قرضوں کی حیثیت روزمرہ کے ادھار لین دین کی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ادھار لین دین سے کاروبار کو وسعت حاصل ہوتی ہے اور نفع کا امکان بڑھتا ہے۔ لیکن یہ ادھار لین دین اس اصل سرمایہ کی بنیاد پر اور اسی کے بھروسے پر کیا جاتا ہے جو کاروبار کا اصل سہارا ہوتا ہے۔ نفع و نقصان کا حساب اسی اصل سرمایہ کی بنیاد پر کیا

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

جاتا ہے۔ یہی حال تھوڑی مدت کے لئے، لئے جانے والے (عموماً چھوٹی مقدار کے) قرضوں کا ہے۔ ان کی بدولت کاروبار کو وسعت حاصل ہوتی ہے اور نفع کمانے کے موقع بڑھتے ہیں۔ لیکن نفع و نقصان کا حساب کرتے وقت ان کو ”سرمایہ“ میں نہیں شامل کیا جائے گا۔

بینک کی جانب سے اپنے سرمایہ کے ذریعے دوسرے سرمایہ کاروباری افراد اور اداروں کے ساتھ شرکت کی صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ اس کاروبار میں بینک اور اس کے شریک کے سرمایوں کے علاوہ مضاربہ پر حاصل کیا ہوا سرمایہ، شرکت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ، یا طویل المیعاد قرض سرمایہ شامل ہو۔ ان تمام صورتوں میں نفع کی تقسیم کا اصول مختلف مثالوں کے ذریعے واضح کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مذکورہ بالآخر صورت پر غور کرنے سے بھی یہ اصول آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جو کاروبار شرکت عنان کے اصول پر کیا جا رہا ہوا اور اس میں مضاربہ اور قرض سرمایہ بھی تمام شرکاء کی رضامندی سے حاصل کر کے لگایا گیا ہوا اس کے مجموعی منافع میں سے پہلے مضاربہ اور قرض سرمایہ بھی تمام شرکاء کی رضامندی سے حاصل کر کے لگایا گیا ہوا کے مجموعی منافع میں سے پہلے مضاربہ پر سرمایہ فراہم کرنے والوں کو ان کا حصہ نفع ادا کیا جائے گا۔ پھر باقی نفع شرکاء کاروبار میں طے شدہ نسبتوں کے مطابق تقسیم پائے گا۔ نقصان کی صورت میں وہ قرض جو مشترکہ کاروبار کی جانب سے لیا گیا تھا پورے کا پورا ادا کیا جائے گا۔ مضاربہ کے سرمایوں کو صرف اسی قدر کی کے ساتھ واپس کیا جائے گا جو مجموعی سرمایہ کو کل سرمایہ شرکت، مضاربہ اور قرض کی بنیادوں پر حاصل کردہ سرمایہ پر تقسیم کرنے سے مضاربہ کے سرمایہ کے حصے میں آتا ہو، باقی خسارہ مشترکہ کاروبار کا خسارہ ہو گا جسے شرکاء اپنے فراہم کردہ سرمایوں کی نسبت سے برداشت کریں گے۔ ہماری تجویز کے مطابق بینک کسی ایسے کاروبار میں

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

شرکت پر سرمایہ نہیں لگائے گا جس میں طویل المیعاد قرض سرمایہ بھی لگایا جا رہا ہو۔ اس لئے شرکت کے سرمایہ کے علاوہ صرف مضاربہ پر حاصل کیا ہوا سرمایہ لگایا جائے گا جس کے نفع اور نقصان کی تقسیم کا اصول مذکورہ بالآخری صورت میں واضح کیا جا چکا ہے۔ شرکت کی جانب سے لئے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کا حکم دہی ہے جو اور پرمضاربہ کی صورت میں واضح کر دیا گیا ہے۔

مشارکت:

مشارکت کا بنکاری میں استعمال سے پہلے اس کی تعریف اور اقسام کو دیکھتے ہیں کہ ہمارے قدیم فقہائے کرام نے اس کی کیا تعریفیں کیا ہیں اور کیا اقسام بتائے ہیں اور ہمارے جدید فقہائے کرام اور اسلامی معيشت دانوں نے اس کو اس طرح جدید بنکاری میں استعمال کیا ہے۔

مشارکت کی تعریف:

”مشارکت ایک ایسا ذریعہ تمویل ہے جس میں شراکت کرنے والے ناصرف سرمایہ لگاتے ہیں بلکہ وہ کاروبار میں عملی طور پر شریک بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ پہلے سے طے شدہ تناسب سے نفع کے حصہ دار بھی ہوتے ہیں اور سرمایہ کے تناسب سے نقصان برداشت بھی کرتے ہیں۔“

جدید اسلامی بنکاری میں مضاربہ اور مشارکت میں فرق میں ڈاکٹر اوصاف احمد لکھتے ہیں کہ مضاربہ اور مشارکت میں فرق یہ ہے کہ بینک مشارکت میں سو فیصد سے کم تمویل فراہم کرتا ہے۔ اس طریقہ تمویل میں ایک یا ایک سے زائد افراد کسی مشروع کے لئے سرمایہ حاصل

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کرنے کے عرض سے اسلامی بینک کے پاس آتے ہیں بینک دوسرے کاروباری افراد کے ساتھ مل کر پروجیکٹ کے لئے درکار پورے سرمائے کا بندوبست کرتا ہے۔ بینک اور دوسرے تمام شرکاء کو پروجیکٹ کے لئے انتظام و انصرام میں شامل ہونے کا حق ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شریک چاہے تو اپنے اس حق سے دستبردار ہو سکتا ہے۔ نفع ایسے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا جو سب کی رضامندی سے پہلے سے طے شدہ ہو۔ لیکن نقصان میں سب اسی تناسب سے شریک ہوں گے جو ان کے لگائے سرمائے کے درمیان ہوا (او صاف ۱۹۹۶)۔

مشارکت اپنی حیثیت میں جدید بنکاری میں راجح جوانہ و نچر (Joint Venture) سے بہت قریب ہے۔ اس لئے یہ اسلامی بنکاری نظام میں کافی مقبول ہے اسلامی بنکاری نظام میں شراکت کسی دو اقسام کافی مقبول ہیں۔

۱۔ مستقل مشارکت

۲۔ مشارکت متقاضہ

۱۔ مستقل مشارکت:

اس طریقہ میں اسلامی بینک مختلف کمپنیوں کے حصہ میں اپنا سرمایہ لگاتے ہیں اور اپنے سرمائے کے تناسب میں سے حصہ لیتے ہیں اس طرح کی شراکت میں معاهدہ جب تک جاری رہتا ہے۔ جب تک شرکاء چاہیں۔

۲۔ مشارکت متناقصہ:

اس طرح کی شرکت میں شریک غالب کا حصہ بدرجہ کم ہوتا جاتا ہے اور بالآخر صفر ہو جاتا ہے جبکہ دوسرا شریک پروجیکٹ کا مالک بن جاتا ہے۔ عملی طور پر اردنی اسلامی بینک نے مشارکت متناقصہ کو تجارتی اور رہائشی عمارتوں کی تعمیر میں سرمایہ فراہم کرنے کے لئے کافی کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ ان منصوبوں کو اس بنیاد پر سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے۔ بینک کو شرکت دار کی حیثیت سے خالص منافع (Net Profit) کا ایک حصہ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ رأس المال کی ادائیگی کے لئے دوسرا حصہ دیا جاتا ہے۔ جب بینک کی دی گئی رقم پوری ہو جاتی ہے تو فریق ثانی پروجیکٹ کا مکمل مالک بن جاتا ہے اور بینک کا کوئی دعویٰ باقی نہیں رہتا۔

مشارکت متناقصہ اسلامی تمویل میں تجارتی اور رہائشی عمارتوں کی تعمیر کے لئے کافی قابل عمل شرکت ہے۔ اردنی اسلامی بینک نے مشارکت متناقصہ کو اس طرح استعمال کرتا ہے کہ بینک اس بنیاد پر سرمایہ فراہم کرتا ہے کہ بینک بھیت شرکت دار کے خالص منافع (Net Profit) کا ایک حصہ لیتا ہے اور اس کے ساتھ رأس المال کی ادائیگی کے لئے اس کو دوسرا حصہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح جب بینک کی دی ہوئی رقم پوری ہو جاتی ہے تو فریق ثانی پروجیکٹ کا مکمل مالک بن جاتا ہے اور بینک کا کوئی دعویٰ اس پروجیکٹ پر باقی نہیں رہتا۔ مشارکت اور مضاربہ کے فرق کو اگر بینکاری نظام میں دیکھیں تو عملی طور پر اس کو بھی نفع/نقصان کھاتے (PLS Account) میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس میں اور مضاربہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں نقصان کی صورت میں تینوں فریقوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور یہ کہ بینک کے حصہ دار یا کھاتہ دار بھی کاروبار میں

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

عملی طور پر شریک ہوں ناممکن ہے اور نہ اس کیا جا رہا ہے (او صاف ۱۹۹۶) ۔

جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ بینک میں اسلامی تمویل میں شراکت کے تحت مضاربہت زیادہ مقبول ہے اور شراکت میں چونکہ یہ شرط کہ کھاتہ دار بھی کاروبار میں شریک ہوں بالکل ناممکن ہے اس لئے اس ابہام کو دفع کرنے کے لئے مضاربہت کو استعمال کیا جاتا ہے ۔ یا اس کے علاوہ ایک اور شراکت کی قسم جو کہ جدید معیشت دانوں کا اجتہاد ہے وہ مشارکہ ہے ۔ مشارکہ مضاربہت اور مشارکت کے باہم جمع ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ بینک کے حصہ دار باہم مشارکت کرتے ہیں جبکہ بینک کے کھاتہ دار مضاربہت کے اصول پر سرمایہ کاری کرتے ہیں تو اب دونوں کے سرمائے مل کر مشارکہ بن گیا ۔ اس لئے بینک میں عام طور پر نہ مضاربہت پائی جاتی ہے نہ مشارکت بلکہ اس کی بیچ کی چیز مشارکہ پائی جاتی ہے ۔ اسی لئے اسلامی معیشت دان یا اس کی کو کہ کھاتہ دار کاروبار میں شریک نہ ہوں تو وہ مضاربہت کھاتے میں رقم جمع کروائیں اور پیلک چاہے تو مضاربہت کی بنیاد پر یا مشارکت کی بنیاد پر کاروباری فریق سے شراکت کا معاهده کر سکتی ہے ۔

اب تک ہم نے شراکت اور قرض حسن کے طریقوں کو بینک کے لئے ذریعہ تمویل کے طور دیکھا کہ موجودہ دور میں اسلامی بنکاری ان سے کس طرح استفادہ اٹھا رہی ہے ۔

اب ہم دوسرے طریقہ تمویل کا جائزہ لیتے ہیں جو کہ زیادہ تر بیچنے اور کرایوں کے معاملوں میں استعمال ہوتا ہے ان میں قابل ذکر طریقہ کاریہ ہیں :

۵۔ استناء (Leasing) ۶۔ ایجارہ یا ایجار (Leasing)

مرا بحہ یا (Sale for Markup)

بیع کی تمام شکلوں کی طرح مرا بحہ بھی دوافراد کے درمیان اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ اسلامی بنکاری نے اس طریقہ کو اپنے یہاں تبادل اسلامی طریقہ تمویل کے طور پر راجح کیا۔ شرکت کے امور میں واقع پیچیدگیوں سے مبدأ یہ نظام آسانی سے بنکاری نظام میں بڑی تبدیلی کے بغیر راجح ہو جاتا ہے اس لئے ایک اندازہ کے مطابق اسلامی بینکوں کے مالیاتی اعمال سے ۸۰ فیصد تک مرا بحہ مشتمل ہیں۔ مرا بحہ کے جواصول فہرست کرام وضع کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

جب بیع کا معاملہ ہو مذکورہ شے بیچنے والے کی ملکیت میں ہو۔ ☆

شے بیچنے والا اس شے کو کتنے داموں میں خریدتا ہے اس سے لینے والے کو آگاہ کرے۔ ☆

اور اس سے بھی آگاہ کرے کہ وہ اس پر کتنا منافع لے گا۔ ☆

اگر پہلے خریدار نے اشیاء کی خریداری کے بعد اس پر کچھ اور مصارف کئے ہوں۔ مثلاً مدت پر نقل و حمل پر یا کسی اور مصرف میں تو اس کو بھی قیمت میں لگانا چاہتا ہو تو وہ الگ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

سے اس کی صراحةً کرے اور یہ بتائے کہ اصل قیمت اتنی تھی اور فلاں فلاں مد میں خرچ ہوئی اور اب اس کی مجموعی رقم پر وہ اتنا نفع طلب کرتا ہے۔

نفع کی شرح یا فارمولہ پہلے سے طے اور متعین ہونا ضروری ہے۔ ☆

مرا بحہ جو کہ اسلامی بنکاری میں سودی لین دین کے مقابلہ میں کافی مقبول ذریعہ تمویل ہے۔ جبکہ اسلامی تاریخ میں یہ زیادہ مقبول ذریعہ تمویل کبھی بھی نہیں رہا۔

اس کی وجہ یہ کہ مرا بحہ کا استعمال سودی طریقہ سے کافی مماثل رکھتا ہے اور اس کی اوپر دی گئی شرائط پر عمل کرنا بنکاری نظام میں بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے خود اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ میں صراحت سے ذکر ہے کہ ایسے ذریعہ تمویل زیادہ تر سود کو پچھلے دروازہ سے داخل ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ اور حیلے اور بہانے سے سود کی گنجائش پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں خاص کر کہ جب معاشرہ بھی غیر اسلامی ہو۔

مرا بحہ کا استعمال بنکاری نظام میں کس طرح ہوتا ہے تو اس کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ اگر کوئی بیوپاری یا صنعت کار جو بینک کا گاہک ہو وہ کوئی شے مثلاً مشینری، خام مال وغیرہ خریدنا چاہتا ہے۔ گاہک بینک کے پاس جاتا ہے اور مشینری کی خریداری کے لئے پیسہ مانگتا ہے۔ بینک پیسہ دینے کے بجائے مذکورہ شے کی صفات بازار میں موجودہ قیمت اور فراہم کارروں (Suppliers) کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے۔ یہ کام بینک خود بھی کر سکتا ہے اور اپنے کسی ایجنسٹ سے بھی کر واسکتا ہے۔ یہ تمام معلومات بینک گاہک کو فراہم کرنے کے ساتھ بینک

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

درکار شے کی قیمت بعد منافع کے گاہک کو بتادیتا ہے۔ اگر گاہک تمام شرائط سے متفق ہو جاتا ہے تو گاہک بینک سے مراجحہ اعمال مکمل کرنے کی ایک درخواست کرے گا۔ بعض حالات میں معلومات اکھٹی کرنے کی ذمہ داری خود گاہک کو سونپی جاسکتی ہے اس صورت میں بینک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ معلومات کو جوں کا توں قبول کر لے یا اپنے ذرائع سے ان کی تصدیق کرائے۔ معاملہ ہونے کے بعد بینک مذکورہ شے کو بازار سے خریدے گا اور اس کی نقدادا یگی کرنے کے بعد اس کی ملکیت اپنے ذمہ لے لے گا۔ اگر مذکورہ شے کی رجسٹریشن ضروری ہے (جیسے کار و مکان وغیرہ) تو رجسٹریشن بینک کے نام پر ہوگا۔

بینک کے نام مذکورہ شے کی ملکیت منتقل ہونے کے بعد گاہک اور بینک کے درمیان معاملہ پر دستخط ہوں گے کہ شے مذکورہ کی خریداری قیمت یعنی قیمت + منافع سب واضح طور پر درج ہوں گے۔ یہ بیع قیمت کے التوا (Deffered of Payment) کی بنیاد پر ہوگی۔ یہ ادا یگی یکمشت بھی ہو سکتی ہے اور بالاقساط بھی۔ فسطوں کی صورت میں ہر قسط کی دادا یگی کی مدت یا تاریخ بھی طے کی جائے گی۔ یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہئے ہے کہ وقت مقررہ پر عدم ادا یگی کی صورت میں بینک گاہک سے زیادہ رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ ورنہ وہ سود ہو جائے گا۔

مراجحہ کی خصوصیت یہ ہے کہ شرائط کی طرح کی پیچیدگیاں نہیں ہے دوسرا اس میں رقم قدرے محفوظ ہے اور منافع متعین ہے۔ اس لئے جب بینک کھاتے دار مراجحہ کھاتوں میں رقم جمع کروائیں گے تو ان کو اس پر ملنے والے منافع سے بینک فوری طور پر آگاہ کر سکتا ہے۔ اب چاہے کار و باری فریق کو نقصان ہو یا فائدہ بینک کو وہ قیمت التوا پر مذکورہ رقم بمدعا نفع کے واپس کرنے

کا مجاز ہوگا۔

مرا بحہ کا استعمال

اسلامی مالیاتی اداروں میں مرا بحہ مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے مثلاً پیداوار افوازش پروگرام (Support Production Programme) قلیل مدت (Short term Financing) یا معہدہ خرید و فروخت (Sale & Purchase Contract) وغیرہ

مرا بحہ کا استعمال جن زمروں میں کیا جا رہا ہے اس میں قابل ذکر زمرے یہ ہیں صارفین کی اشیاء کی خریداری کے لئے مثلاً کار، ریفریجریٹر، ائیر کنڈیشن، مکان یا دیگر قیمتی سامان مرا بحہ کا استعمال زیادہ تر کم سرمایہ والی اشیاء اور قلیل مدت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے آراضی اور عمارتوں کی خریداری کے لئے مرا بحہ کا طریقہ اسی طرح ہے مگر فرق صرت اتنا ہے کہ معہدہ کی لائگت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آراضی اور عمارتوں کا دوبارہ رجسٹریشن کرانے میں کافی خرچ آ جاتا ہے۔ مرا بحہ کا استعمال ان اشیاء پر بھی ہوتا ہے جن پر رہن رکھا جاتا ہے اور ان پر بھی ہوتا ہے جن پر رہن نہیں رکھا جاتا۔ اردنی اسلامی بینک ان چیزوں کی خریداری کے لئے بھی سرمایہ فراہم کرتا ہے جن کو رہن نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ جیسے گھریلو اشیاء اور دیگر چھوٹی مولی اشیاء صرف فرق اتنا ہے کہ رہن کی جگہ ایک ایک وعدہ نوٹ (Permissory Note) دیا جاتا ہے جس کو مرا بحہ کی شرط کے مطابق لکھا جاتا ہے اس کے علاوہ مرا بحہ کا استعمال بڑے پیمانے پر یہاں قرض (Loan of credit) کرنے کے لئے بھی کیا جا رہا ہے۔ اس کا طریقہ کاروہی ہے جو کہ آج کل

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

سودی بنکاری نظام میں راجح ہے فرق اتنا ہے کہ گاہک اور بینک میں معاملہ ہو جاتا ہے یعنی وعدہ خریداری کے معاملہ پر مستخط ہو جاتے ہیں اور غیرملکی برآمد کنندہ کو پروانہ قرض کی نقول ملنے کے بعد برآمد کیا جانے والا مال بینک کے حوالے کر دیتا ہے۔ بینک اشیاء کا قبضہ لینے کے بعد گاہک (درآمد کنندہ) کے ساتھ بیع المرابحہ کا معاملہ کرتا ہے۔

اجارہ / اجارہ (Product Leasing)

اجارہ، پٹہ دار اور لیزنس کے ناموں سے بھی مشہور ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اجارہ اسلام ذریعہ تمویل ہے جبکہ پٹہ داری اور لیزنس غیر اسلامی اور سودی ذریعہ تمویل ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے تمویلی لیزنس (Financial Leasing) بالکل ناجائز اور سودی ہے مگر (Product Leasing) چند شرائط کے ساتھ جائز ہیں اور اسی کو اجارہ کہتے ہیں۔ بیع مرابحہ اور اجارہ میں کوئی واضح فرق نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ موجر (Lessor) جو کہ کسی شے کو کرائے پر دے رہا ہوا اول اس کا مالک ہو دوم دوران استعمال اس کے نقصان کا ذمہ دار بھی ہو۔ سوم متناجر (lesses) مذکورہ شے کرائے کی مدت ختم ہونے کے بعد خریدنے کا لازم "مجاز" نہ ہو۔

اس کے علاوہ اجارہ لیزنس کی طرح ایک معاملہ یا یعنی دین کا طریقہ ہے جس میں کسی چیز کی ملکیت اپنے پاس رکھتے ہوئے اس کا استعمال اور حق انتفاع دوسرا کو ایک مقررہ مدت کے لئے فروخت کر دیا جائے۔

اجارہ کا استعمال بھی مرا بحکم کی طرح اسلامی بنکاری نظام میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ بھی وہ ہی ہے جو مرا بحکم کے لئے ہے بلکہ جتنے میں معابرہ نفع ہیں اس میں یہ بات صادق آتی ہے کہ برخلاف نفع و نقصان میں شرکت کے اجارہ میں انتظامی مشکلات و دیگر پیچیدگیاں کم ہے اسی لئے اس کا استعمال بینکنگ نظام میں زیادہ کیا جا رہا ہے۔ اجارہ سے متعلق کچھ اسلامی معيشت دانوں کا خیال کہ اجارہ اور لیز گ کے اداروں سے بینکنگ اور بلخوص کارپوریٹ فائنس کے مقاصد کی تکمیل بنیادی طور پر مسلمان فقہاء کرام کی ایجاد ہے۔ ڈاکٹر غازی صاحب مزید کہتے ہیں مغرب میں یہ تصور ماضی قریب میں آیا ہے انگلستان میں آج سے پچاس سال قبل لیز گ کا بطور ایک ادارہ سرمایہ کاری کوئی قبل ذکر تصور نہیں تھا وہاں یہ رواج ۱۹۶۰ء کے عشرہ سے شروع ہوا اور بہت جلد اس نے کاروباری علقہ میں مقبولیت حاصل کر لی۔ اس اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۷۹ء میں کادو ہزار ملین پونڈ کی لیز گ ہو رہی تھی جو کل سرمایہ کاری کا دس فیصد تھا۔

غازی (۱۹۹۷ء) دیگر اسلامی معيشت دانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے اسلامی تمویلی نظام کو سرمایہ دار نہ نظام تمویل سے مماثل ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ (۱۹۸۱ء) میں لیز گ کے دو طریقہ بیان کئے گئے ہیں ایک فائنس لیز گ (Finance Lease) اور دوسرا آپرینگ لیز (Operating lease) کامل ادائیگی اجارہ (Finance lease) میں متأجر (Lessee) یا پڑھ پر رہنے والا موجر (Lessor) یا پڑھ دار کو اس کی ضرورت کا اٹاٹھ خرید کر کر ایہ پر دینے کا معابرہ کرتا ہے۔ اس معابرہ کے تحت ملکیت تو موجر کی اتنی ہے مگر اس پر قبضہ مساجر کا ہوتا ہے اور وہی اسے استعمال

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کرتا ہے پٹہ دار پابندی سے اس اثاثے کا کرایہ ادا کرتا رہتا ہے اور وہی اس اثاثے کی دلکشی بھال، مرمت، خدمت اور بینچنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ کرایہ اس انداز سے مقرر ہوتا ہے کہ موجر اصل مدت میں ہی اثاثے کی قیمت مع کچھ نفع کے وصول کر لیتا ہے پٹہ دار کو یہ اختیار بھی ہوتا ہے کہ وہ اثاثے کو ثانوی مدت کے لئے پٹہ پر لے اس ثانوی مدت میں کرایہ برائے نام رہ جاتا ہے۔ عموماً پٹہ کی کل مدت پانچ سال سے پندرہ سال تک ہوتی ہے اس لئے کہ اثاثے عموماً اتنے ہی عرصہ تک کار آمد ہوتے ہیں۔ استعمالی پٹہ داری (Operating Lease) میں اثاثے کو مختصر مدت کے لئے کرایہ پر چلا پا جاتا ہے کرایہ سے ساری لگت وصول نہیں ہوتی اسی لئے اسے غیر ادائیگی پٹہ داری بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ بعد میں کسی وقت یا تو سامان نقج دیا جاتا ہے یا پھر یکے بعد دیگرے اور افراد کو کرایہ پر دیا جاتا رہتا ہے اور اس طرح اس کی باقی لگت نکال لی جاتی ہے۔

جیسا کہ اسلامی نظریاتی کونسل روپورٹ (۱۹۸۱) میں دیا گیا ہے کہ اجارہ میں بھی خطرہ ہے کہ وہ سود کو پچھلے دروازہ سے لانے کا سبب بنتی ہے۔ اجارہ کا استعمال بینک میں سہل تو ہے کہ اس میں بینک کار و باری فریق اور کھاتہ دار کو نقصان کا اندیشہ نہیں ہے اور منافع بھی سود کی طرح واضح ہے۔

بیع مؤجل:

بیع مؤجل بھی ایک کلائیکنیک ہے۔ اس کو عربی میں بیع بالمن الاجل بھی کہتے ہیں یعنی ایسا سودا جس میں قیمت کی ادائیگی تاخیر سے کی جائے۔ اسلامی فقہ کی رو سے ایسی بیع جائز قرار دی جاتی ہے جس میں شے کی ادائیگی تو فوری طور پر کی جائے لیکن قیمت کی ادائیگی کو ایک مقررہ مدت

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

تک ملتوی کر دیا جائے۔ فقہا کی رائے میں ایسی صورت میں زیادہ قیمت وصول کی جاسکتی ہے۔

کچھ اسلامی بینکوں میں سرمایہ فراہم کرنے کے لئے بعج موجل کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے بینک اسلام ملاشیا قابل ذکر ہے۔ ذکر یامان کے بیان کے مطابق بینک اسلام ملاشیا میں بعج موجل کا استعمال مندرجہ ذیل طریقے سے ہوتا ہے۔

”پہلے تو بینک گاہک کی ضروریات، مدت اور ادائیگی کے طریقے کا تعین کرتا ہے۔ پھر بینک گاہک کو درکار چیز خریدتا ہے اور اس کے ہاتھ طے شدہ قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ قیمت میں لاغت اور بینک کا منافع دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بینک کا منافع، مدت اور چیز کی نوعیت کے لحاظ سے تعین کیا جاتا ہے۔“

پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی بعج موجل کو سودی قرضوں کا ایک تبادل تسلیم کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی کونسل نے خبردار کیا ہے کہ اس طریقہ کار کو احتیاط سے استعمال کیا جانا چاہئے ورنہ پچھلے دروازوں سے سود کے در آنے کا اندریشہ ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے باوجود پاکستان میں تجارتی بینک کثرت سے بعج موجل کا استعمال کرتے ہیں۔

براہ راست سرمایہ کاری (Direct Investment)

عام تجارتی بینکوں کے برخلاف، اسلامی بینک اپنے مالی وسائل کی براہ راست سرمایہ کاری بھی کرتے ہیں۔ اس صورت میں اسلامی بینک، مالیاتی ثالثی کے ایک ادارہ کے بجائے ایک سرمایہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کارکمپنی کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ عام تجارتی بینکوں کے مقابلہ میں، اسلامی بینک برآہ راست سرمایہ کاری کے ذریعہ سماجی فلاح و بہبود کے کام میں زیادہ سرگرمی دکھانسکتے ہیں۔ اسلامی بینکوں کو یہ موقع حاصل ہے کہ وہ اپنی پند کے منصوبوں میں برآہ راست سرمایہ کاری کر سکیں۔ وہ وسائل کو اس طرح کام میں لاسکتے ہیں جس کو وہ زیادہ مفید سمجھتے ہیں۔

برآہ راست سرمایہ کاری کے کئی طریقے ہیں۔ زیادہ تر اسلامی بینکوں کے ذیلی کمپنیاں قائم کی ہیں۔ نظریاتی طور پر کسی بھی قسم کی کمپنی قائم کی جاسکتی ہے لیکن اب تک اسلامی بینکوں نے سرمایہ کاری، بیمه، تجارتی اور تعمیراتی کمپنیاں قائم کرنے میں زیادہ دلچسپی دکھائی ہے۔

برآہ راست سرمایہ کاری کا ایک دوسرا طریقہ دوسری قائم شدہ کمپنیوں کے حصص اور سرمایہ میں شرکت کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی بینک کسی پروجیکٹ کو اپنا سکتے ہیں اور اس میں سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔

ایران میں اسلامی نظام بنکاری کے تحت تجارتی بینکوں کو معیشت کے کسی بھی زمرے میں برآہ راست سرمایہ کاری کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ غیر سودی بینک کاری قانون ۱۹۸۳ء کی شق نمبر ۸ کے ذریعہ بینکوں کو پیداوار اور ترقیاتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کرنے کو کہا گیا ہے۔ بشرطیہ ان میں نقصان ہونے کی امید نہ ہو۔ یہ منصوبے ریاست کے سالانہ بجٹ کا ایک حصہ ہوں گے۔ اسی شق کے ذریعہ بینکوں کو سامان تیش اور غیر ضروری اشیاء صرف کی پیداوار میں سرمایہ کاری کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ہی برآہ راست سرمایہ کاری پر کچھ پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں مثلاً ایرانی بینکوں کو نجی زمرہ کار کے ساتھ کسی منصوبہ میں برآہ راست سرمایہ کاری کرنے سے منع

کیا گیا ہے۔

یہ تو تھا اسلامی معیشت دانوں کے وہ وضع کئے ہوئے طریقہ کار جس کے تحت وہ سودی دین کے بجائے بلا سودی قرض اور سرمایہ کاری کس طرح کرتے ہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ محفوظات بینکوں کا آپس میں لین دین اور تمسکات (Securities) کی بابت اسلامی معیشت دان کیا فرماتے ہیں۔

محفوظات (Reserve Deposits)

اسلامی بینک اپنی ذمہ داریوں کا کچھ حصہ تو ہم نے دیکھا کہ بلا سودی قرضوں یا اسلامی تمویل کے وضع کردہ اصولوں کے تحت کاروباری فریق کو فراہم کرتا ہے۔ مگر آپا بینک کچھ محفوظات بھی رکھاتا ہے تاکہ اپنی روزمرہ کی لین دین کو پورا کر سکے اور اپنی اضافی ضرورت کے لئے مرکزی بینک میں بھی کچھ رقم محفوظ کرتا ہے کہ نہیں۔

ان محفوظات کے حوالے سے جو واضح تصویر اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ میں ملتی ہے اس کے تحت محفوظات کا تعلق ہے وہ ایسے ہی رکھے جائیں گے جیسا کہ سودی بنا کاری نظام میں راجح ہیں کتنے بیصد محفوظات رکھیں جائیں گے اور ان کا تعین کون کرے گا اس کے بارے میں میری نظر سے کوئی واضح مواد نہیں گزرا۔ یہ کون طے کرے گا آیا مرکزی بینک یا کمرشل بینک خود جیسا کہ آجکل کمرشل بینک خود مختار ہو گئے ہیں کہ وہ اپنی صورتحال دیکھ کر اپنے محفوظات کا خود تعین کریں اسلامی بینک میں کمرشل بینک آیا خود مختار ہو گا یا مرکزی بینک کے زیر اثر رہ کر اپنے محفوظات رکھے گا اس کا

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

بھی کوئی خاکہ اسلامی بینکاری میں موجود نہیں ہے۔ ہاں مرکزی بینک کمرشل بینک کو جو رقم فراہم کرے گا تاکہ وہ اپنی ناگہانی آفت سے نہ رہ آزمائوں اس پر بینک ریٹ (Bank rate) یا سود وصول نہیں کرے گا بلکہ رپورٹ کے مطابق بینک اور مرکزی بینک کے درمیان نفع و نقصان (PLS) کی بنیاد پر شراکت ہوگی۔ اس کی مزید تفصیل ہم مرکزی بینک کے حصہ میں دیکھیں گے۔

بینکوں کے مابین تعلقات:

کمرشل بینک عام پر آپس میں کچھ محفوظات رکھتے ہیں اور ضرورت کے وقت ایک بینک دوسرے بینک سے سود پر مالی امداد حاصل کر لیتے ہیں۔ جسکو جدید بینک کی اصطلاح میں کال لوں (call loan) کہتے ہیں۔ اس سے حاصل ہونے والا سود کال ریٹ (Call Rate) کہلاتا ہے۔ سود کے حرمت کے باعث اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے مطابق یہ لین دین شرائی بنیاد پر نفع و نقصان کے ہوگی اور یہ شراکت اور مدت کے حساب سے روزمرہ کے حساب (Daily Products of the amount) سے طے ہوں گے۔

مرکزی بینک سے تعلق:

مرکزی بینک سے تعلق کی تفصیل تو مرکزی بینک کے باب میں آئی مگر مختصر اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ مرکزی بینک کمرشل بینک کو جو بھی مالیاتی خدمات پیش کرے گا اور وہ سود کی جگہ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر ہوگی۔

سکیورٹیز / تماسکات (Securities)

تماسکات کی بابت بھی تفصیل تو ہم مرکزی بینک کے حصہ میں دیکھیں گے اس سلسلہ میں کمرشل بینک کے حصہ میں صرف اسلامی معیشت دان اتنا کہتے ہیں کہ تماسکات بلاسودی ہوں گی اور یہ بھی نفع و نقصان کی بنیاد پر ہوں گی۔

یہ تو تھا اسلامی کمرشل بینک کا کمل جائزہ اب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کھاتہ دار بینکوں کے علاوہ دیگر غیر کھاتہ دار بینک کس طرح اسلامی معیشت میں کام کریں گے۔

غیر کھاتہ دار بینک اور مالیاتی ادارے (Non Depositary Financial Institutions)

غیر کھاتہ دار مالیاتی ادارے تین نجح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کسی خاص شعبہ میں اعانت کرتے ہیں جیسے صنعت، زراعت وغیرہ دوسرے انشورنس کمپنیاں ہوتی ہیں اور تیسرا وہ مالیاتی ادارہ ہوتے ہیں جو تعمیرات میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

غیر کھاتہ دار مالیاتی ادارے جو مخصوص شعبہ میں معاونت کرتے ہیں۔ ان میں دو شعبہ قابل ذکر ہیں۔ ایک صنعت اور دوسرے زراعت: چونکہ یہ ادارے حکومتی سرپرستی میں قائم ہوتے ہیں اس لئے ان اداروں کا مقصد اس شعبہ کی پیداوار بڑھانا ہوتا ہے۔ اور چونکہ ان اداروں میں عموماً جو

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

شیر ہوتا ہے اس میں کچھ حصہ ملکی سرمایہ کارروں اور مالیاتی اداروں کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ بین القوامی مالیاتی اداروں کا۔

اگر ان مالیاتی اداروں کی بینس شیٹ پر نظر ڈالی جائے تو ذمہ داریوں (Liabilities) میں الف) ڈیپھر Debantures جو وہ جاری کرتے ہیں۔

ب) ملکی کرنی میں حاصل کردہ طویل مدت قرضہ۔

ج) غیر ملکی کرنی میں حاصل کردہ قرضہ۔

د) بینکوں سے قرضہ اور

ح) مرکزی بینک سے قرضہ۔

جبکہ اٹاٹے Assets اس امور پر مشتمل ہوتے ہیں:

الف) ڈیپھر Debantures کی خریداری

ب) ملکی اور غیر ملکی کرنی میں جاری کردہ قرضہ۔

(ج) دیگر بینکوں میں رکھے گئے محفوظات (Deposits)

یعنی ان اداروں کا اصل کام غیر ملکی اور ملکی مالیاتی اداروں سے سود پر قرضہ لے کر اس مخصوص شعبہ میں سود پر دے دیا جائے زیادہ تر یہ ادارے حکومتی معاونت پر چلتے ہیں ان کا مقصد محض منافع کا حصول نہیں ہوتا۔

اسلامی معیشت دان ان اداروں کی اہمیت کے قائل ہیں اس لئے ان کی حقیقت کو تبدیل کئے بغیر اس کو بلاسودی مالیاتی ادارے بنانا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں جو تجوادیات وہ دیتے ہیں وہ یہ ہیں:

دینپر ز (Debentures) کی خرید و فروخت کا معاملہ ہے اس میں اسلامی نظریاتی کو نسل کی روپیہ سود کی جگہ جس آلہ کو رکھتی ہے وہ Participation term Certificates (PTC) ہیں یا شراکت ہے۔ یہ مالیاتی ادارے جو قرضہ جاری کرتے ہیں وہ نفع نقصان (PLS) شراکت، اجارہ، بیع موجل کی بنیاد پر ہوں گے۔ اب ان اداروں کے جو محفوظات کمرشل بینک میں جمع ہوتے ہیں جس کا زیادہ حصہ ثامم ڈپوزٹ (Time Deposit) کی صورت میں اور کم حصہ جاری کھاتی کی صورت میں ہوتا ہے جب کمرشل بینکوں سے سود کا خاتمه ہوگا تو یہ ان محفوظات کو نفع و نقصان میں شراکت (PLS) کی بنیاد پر دیا جائے گا۔ حکومتی قرضوں / امداد میں سود کی جگہ نفع نقصان میں شراکت اور PLS کی خریداری کی جائے گی۔ مرکزی بینک سے لئے گئے قرضوں میں بھی نفع و نقصان میں شراکت کو ہی اپنایا جائے گا۔

یروں مالیاتی اداروں سے لئے گئے قرضوں کے لئے رپورٹ میں کوئی واضح حکمت عملی نہیں ہے بلکہ ان قرضوں کی جگہ تبادل بلاسودی قرضوں کو تلاش کیا جائے گا چونکہ یہ بہت مشکل عمل ہے کہ یہ ادارے بلاسودی قرضے فراہم کریں۔

انشورنس کمپنیاں (Insurance Companies)

انشورنس کا کاروبار بھی دیگر ذرکر کے بازار کے کاروبار کی طرح سود سے منسلک ہے مگر یہ کاروبار اس کے علاوہ دوسری خباثت یعنی قمار (Gabling) سے بھی آ راستہ ہے۔ اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ نے سود سے پاک انشورنس کے کاروبار کا تو تبادل پیش کیا ہے مگر قمار (Gabling) سے نجات کا کوئی طریقہ کار پوضع نہیں کیا بلکہ اس سے سہو نظر ہی کیا غیر سود کے تبادل انشورنس کے دونوں طریقوں یعنی زندگی کا بیمه (Life Insurance) اور عام بیمه (General Incurance) کے بابت اسلامی معیشت دان اور رپورٹ درج ذیل تبادل پیش کرتی ہے۔

انشورنس کا کاروبار کا رپوریشن کے طریقہ کار پوضع کیا جائے۔ ☆

انشورنس کمپنی کو پریمیم کی مدد میں جو رقم ملے اس کو نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر نفع بخش کاروبار میں لگایا جائے اور اس سے حاصل ہونے والا نفع ارکان میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور یہ تقسیم سالانہ بھی ہو سکتی ہے اور انشورنس کے اختتام پر بھی ہو سکتی ہے۔ بقا یا بچا ہوا نفع کو اس

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

مقصد کے لئے رکھ لیا جاتا ہے کہ وہ ہرجانہ (Claim) کے طور پر دیا جاسکے۔

☆ پرمیم کی عدم ادائیگی کی صورت میں شریک کو اپنے اصل سے محروم نہیں ہونا
پڑے گا بلکہ اس کو یہ رقم انسورنس کے ختم ہونے کے وقت ملے گی۔

بہت سے فقہائے کرام تبادلی بیہ (Mutual Insurance) کی حرمت کے قائل ہیں اس میں شریعی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔ اس کا طریقہ کاریہ وضع کرتے ہیں کہ وہ لوگ جن کے خطرات ایک ہی نوعیت کے ہوتے ہیں وہ آپس میں مل کر ایک فنڈ قائم کر لیتے ہیں اور یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو کوئی حادثہ پہش آیا تو اس فنڈ میں سے اس کے نقصان کی تلافس کی جائے گی۔ اس فنڈ میں صرف ممبران کی رقم ہوتی ہے۔ اور نقصان کی تلافس بھی صرف ممبران کی حد تک ہوتی ہے۔ سال کے بعد حساب لیا جاتا ہے۔ اگر ادا کیے گئے معاوضات فنڈ کی رقم سے بڑھ جائیں تو اسی حساب سے ممبران سے مزید رقم وصول کر لی جاری ہے اور اگر فنڈ میں رقم بچ جائے تو ممبران کو واپس کر دی جاتی ہے یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے لئے فنڈ میں حصہ کے طور پر رکھ دی جاتی ہے۔⁷

آج کے دور میں جدید فقہائے کرام اور معيشت دان انسورنس کے کاروبار کے لئے جو متبادل استعمال کرتے ہیں اس کو تکافل (Takaful) سے تعبیر کرتے ہیں۔ تکافل کے معنی آپس میں صلح رحمی سے تعبیر کرتے ہیں۔ تکافل کے معنی آپس میں صلح رحمی کے جز بہ سے مسلمانوں کے درمیان تعلق جس کے زرعیہ ان کو نفع پہنچے اور وہ نقصان سے بچ سکیں۔

تکافل اور انشورنس:

صدیقی (۲۰۰۲) اسلامی ان سورنس (تکافل) کو قمار (Gambling) سے پاک قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں قمار بازی دراصل ایک کھیل ہے جو کہ کسی فائدہ کے لئے کھیلا جاتا ہے اور اس کھیل میں چانس (Chance) کا پہلو سب سے نہایاں ہے۔ مگر ان کا خیال ہے کہ وہ چانس جو آپ روزمرہ کی زندگی میں لیتے ہیں خاص کار و باری حضرات جن کو بڑے حادثہ کا خدشہ ہوتا ہے وہ بھی کار و بار میں چانس لیتے ہیں مگر یہ چانس ان کے نزدیک اس قمار بازی کے چانس سے جدا ہے جو کہ وہ گھڑ دوڑ، تاش بازی اور پاسہ پھینکنے کے کھیل میں لیتے ہیں۔

آج کا دور سے متعلق جدید اسلامی معیشت دان مغربی فلسفیوں اور معیشت دانوں کے اس تصور کو صحیح قرار دیتے ہیں کہ دنیا آج کل ایک اکائی کی صورت ایک قصبه کی صورت اختیار کر گئی ہے اس دور جدید میں ان سورنس کے بغیر کار و بار کیا زندگی بھی ناگزیر ہے۔

کار و بار اور عام زندگی میں خطرہ (Risk) اور غیر متوقع (Uncertainty) صورتحال کو کم کرنے کے نتیجہ میں ہی کار و بار کو فروغ اور زندگی کو قدرے محفوظ بنایا جا سکتا ہے اس کو جدید دور میں ان سورنس کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے۔ اور جب سے اسلامی تمویلی اداروں کو فروغ ملا ہے۔ اس وقت سے اسلامی ان سورنس کی ضرورت میں اضافہ ہوا۔ اسلامی معیشت دان اس بات پر مصر ہیں کہ اسلامی تمویلی آلات کی موجودگی میں کار و بار کو کامل اسلامی بنانے کے لئے اسلامی ان سورنس ناگزیر ہے۔ وہ قرآن اور حدیث النبی ﷺ کے حوالے سے اسلامی ان سورنس میں پائے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

جانے والے چانس کو جائز ثابت کرتے ہیں۔ اور تکافل کے ذریعہ اس کو جائز اور ضروری تصور کرتے ہیں۔

انشورنس جس میں پریمیم (Premium) کی ادائیگی تو ضروری ہے مگر اس سے حاصل ہونے والی رقم اس واقعہ/ حادثہ سے نسلک ہے جو کہ غیر متوقع بھی ہے اور اس کے بہت کم ہونے کے چانز (Chances) بھی ہیں۔

تکافل کے نظریہ کے تحت بہت سارے افراد یا گروہ کسی بھی واقعہ حادثہ کی صورت میں اپنے بھائی کی مدد کرتے ہیں اس طرح کاروبار میں پایا جانے والا نقصان بہت سارے لوگوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جس کے سبب کسی ایک پر نقصان کے اثرات کم پڑتے ہیں۔ اس کا طریقہ کار تجارتی یہ سے مماثل ہے، اس طرح کہ تکافل کمپنیاں قائم کی جاتی ہیں ان کمپنیوں میں ہر یہہ دار کمپنی کا شیئر ہولڈر بھی ہوتا ہے۔ کمپنی اپنا سرمایہ نفع بخش کاموں میں لگا کر اس سے نفع اپنے شیئر ہولڈر میں اس کو تقسیم بھی کرتی ہے اور کمپنی ہی کے ایک ریزو فنڈ سے یہہ داروں کے نقصان کی تلافسی بھی کی جاتی ہے۔ آگے چل کر ہم یہ بات اٹھائیں گے کہ سرمایہ دراہم معاشرہ میں جہاں منافع مخفی اصل کاروبار کا منبع نظر ہوا ہاں تکافل کے لئے جذبات کہاں سے لائے جائیں گے۔ جب کہ خود تکافل (انشورنس) کمپنی بھی اسی مقصد کے تحت کاروبار کر رہی ہوں۔

اشیاء صرف کی مالیات : (Consumer Financing)

مکانوں کی مالیات مکانوں کی تعمیر یا تعمیر شدہ مکانوں کے لئے فراہم کی جاتی ہے۔ جو کہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

جدید مالیاتی نظام میں سودی قرضہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ نے سود کے تبادل کے طور پر جو طریقہ وضع کیا ہے اس کی رو سے جو رقم مکانوں کی خریداری یا تغیر کے لئے دی جائے گی وہ باہم مالکانہ حقوق (Joint Ownership) کی بنیاد پر کرایہ کی مدد میں دی جائے گی۔ کہ نا صرف خریدار اس اصل کو واپس کرے گا بلکہ اس بلڈنگ کو جو کرایہ باہم طے کیا جائے گا وہ بھی ماہانہ دیا جائے گا مگر یہ کرایہ تین سال بعد دوبارہ معین کیا جائے گا اور اسی سے اصل بھی منہا ہوتا جائے گا۔ مکانوں کی مالیات میں محدودہ دور میں اجارہ کو بطور تبادل استعمال کیا جا رہا ہے۔ اجارہ میں کریٹ اور اصل دونوں کو دیے گئے عرصہ میں ادا کرنا ہو گا۔ کرانے کی شرح معین کرنے کے لیے مارکیٹ شرح سود کو ہی پیمانہ لیا جاتا ہے۔ مکانوں مالیات کو آج کے دور میں صارف کی تمویل کا حصہ ہے اور یہ عام کمرشل بینک بھی اسکی مدد میں قرضہ دے سکتا ہے۔ مکانات کی مالیات ہو یا دیگر صرف کی جانے والی اشیاء کی مالیات ہو اس میں اجارہ کو بطور آلہ زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اشیاء صرف چاہے جامد ہوں یا متحرک ان کو ناگہانی آفات سے بچانے کے لیے ان شوزنس کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس انشورنس کا تبادل بنا فل رکھا گیا ہے مگر ابھی تک یہ تبادل کا میابی سے تمام جگہ قابل عمل نہیں ہوا ہے۔ پاکستان میں اسلامی بینکوں میں اب تک انشورنس کو ہی گاڑیوں کی تمویل میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

مرکزی بینک:

مرکزی بینک اور زری پالیسی کے بارے میں اسلامی معيشت دانوں نے بہت کم لکھا ہے۔ سب سے زیادہ تفصیل جو مجھے ملی ہے وہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی غیر سودی بینک کاری میں ملی ہے۔ اس میں بھی نوٹوں کے اجراء اور اسکی تشکیل پر کوئی بھی

سیر حاصل بحث نہیں پائی جاتی۔

اعمال و وظائف:

عام طور پر اسلامی معيشت دان خیال کرتے ہیں کہ غیر سودی نظام معيشت میں بھی مرکزی بینک وہی معروف و ظائف ادا کرے گا جو جدید نظام بینک کاری میں ادا کرتا ہے۔ وہ کرنی نوٹ جاری کرے گا حکومت کا بینک ہو گا جس میں حکومت کھاتے کھولے گی۔ بیرونی ممالک سے مالی لین دین اسی بینک کے زرعیہ انجام پائے گا اور یہی بینک دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات سے پیدا ہونے والے مالی امور و معاملات کا نگران ہو گا۔ مرکزی بینک تمام دوسرے بینکوں کے لئے اسی طرح ایک بینک کا کام کرے گا۔ جس طرح ایک عام بینک کا روابری افراد اور اداروں اور عوام کے لئے کرتا ہے۔ اس بینک میں تمام بینکوں کے کھاتے کھلیں گے اور اس سے دوسرے بینکوں کو بوقت ضرورت قرض ملے سکے گا (صدیقی ۱۹۸۳)۔

اسلامی مرکزی بینک کی خدمات :

(Central Bank

جیسا کہ اوپر دیکھا کہ اسلامی بینک اسلامی معيشت دانوں کی نظر میں تقریباً وہی خدمات ادا کرتے ہیں بس فرق یہ ہے کہ مرکزی بینک تین لین دین غیر سودی بنیادوں پر قائم ہوتی ہے۔ اب

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

ایک نظر اسلامی مرکزی بینک کی ذمہ داریوں اور ااثاٹوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

ذمہ داریاں : (Liabilities)

اگر ہم اسلامی مرکزی بینک کی بیلنس شیٹ (balance sheet) کو دیکھیں تو اس میں کافی حد تک سودی مرکزی بینک کی بیلنس شیٹ سے مماثلت پائی جاتی ہے۔

اسلامی مرکزی بینک کی بیلنس شیٹ:

اٹاٹے	ذمہ داریاں
بلین گولڈن	کرنی کا اجراء دیگر بینکوں میں موجود
Gold bullion	کرنی
زرمبادلہ	دیگر بینکوں کے محفوظات
حکومتی تمسکات	(شرکت اور قرض حسن کی بنیاد پر)
بینکوں کے ساتھ	
شرکت اور	
قرض حسن	

جیسا کہ اسلامی مرکزی بینک کی سلیس شیٹ سے واضح ہے کہ اسلامی مرکزی بینک نوٹوں کا اجراء سونے کے ذخائر، زرمبادلہ اور حکومتی تمسکات کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے مطابق نوٹوں کے اجراء کی پشت پر کم از کم 1200 ملین روپے کی مدد کا سونا اور

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

زر مبادله ہو اور بقا یا رقم حکومتی تمسکات کا حصہ ہو۔ مگر اسلامی بنکاری میں ان سونے کے (Bullion) پر کوئی سود نہیں ہو گا مگر اس کے تبادل کیا ہو گا اس کا ذکر نہیں ملتا۔ حکومتی تمسکات تو نفع و نقصان شرکت کی بنیاد پر ہوں گے۔ ہاں زر مبادله کی وہ محفوظات جو زر مبادله کا وہ نٹ میں رکھے ہوئے ہوں یا غیر ملکی تمسکات جو کہ سود کی بنیاد پر ہوتے ہیں ان کے بارے میں رپورٹ یہ کہتی ہے کہ اس کو اسی طرح رہنے دیا جائے جب تک کہ تبادل صورت سامنے نہ آئے۔

طلائی دینار کو زر مبادله کے طور پر رکھنے کی تجویز سونے کے دینار کی ملیشیائی تحریک نے رکھی ہے۔ اس میں تجویز کیا گیا ہے کہ ادائیگیوں کا تصفیہ ہر تین ماہ میں ایک بار برابر آمدات اور درآمدات کے وقت کے تبادلہ کے نزخ سے طلاً دینار سے کریں گے۔ سونے سے ناصرف ادائیگی کی جائے بلکہ سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کو بطور کرنی کے استعمال کرنے کی تجویز ہے۔ اس تحریک کا دعوہ ہے کہ سونے کے سکے ہی اصل اسلامی کرنی ہے حکمی زری نظام (Fiat) کے ساتھ کسری محفوظ بینکاری نظام (fractional monetary system) کی وجہ سے سود کرنی سے کبھی جدا نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک کاغذی نوٹوں کا اجراء ہوتا رہے گا میں کبھی بھی اسلامی نہیں ہو گی۔ س کی تفصیل تبادل نظام کے مرکزی تمویلی ادارے میں آئے گی۔ (Kameel 2002)

مرکزی بینک کی خدمات (Functions of Central Bank)

(Bank) مرکزی بینک کی ایک خدمت یعنی کرنی کا اجراء تو ہم نے دیکھا ب دیگر خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

حکومتی بینک:

حکومت اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے مرکزی بینک سے قلیل مدتی قرضہ لیتی ہے اس کے علاوہ درمیانی مدتی اور طویل مدتی قرضہ بھی حاصل کرتی ہے۔ کوںسل کی رائے میں مرکزی بینک حکومت کو تمام قرضہ بلاسودی بنیادوں پر فراہم کرے گا۔ چونکہ حکومتی اخراجات میں کوئی منافع کی توقع نہیں ہوتی اس لئے ان قرضوں پر کوئی سود نہیں لیا جائے گا۔ حکومتی آمدنی سے زائد اخراجات چونکہ سودی کے ختم ہونے کی وجہ سے مارکیٹ سے نہ ہی سود اور نہ ہی نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر لئے جاسکتے ہیں۔

اس لئے اسلامی مرکزی بینک حکومتی اخراجات اور آمدنی میں موجود خلاء کو پرکرنے کے لئے بلاسودی بنیادوں پر زیادہ قرضہ فراہم کرے گا۔

ٹریئری بل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک ایڈھوک ٹریئری بل (ad hoc Treasury Bill) یہ بل مرکزی حکومت مرکزی بینک کو جاری کرتی ہے تاکہ اپنی کچھ خاص مالی ضروریات پوری کر سکتے یہ بل بھی بلاسودی بنیاد پر جاری کئے جائیں گے۔ اس کے برخلاف وہ بل جو ٹیپ (Tap) کی بنیاد پر جاری کئے جاتے ہیں جس کو کمرشل بینک خریدتے ہیں تاکہ اس سے قلیل مدتی میں منافع حاصل کر سکیں چونکہ اس پر بلاسودی منافع کا حصول ممکن ہیں ہے اس لئے اس بل کی بلاسودی نظام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے حکومت کو اس کی جگہ مرکزی بینک سے قلیل مدتی بلاسودی قرضہ حاصل کرنا چاہئے۔

رپورٹ نے تجویز کیا ہے کہ چاہے حکومت فوری ضرورت کے قلیل مدتی قرضہ لے یا طویل

مدتی قرضہ یہ تمام قرضہ مرکزی بینک بلاسودی بنیادوں پر فراہم کرے گا۔

اس کے علاوہ مرکزی بینک حکومت کے لئے زری پالیسی بھی وضع کرے گا تاکہ زرکو قابو میں رکھ کر مخصوص حکومتی اهداف حاصل کئے جاسکیں۔ اس کی تفصیل ہم زری پالیسی میں تفصیل سے دیکھیں گے۔

(Banker's Bank) بینکوں کا بینک

بینکوں اور مرکزی بینک میں اہم تعلق ہے اس کو اسلامی بینک کس طرح طے کرے گا اس احوال ہم ڈاکٹرنجات اللہ صدیقی کے خیالات سے اخz کرتے ہیں

بنیادی ضابطے:

۱۔ ہر بینک کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنے قرض اور مضارب بت کھاتوں میں جمع کل سرمایہ کا ایک متعین فی صد حصہ نقد کی صورت میں محفوظ رکھے۔ نقد محفوظ اور کھاتوں کی میزان کے مابین نسبت کو نسبت نقد محفوظ (Reserve Ratio) کا نام دیا گیا ہے۔ تجویز یہ ہے کہ یہ نسبت دس فی صد ہو۔ البتہ سہولت کا رکھنے والے بینکوں، بالخصوص ان بینکوں کو جو ایسے مقامات پر ہوں جہاں مرکزی بینک کی کوئی شاخ نہ ہو، اس ضابطے سے مستثنی کیا جاسکتا ہے۔ وہ اس امر کے پابند ہوں گے کہ مرکزی بینک کے حصہ کا ریز رداں کے کھاتہ میں اپنے پاس ہی محفوظ رکھیں۔ یہ طریقہ موجودہ نظام میں بھی رائج ہے۔ اس نقد محفوظ کا ایک حصہ مرکزی بینک کے پاس جمع کیا جانا چاہئے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

اور دوسرا حصہ بینکوں کی تحویل میں ہونا چاہئے۔ تجویز یہ ہے کہ ہر بینک اپنے ریزرو کا اوسط، نصف حصہ مرکزی بینک میں جمع رکھے۔ اس ضابطہ کا منشاء یہ نہیں کہ ہر ان بینک کا نقد محفوظ اس کے کھاتوں کی میزان کا دس فیصد ہو۔ یہ بات کافی ہوگی کہ ہر ہفتے اس کے نقد محفوظ کا روزانہ اوسط اس کے کھاتوں کی میزان کے روزانہ اوسط کا دس فیصد ہو۔ اسی طرح یہ بات کافی ہوگی کہ مرکزی بینک میں اس بینک کے کھاتہ میں جمع رقم کا روزانہ اوسط ہر ہفتہ اس کے نقد محفوظ کے ذکورہ بالا اوسط کا نصف ہو۔

اوپر یہ بتا چکے ہیں کہ ہر بینک مرکزی بینک میں اپنا کھاتہ کھولے گا۔ بینک کے ریزرو کا نصف اس کے اسی کھاتہ میں جمع ہوگا۔ بینک اس لازمی ریزرو کے مساوا پنے کھاتہ میں فاضل رقم رکھنے کے لئے پوری طرح آزاد ہوگا۔ یہ فاضل رقم وہ کسی وقت بھی واپس طلب کر سکے گا یا چیک کے زریعے کسی دوسرے بینک یا ادارے کو منتقل کر سکے گا۔ البتہ اپنے لازمی ریزرو کو وہ اسی شرط کے تحت استعمال کر سکے گا کہ ہفتہ بھر کا روزانہ اوسط ضابطہ کے مطابق ہو، اس سے کم نہ ہو جائے۔ کسی بینک کو اس کا لازمی ریزرو اسی صورت میں واپس کیا جاسکے گا جب وہ اپنا کاروبار ختم کر کے اپنی مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ان کی واپسی چاہے۔

اس ضابطے کے مطابق بینکوں کی اپنی نقد تحویل میں ان کے کھاتوں کی میزان کا صرف پانچ فیصد نقد کی صورت میں موجود ہونا کافی سمجھا جائے گا۔ ہم یہ فرض کر رہے ہیں کہ عام حالات میں اتنا نقد بینک میں روزمرہ جمع کئے جانے والے نقد کے ساتھ مل کر قرض اور مضاربہت کھاتہ سے نقد کی صورت میں واپس طلب کی جانے والی رقموں کو ادا کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ عملًا زیادہ تر رقمیں قرض کھاتہ سے نکالی جائیں گی مضاربہت کھاتہ سے عام دنوں یا ہفتوں میں نسبتہ بہت رقم نکالی

جائیں گی اور بینک کو اس کی پیشگوئی اطلاع ملے گی۔ اس اطلاع کے بعد وہ حسب ضرورت نیا نقد حاصل کرنے کے لئے ضروری اقدامات کر سکے گا۔ مضاربہت کھاتہ سے زیادہ رقمیں سہ ماہی کے اختتام پر، یعنی ان تاریخوں پر نکالی جائیں گی جو مضاربہت کھاتہ کے حساب کے لئے مقرر کی گئی ہوں۔ لیکن ان تاریخوں پر مضاربہت کھاتہ میں نئی رقم بھی جمع کی جائیں گی۔ نیز بعض کاروباری فریقوں سے سرمایہ بھی واپس ملے گا۔

۲۔ ہر بینک کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنے قرض کھاتہ میں جمع کل سرمایہ کا ایک معین فی صد حصہ قرض کے طور پر دینے کے لئے آمادہ رہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ معین نسبت پچاس فی صد ہو۔ اس نسبت کے لئے ہم آئندہ نسبت قرض (Lending Ration) کی اصطلاح استعمال کریں گے۔ ضروری نہیں کہ ہر وقت بینک نے عملًا اپنے قرض کھاتہ کے نصف کے بعد قرض دے رکھا ہو، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ اگر بینک چاہے تو وہ اس سے زیادہ قرض دے سکتا ہے۔ البتہ چونکہ ان قرضوں سے بینک کو کوئی نفع نہ ہوگا لہذا قرین قیاس یہی ہے کہ کوئی بینک اس سے زیادہ قرض دینے پر آمادہ نہ ہوگا جتنا اس اسے مقررہ نسبت قرض کے مطابق دینا چاہئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قرض کی طلب کم ہونے کے سبب بینک دئے ہوئے قرضے اس مقدار سے کم ہوں جو نسبت قرض کے مطابق ہونی چاہئے۔ ان قرضوں کی عارضی نوعیت اور ان کے بالمقابل صفات نیز ان کی واپسی سے متعلق قواعد و ضوابط کے پیش نظریہ بات بعد از قیاس نہیں کہ ان کے غیر سودی ہونے کے باوجود بعض حالات میں ان کی طلب کم ہوا اور کاروباری طبقہ مضاربہت کے اصول پر حاصل کئے ہوئے سرمایہ سے زیادہ کام لینا چاہئے۔ اس ضابطہ کی تکمیل کے لئے بھی ہر ہفتے قرض کھاتہ اور دینے ہوئے قرضوں کی مقداروں کے روزانہ اوسط پر نگاہ رکھی جائے گی۔ ہر

روز کے حسابات کا علیحدہ اس ضابطہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں سمجھا جائے گا۔

۳۔ جب عام بینکوں کو عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لئے اپنی نقد تحویل کے علاوہ مزید نقد سرمایہ کی ضرورت ہو تو وہ اپنے دیئے ہوئے قرضوں یا بھانائی ہوئی ہنڈیوں کی سندیں پیش کر کے مرکزی بینک سے قرض حاصل کر سکیں گے۔ یہ قرض عارضی ہو گا اور اس کی مقدار بینک کے دیئے ہوئے قرض کی ایک معین فی صد سے زائد نہ ہو گی۔ اس فیصد یعنی مرکزی بینک سے مل سکنے والے قرض اور بینک کے دیئے ہوئے قرضوں کی میزان (جس میں بھانائی ہوئی ہنڈیاں بھی شامل ہیں) کے مابین نسبت کو ہم آئندہ نسبت استقراض (Borrowing Ratio) کا نام دیں گے۔ تجویز یہ ہے کہ یہ نسبت ۲۵ فیصد ہو۔

ضابطہ استقراض کے تحت مرکزی بینک سے قرض اسی صورت میں مل سکے گا جب بینکوں کو مزید نقد کی ضرورت عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب پڑی ہونے کے مرکزی بینک کے کسی اقدام بالخصوص نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے سبب۔ یہ قرض ابتدأ ایک چھوٹی مدت مثلاً ایک ہفتہ دو ہفتہ یا تین ہفتے کے لئے دیا جائے گا۔ البتہ اگر عوام کی جانب سے نقد کے مطالبات میں کمی ہوتی نظر نہ آئے تو مرکزی بینک ان قرضوں کی تجدید کر دیا کرے گا۔ منشاء یہ ہے کہ مرکزی بینک سے حاصل کئے ہوئے اس نقد کو بینک اپنے کاروبار میں توسعی کے لئے نہ استعمال کریں۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ صورت حال عارضی ہوتی ہے۔ اگر عوام کی طلب نقد میں مستقل اضافہ ہوتا نظر آئے تو اس صورت حال کا علاج مرکزی بینک نظام بینک کاری کو مستقل طور پر مزید نقد عطا کر کے کرے گا جس کے لئے وہ حصہ کی خریداری کا اقدام کرے گا۔

۴۔ مرکزی بینک کو اختیار ہو گا کہ وہ دینے جانے والے قرضوں یا بھائی جانے والی تجارت ہنڈیوں کی مختلف قسموں کے بالمقابل استقراض کی نسبتیں مختلف رکھے۔ مثلاً یہ کہ زراعت سے متعلق کاروبار کرنے والوں کو جو قرض دینے گئے ہوں ان کے بالمقابل چالیس فیصد قرض دینے کا وعدہ کرے اور کسی مخصوص صنعت سے متعلق قرضوں کے بالمقابل صرف دس فیصد قرض دینے کا اعلان کرے۔ رونی کی تجارت سے متعلق ہنڈیوں کے بالمقابل استقراض کی نسبت میں فیصدر کھے، وغیرہ جیسا کہ آئندہ واضح کیا جائے گا۔ اسی ضابطہ کو مرکزی بینک معیشت سرمایہ کاری کی را ہوں پر اثر انداز ہونے اور کاروبار کے مخصوص دائروں میں کریڈٹ کی فراہمی کو قابو میں رکھنے کے لئے استعمال کرے گا۔

۵۔ مرکزی بینک تجارتی حص کی خرید و فروخت کا مجاز ہو گا۔

آئندہ یہ واضح کیا جائے گا کہ ان خصوبات اور ان میں ترمیمات کو مرکزی بینک کس طرح عام بینکوں کے کاروبار اور زر کی رسد کو قابو رکھنے کے لئے استعمال کریگا۔ نسبت نقد حفظ میں موزوں تبدیلیاں عمل میں لا کر وہ عام بینکوں کی تخلیق زر کی قوت کو قابو میں رکھے گا اور ان کی نقدیت پر اثر انداز ہو کر زر کی مجموعی رسد میں حسب مرضی توسعی یا تخفیف عمل میں لا سکے گا۔ نسبت استقراض میں تبدیلی کے زریعے مرکزی بینک عوام کی بدلتی ہوئی طلب نقد کے مطابق عام بینکوں کی ضروریات نقد کی تکمیل کے زریعے یہ ممکن بنادے گا کہ وہ ہر حالت میں اپنے کھاتہ داروں کے مطالبات نقد پورے کر سکیں غیر معمولی حالات میں اس تبدیلی کو توسعی زر کے عمل کو روکنے یا رسدر زر میں تخفیف عمل میں لانے کے لئے استعمال کیا جاسکے گا۔ مختلف قسم کی ہنڈیوں اور کاروبار کے مختلف دائروں کے

لئے دیئے ہوئے قرضوں کے بال مقابل استقرار اض کی مختلف نسبتیں وضع کرنے کا مقصد مخصوص صنعتوں کے لئے قرض کی رسید میں اضافہ یا کمی کرنا ہوگا۔ اس طریقے کو مضاربہ پر سرمایہ فراہم کرنے کے سلسلے میں اہم ترین اور نسبتیہ کم اہم صنعتوں کی نشاندہی کے پہلو بہ پہلو معیشت میں سرمایہ کاری کو مطلوبہ را ہوں کی طرف لے جانے کے لئے استعمال کیا جاسکے گا۔ مرکزی بینک تجارتی حصہ کی خرید و فروخت کو بینکوں کو نیا نقد دینے یا ان سے نقد واپس لینے کا ذریعہ بنائے گا تاکہ غیر معمولی حالات میں زر کی رسید میں توسعی یا تخفیف عمل میں لانے کا کام موثر طریقے پر انجام پاسکے۔ نیز ایک ترقی پذیر معیشت میں زر کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر زر کی رسید میں مسلسل اضافہ کے لئے بینکوں کی نقد تحویل میں مسلسل اضافہ کا اہتمام کیا جاسکے۔ نسبت قرض میں تبدیلیوں کا منشاء کاروبار کے لئے طویل المیعاد اور قصر المیعاد سرمایوں کے درمیان توازن برقرار رکھنا ہے۔ ذیل میں ان باتوں کو تفصیل کے ساتھ مثالوں کے ذریعے واضح کیا جائے گا۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ اوپر ہم نے نقد محفوظ، قرض اور استقرار اض کی جو نسبتیں تجویز کی ہیں ان کی حیثیت صرف مثالوں کی ہے۔ یہ نسبت اس سے مختلف بھی ہو سکتی ہے۔ موزوں نسبتوں کی دریافت غیر سودی نظام بینک کاری کے قیام اور اس کے عملی تجربے کے بعد ہی ممکن ہوگی۔ ہماری تجویز کردہ نسبتوں کو بطور مثال سامنے رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ مذکورہ بالاضوابط کو ان کی بنیاد پر آسان کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم زر کی رسید میں توسعی یا تخفیف عمل میں لانے کے لئے ریز رداستقرار اض اور حصہ کی خرید و فروخت کے آلات کے استعمال اور ان کی اثر انگیزی پر غور کریں۔ اس حقیقت کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عملاً زر کی رسید میں توسعی کے لئے کچھ جانے والے اقدامات کا موثر

ہونا اتنا یقینی نہیں ہوتاہ جتنا تخفیف کے لئے کئے جانے والے اقدامات کا موثر ہونا۔ یہ بات جس طرح موجودہ سودی نظام میں پائی جاتی ہے اسی طرح غیرسودی نظام میں بھی پائی جائے گی کیونکہ اس کا انحصار سود پر نہیں بلکہ دوسرا یا سباب دعوایں پر ہے۔ مرکزی بینک کے تو سیکی اقدامات بینکوں کے لئے نئے زر بینک کی تخلیق کو ممکن بنادیتے ہیں مگر اس امکان کے عمل کا جامہ پہننے کے لئے ضروری ہے کہ کاروباری طبقے کی جانب سے نئے سرمایہ کی طلب بھی موجود ہو۔ اگر طلب کمزور ہے تو تو سیکی اقدامات محدود پیمانہ پر ہی کامیاب ہو سکیں گے۔ اس کے عکس تخفیفی اقدامات بینک کو کاروباری طبقہ سے سرمایہ والپس لینے پر مجبور کر کے زر کی مجموعی رسد میں کمی کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بینک زیادہ عرصہ ان اقدامات کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ افراط زر (Inflation) کو روکنے کے لئے زر کی رسد میں کمی زیادہ آسان ہے یہ نسبت تفریط زر (Deflation) کو دور کرنے کے لئے زر کی رسد میں اضافہ کے مزید برآں ان دونوں مقاصد کے حصول میں زر سے متعلق اقدامات (Monetary Measures) ایک حد ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ان اقدامات کے ساتھ مالیات عامہ سے متعلق اقدامات (Fiscal Measures) کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

زر بینک کی تخلیق یا منسوخی یعنی کریڈٹ میں توسع یا تخفیف کا انحصار اس بات پر ہے کہ بینکوں کی نقد تحویل میں اضافہ یا کمی عمل میں لائی جائے۔ چونکہ بینک اپنے کھاتوں اور اپنی نقد تحویل کے درمیان ایک خاص تناسب برقرار رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں لہذا جب ان کو نیا نقد ملتا ہے تو وہ اس تناسب کو برقرار رکھنے کے لئے ایسے اقدامات کرتے ہیں کہ ان کے کھاتوں کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب ان کی نقد تحویل مطلوبہ تناسب سے کم ہو جاتی ہے تو وہ ایسے اقدامات

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کرتے ہیں کہ جن کے نتیجے میں کھاتوں کی میزان اتنی کم ہو جاتی ہے کہ نقد تحویل اور کھاتوں کی نئی میزان کے درمیان مطلوبہ تناسب قائم ہو جاتا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت گزشتہ باب میں تفصیل کے ساتھ کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر مرکزی بینک یہ چاہتا ہو کہ عام بینکوں کے کھاتوں میں اضافہ ہوتا سے ایسے اقدامات کرنے ہوں گے کہ بینکوں کے پاس مطلوبہ تناسب سے زیادہ نقد ظاہر ہو۔ اس کے عکس اگر وہ کھاتوں میں کمی چاہتا ہوتا ہو تو اسے ایسا قدم اٹھانا ہو گا کہ بینکوں کو مطلوبہ تناسب برقرار رکھنے کے لئے مزید نقد کی ضرورت محسوس ہو۔ ریزرو، استقراض اور حصص سے متعلق ان اقدامات کا مطالعہ ذیل میں کیا جائے گا۔²

(نسبت نقد محفوظ Reserve Raito: وہ نسبت جو ہر بینک نقد کی صورت میں رکھتا ہے اس کو نسبت نقد محفوظ کہتے ہیں۔

نسبت استقراض Biriowing Ratio: وہ نسبت جو ہر بینک مرکزی بینک میں رکھتا ہے۔)

زری پالیسی:

زری پالیسی کے عوامل تقریباً وہ ہی ہیں جو کہ سودی معیشت میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ بس ان کے طریقہ کار میں کچھ فرق ضرور ہے جو کہ آلات کار زری پالیسی کے استعمال کئے جائے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

(الف) نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی (Reserve Ration)

(ب) نسبت اسقراض میں تبدیلی (Borrowing Ratio)

(ج) کھلی منڈیوں میں Open market operation

(د) نسبت قرض میں تبدیلی وغیرہ۔

نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی:

(Minimum Cash Reserve Requirements)

اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ میں سرسری طور پر صرف یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اس نسبت میں تبدیلی غیرسودی نظام میں بھی ایک اہم آله ہے اور دونوں عند الطلب کھاتوں یا قرض حسن کھاتوں اور شراکت کھاتوں میں نسبت نقد محفوظات کو تبدیل کرنے کے نتیجہ میں بینکوں کی قرض دینے کی صلاحیت میں تبدیلی واقع ہوگی جس کے لئے ترسیل زر میں بھی تبدیلی ہوگی۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے جدول کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے نتیجے میں زر کی رسید میں کمی واقع ہوگی۔ اور بینک کے قرض میں تخفیف واقع ہوگی اس کے برخلاف اگر نسبت نقد محفوظ میں کمی کی جائے تو پیلک کو نسبتہ زیادہ سرمایہ کے کارروباری استعمال کا موقع ملتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زر کی رسید میں اضافہ ہو جائے گا اس بحث کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غیرسودی نظام بینک

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کاری میں مرکزی پیک کریٹ میں تو توسعی یا تخفیف عمل میں لانے کے لئے نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی کا طریقہ اختیار کر سکے گا۔ یہ ایک موثر آہ جسے استعمال کر کے مرکزی بینک زرکی مجموعی رسدو کو قابو میں رکھ سکے گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ایک بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اگر کوئی بینک دی گئی نسبت کو جو کہ 5 سے 10 فیصد تک تجویز کی گئی ہے اگر پورا نہ کر سکے تو اس پر سود کی گلہ جرمانہ یومیہ کے حساب اور رقم کے اعتبار سے عائد کرنا ہو گا۔

نسبت استقراض میں تبدیلی:

(Changes in Borrowing Ratio or Liquidity Ratio Requirement)

نسبت استقراض:

یہ وہ نسبت ہے جس کے تحت ہر بینک اپنی کچھ ذمہ داریوں کا حصہ مرکزی بینک کے پاس رکھواتا ہے تاکہ بوقت ضرورت بینکوں میں نقد کی کمی کو پورا کرنے کے لئے مرکزی بینک ان بینکوں کو رقم فراہم کر سکے۔ عام طور پر سودی معیشت میں بھی نسبت استقراض کے تحت ذمہ داریوں کا حصہ مرکزی بینک میں اوپر دئے گئے مقصد کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اس طرح سے کھاتہ دار بینک اپنے نقد نخوٹات سے عہدہ برآ ہو کر پر جوش انداز میں سرمایہ کاری کر سکتا ہے۔ مرکزی بینک اس طرح نا صرف دیگر بینکوں کی نقدی ضرورت کو پورا کرتا ہے بلکہ عوام کو اضطرابی کیفیات یا اضطرابی

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

حالات سے بھی دور رکھتا ہے۔ اس لئے ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب پر زور انداز میں اس پالیسی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زر کو قابو میں رکھنے کی یہ ایک اہم پالیسی ہے۔⁷

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ اس نسبت کی تبدیلی سے صرف کھاتے داروں کو اعتماد رہے گا کہ ان کو زرنقد کی صورت میں ضرورت کے وقت حاصل ہو جائے گا مگر اس نسبت کی تبدیلی کے نتیجہ تسلیل زر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

صدیقی (۱۹۸۳) اس کے لئے لکھتے ہیں ”اس نسبت کی تبدیلی کی وجہ سے پوری معیشت کے نظمہ نظر سے صرف یہ تبدیلی عمل میں آئے گی کہ اب تک جو زر رجسٹروں میں اندرجات کی صورت میں تھا اس کا ایک حصہ کرنی نوٹ کی صورت اختیار کر لے گا۔ صورت کی اس تبدیلی کے علاوہ زر کی مجموعی رسماں میں مقدار کے اعتبار سے کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ بینکوں کو مرکزی بینک سے جو نیا نقد ملے گا وہ عوام کو منتقل ہو جائے گا اور ان کے کھاتوں میں اسی قدر کمی واقع ہو جائے گی۔ بظاہر بینکوں کے کھاتوں میں کمی سے زر کی رسماں ہو گی لیکن یہ کمی حقیقی کمی نہیں ہے کیونکہ کھاتوں میں کمی کے بغیر زرنقد کی صورت میں عوام کے درمیان گردش کر رہا ہو گا۔“

صدیقی (۱۹۸۳) مزید لکھتے ہیں کہ یہ قرض کا استعمال صرف عوام کی طلب نقد پورا کرنے کے لئے دیا جائے نا کہ یہ قرض کاروباری طبقہ کو مزید سرمایہ فراہم کرنے کے لئے دیا جائے۔ یہ اہتمام بینکوں کے حسابات کی مناسب نگرانی کے زرعیہ بآسانی ممکن ہے اس اسقراض میں اضافے کی وجہ سے افراط زر پیدا نہ ہو گا کیونکہ بقول ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی افراط زر جب پیدا ہوتا ہے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

جب کہ نقد میں اضافہ کریڈٹ میں توسعہ کا ذریعہ ہے۔ اس طرح وہ مرکزی بینک کے نوٹوں کے اجراء کو کسی منفی رجحان کا سبب نہیں سمجھتے اور عوام کو یہ اجازت دیتے ہیں کہ رجحان سب نہیں سمجھتے اور عوام کو یہ اجازت دیتے ہیں کہ وہ اس نظام میں جتنے چاہیں زر کا حصہ کرنی نوٹوں کی صورت میں رکھیں۔

یہ قرضے عارضی ہوں گے جن کو عوام کے طلب نقد کے معمول پر آنے کے بعد واپس کر دیا جائے گا۔ واپس کر دیا جائے گا۔ اسی طرح نقد استقراض میں اضافہ بھی عارضی ہو گا کہ جب بحرانی کیفیت ختم ہو گی تو یہ نسبت معمول پر آجائے گی۔ اس طرح مرکزی بینک اس آلہ کو بینکوں کی تقدیب بحال رکھنے اور ان پر عوام کا اعتماد قائم رکھنے کے لئے موثر طور پر استعمال کر سکیں گے۔

غیر معمولی حالات میں نسبت استقراض میں کمی کو زرکی رسد میں توسعہ کے عمل کو روکنے یا اس میں تخفیف عمل میں لانے کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر عوام نقد میں اضافہ کے ساتھ معیشت میں افراط زر کار رجحان بھی ظاہر ہو تو ایسا کرنا مناسب ہو گا۔ فرض کیجئے کہ عام بینکوں کو اس ضابطہ کے تحت جتنا قرض مل سکتا تھا اتنا انہوں نے لے رکھا ہے مگر عوام کی طلب نقد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں اگر مرکزی بینک نسبت استقراض میں اضافہ سے انکار کر دے یا اس میں کچھ کمی کر دے تو عام بینکوں کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ مزید نقد حاصل کرنے کے لئے حصہ فروخت کریں اور کاروباری فریقوں سے سرمایہ واپس لیں۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے اس اقدام کے نتیجے میں زرکی رسد میں تخفیف عمل میں آنا ناگزیر ہے۔ نہ صرف یہ کہ کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس لینا بینکوں کے لئے نقد حاصل کرنے کا ذریعہ ثابت ہو گا بلکہ ان کے قرض کھاتہ کی مقدار میں کمی اس قرض کی مقدار کمی کا باعث بنے گی جو ان کو مرکزی بینک سے مل سکتا ہے اس طرح

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

مرکزی بینک نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی کے بغیر رکی رسید میں تخفیف عمل میں لا سکے گا۔ البتہ تخفیف کا یہ آہے صرف ان حالات میں موثر ہو گا جب عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب بینکوں کی نقدیت پر دباو پڑ رہا ہو۔

اب سوال جو اسلامی معیشت دانوں کے لئے ہے کہ اس استقراض کو عصری سودی بینکاری میں سود (Discount rate) کے تحت دیا جاتا ہے۔ تو پھر بلاسودی نظام میں اس کو کس طرح باہم مہیا کیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ تو ان قرضوں کا بلاسودی بنیاد پر فراہم کرنے کی حامی ہے کہ۔ ان قرضوں کو شراكت کی بنیاد پر نہیں دیا جا سکتا چونکہ یہ قرض کے لیے ہیں نہ کہ کاروبار کے لیے۔

اسلامی معیشت دان جن کا اب تک میں نے مطالعہ کیا ہے کہ اس بات کے حامی ہیں کہ دونوں تاسیبوں یعنی وجود نقد محفوظ اور استقراض کو مرکزی بینک کے تابع رکھا جائے تاکہ موجودہ سودی بینکاری کی طرح آزاد اور بینکوں کی مرضی پر نہ چھوڑا جائے ورنہ جب مرکزی بینک کا قرض بلاسودی ہو گا تو ہر بینک کی خواہش ہو گی کہ زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے لئے کم حصہ محفوظات میں رکھ کر زیادہ سے زیادہ رقم شراكت میں دی جائے اور نقد کی کمی کو مرکزی بینک سے زیادہ سے زیادہ قرضہ لے کر پورا کیا جائے۔ اس طرح بلاسودی نظام بغیر مرکزی بینک کی مضبوط گرفت کے چل نہیں سکتا۔

صدیقی (۱۹۸۳) نیت استقراض کا ترجیحی استعمال کو بھی واضح کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ مخصوص ترجیحی سیکٹرز میں استقراض کو باہم پہنچایا جا سکتا ہے۔ ان کے خیال میں اگر مرکزی

پینک استقراض کی نسبت کو اس شعبہ میں زیادہ کر دیا جائے تو اس شعبہ میں زیادہ قرض دیا جائے گا اور اگر کم کر دے تو پینک اس کاروبار کے لئے قرض دینے سے گریز کریں گے۔ اس ان کے خیال میں مرکزی پینک ہر صنعت کے لئے مختلف نسبت استقراض رکھے تاکہ بعض صنعتوں کو قرض کی رسید زیادہ ہو اور بعض کو کم۔

اس کے علاوہ جو دیگر دو آلات زری پالیسی ڈاکٹر صاحب نے واضح کئے ہیں اس میں سے ایک تو تجارتی حصص کی خرید و فروخت کے سلسلے میں ہے جبکہ دوسرا قرض کی نسبت میں تبدیلی کی بابت ہے۔ چونکہ آپ کے بقول نسبت استقراض میں تبدیلی زرکی رسید میں تبدیلی کا زر یعنی نہیں بنے گی اس لئے ایسے آلات کی بھی ضرورت ہے جو زرکی رسید میں تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوں اور یہ کام درج بالا دو آلات باخوبی کر سکتے ہیں۔

تجارتی حصص کی خرید و فروخت

مذکورہ بالاضابطہ استقراض کے تحت پینکوں کو نئے نقد کی فراہمی کا انحصار پینکوں کی جانب سے نقد کے مطالبہ پر ہے۔ مرکزی پینک انہیں اسی وقت قرض دے گا جب ان کی جانب سے قرض طلب کیا جائے۔ مزید برآں، جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔ اس ضابطہ کے تحت نقد کی فراہمی یا فراہم کردہ نقد کی واپسی زرکی مجموعی رسید میں تبدیلیوں کا سبب، عام حالات میں نہ بن سکے گی۔ مرکزی پینک کی زرکی بابت پالیسی کو موثر اور مکمل بنانے کے لئے ایک ایسے آله کی بھی ضرورت ہے۔ جس کو استعمال کر کے وہ نظام پینک کاری کو حسب مرضی نقد فراہم کر سکے، یا ان سے نقد واپس لے سکے اور اس کے ان اقدامات کا زرکی رسید پر بھی پورا اثر مرتب ہو۔ سود پر منی نظام میں مرکزی

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

بینک یہ مقصد تھوڑی مدت کے سودی تمسکات کی خرید و فروخت سے حاصل کرتا ہے۔ یہ تمسکات سرکاری خزانہ کی جانب سے تھوڑی مدت کے لئے قرض لینے کے لئے جاری کئے جاتے ہیں۔ غیر سودی معیشت میں ان سودی تمسکات کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ اس نظام میں یہی مقصد حکومت کے جاری کردہ تجارتی حصص کی خرید و فروخت سے حاصل کیا جائے۔ یہاں صرف یہ واضح کریں گے کہ حکومت کے جاری کردہ حصص کی خرید و فروخت کو مرکزی بینک اپنا آہ کا رکس طرح بناسکتا ہے۔

حکومت قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کے لئے شرکت کے اصول پر بنی جو تجارتی حصص جاری کے گی انکی بھاری مقدار میں عام بینکوں، دوسرے مالی اداروں، اور عام افراد کی ملکیت میں ہوں گی۔ اگر مرکزی بینک ان حصص کو خریدنے کا فیصلہ کرے تو وہ بازار کے نرخ پر، یا اس سے کچھ زیادہ دام پیش کر کے ان حصص کے مالکوں کو ان کی فروخت پر آمادہ کر سکے گا۔ حصص فروخت کرنے والوں کو مرکزی بینک سے ان حصص کی قیمت نقد کی صورت میں ملے گی۔ عوام کی اس عادت کی بنا پر کہ وہ اپنے سرمائے زیادہ تر بینکوں میں جمع رکھتے ہیں یہ نقد بالآخر بینکوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ بینکوں کی تحویل میں فاضل نقد ظاہر ہونے اور اس نقد کا کاروباری استعمال عمل میں آنے پر زرکی رسدا کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اگر کاروباری طبقہ میں سرمایہ کی طلب موجود ہے تو پوری معیشت میں زرکی رسدا اس سرمایہ سے کئی گناہ کی سکتی ہے جو مرکزی بینک نے حصص کی قیمت کے طور پر حصص فروخت کرنے والوں کو دیا تھا۔ حصص کی خریداری زرکی رسدا میں توسعی عمل میں لانے والا آہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بینکوں کو نیا نقد ملتا ہے۔

اگر مرکزی بینک نے کچھ حصص بر اہ راست حکومت سے خریدے ہوں تو بھی بالآخر یہی نتیجہ

ظاہر ہوگا کیونکہ حکومت اس سرمایہ کو قومی دائرہ کے کاروباری اداروں میں سرمایہ کاری کے لئے استعمال کرے گی جس سے اجرتوں، تنخوا ہوں اور کرایوں کی صورت میں آمدنیوں میں اضافہ ہوگا، جو بینکوں میں جمع کی جائیں گی۔

مرکزی بینک ہر وقت ان حصص کی ایک معنده بے مقدار اپنے پاس رکھے گا تاکہ جب وہ زرکی رسد میں تخفیف کرنا چاہے تو ان حصص کی فروخت کو بینکوں سے نقد واپس لینے کا ذریعہ بناسکے۔ مرکزی بینک بازار کے نرخ پر یا اس سے کچھ دام پر حصص فروخت کرنے میں ہمیشہ کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ بینک دوسرے مالی ادارے اور عام اصحاب سرمایہ ان حصص کے ذریعہ نفع حاصل کرنے کے لئے انہیں مناسب داموں پر خریدنے پر آمادہ ہوں گے۔ جو بینک یا اصحاب سرمایہ حصص خریدیں گے انہیں مرکزی بینک کو نقد دام ادا کرنا ہوگا جس سے بینکوں کی نقد تحویل میں کمی ہوگی۔ اگر خریدار بینک ہے تو اس کمی کی وجہ طاہر ہے۔ اور اگر خریدار کوئی ادارہ یا فرد ہے تو وہ دام ادا کرنے کے لئے بینک کے کھانہ میں جمع سرمایہ نکالے گا، یا اسے چیک کے ذریعہ مرکزی بینک کی طرف منتقل کرے گا۔ بینکوں کی نقد تحویل میں کمی سے زرکی رسد میں تخفیف کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اگر اس عمل کے آغاز میں بینکوں کے پاس فاضل نقد نہیں تھا تو پوری معيشت میں زرکی رسد میں اس سرمایہ کی کئی گناہ کی واقع ہو جائے گی جو حصص کی قیمت کے طور پر مرکزی بینک کو ادا کیا گیا ہے۔ مرکزی بینک کی جانب سے حصص کی فروخت زرکی رسد میں تخفیف کا آله ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بینکوں کی نقد تحویل میں کمی واقع ہوتی ہے۔

حکومت کے جاری کردہ حصص کے بازار نرخ کا انحصار اس سے حاصل ہونے والی شرح نفع کے بارے میں توقعات یا اندازیوں پر ہوگا۔ اگرچہ ان اندازوں کی تبدیلی کے ساتھ نرخ کا کم

وہیں ہوتے رہنا کسی حد تک ناگزیر ہے لیکن اجتماعی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ بے بنیاد اندیشوں یا بے بنیاد توقعات کی بنا پر اور سطہ بازی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے ان نرخوں کو محفوظ رکھا جائے۔ مرکزی بینک یہ مقصد بھی ان حصص کی خریداری یا فروخت کا بروقت اقدام کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ اپنے زیر نگرانی چلائے جانے والے کاروباری اداروں کی کارکردگی اور ان کے نفع نقصان کے ایسے اندازوں سے جو حقی الامکان واقعی حسابات پر منی ہوں مرکزی بینک کو برابر آگاہ کرتی رہے۔ مرکزی بینک ان حسابات کی روشنی میں حکومتی حصص کے بازار نرخ پر نگاہ رکھے گا۔ جب اسے ان حصص کے دام اس حد سے زیادہ نیچے گرتے نظر آئیں گے جس حد تک ان کو صحیح اندازے کے مطابق گرنا چاہئے تو وہ ان حصص کی بازار نرخ پر خریداری کا اقدام کرے گا۔ حصص کی طلب میں اضافہ اس کے نرخ کو گرنے سے بچائے گا۔ اسی طرح جب مرکزی بینک کو حصص کے دام حد احتدال سے زیادہ بڑھتے نظر آئیں گے تو وہ بازار نرخ پر حصص فروخت کر کے حصص کے طلبگاروں کی طلب پوری کر دے گا۔ رسد میں اس اضافہ سے دام بڑھنے کا رجحان ختم ہو جائے گا۔ حصص کی خریداری اور فروخت کے زریعے مرکزی بینک حصص میں سرمایہ لگانے کو سرمایہ کے نفع اور استعمال کا نسبتہ محفوظ طریقہ سمجھ سکیں۔ اور حکومت کے لئے نفع میں شرکت کے اصول پر عوام سے سرمایہ حاصل کرنا آسان ہو جائے۔

معاشی ترقی اور کاروبار کی توسعیں کے ساتھ ملک میں زر کی رسد میں مسلسل اضافہ ہوتے رہنا ناگزیر ہے۔ زر کی رسد میں مسلسل اضافہ کے لئے ضروری ہے کہ عام بینکوں کو مناسب رفتار سے نیا نقد فراہم کیا جاتا رہے۔ ہمارے مجوزہ نظام میں عام بینکوں کو نیا نقد ملنے کا زریعہ مرکزی بینک کی جانب سے حکومتی حصص کی فروخت کی رفتار سے زیادہ رکھ کر مرکزی بینک عام بینکوں کی نقد تحویل

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

میں اضافہ کرتے رہنے کا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ قومی دائرہ کا کار و بار و سعت پذیر ہو گا اور حکومت کی جانب سے نئے حصص جاری کئے جاتے رہیں گے۔ لہذا عرصہ طویل میں ان حصص کی رسید میں بھی مسلسل اضافہ متوقع ہے۔

اوپر کی بحث کی خرید و فروخت کے تین مقاصد سامنے آئے ہیں۔ عرصہ طویل میں زر کی رسید میں اضافہ کے لئے بینکوں کو نیا نقد فراہم کرتے رہنا، حکومتی حصص کے نزخوں کو غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے بچا کر ان میں یک گونہ استقرار پیدا کرنا، زر کی رسید میں حسب مرضی توسعی یا تخفیف عمل میں لانے کے لئے بینکوں کو نیا نقد دینا یا ان سے نقد و اپس لینا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں مقاصد کا ہر حالت میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہنا ضروری نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک مقصد کے لئے حص کی خریداری مناسب ہو مگر دوسرے مقصد کا تقاضا یہ ہو کہ حص فروخت کئے جائیں۔ ایسی صورت میں تضاد کا حل یہ ہو گا کہ مرکزی بینک حص کی خریداری یا فروخت کے ساتھ نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی کا اقدام یا نسبت استقرار میں تبدیلی کا اقدام بھی اس طرح کرے کہ دونوں یا تینوں مقاصد بیک وقت حاصل کئے جاسکیں۔ اگر ضرورت ہو تو وہ اس تضاد کو دور کے لئے کوئی دوسرا راست اقدام بھی کر سکتا ہے۔ ذیل میں اس بات کو ایک مثال کے زریعے واضح کیا جائے گا۔

فرض کیجئے کہ بازار کے بعض بے بنیاد اندیشیوں کے سبب حص کے نزخ گر رہے ہیں اور مرکزی بینک اس صورتحال کے علاج کے لئے حص خریدنے کا اقدام کرتا ہے۔ لیکن وہ زر کی رسید میں کوئی اضافہ نہیں چاہتا۔ ایسی صورت میں اسے حص کی خریداری کے ساتھ نسبت نقد محفوظ میں اتنا اضافہ کر دینا چاہئے کہ بینکوں کو جو نیا نقد ملے وہ زر کی رسید میں توسعی کا زریعہ نہ بن سکے۔ فرض کیجئے کہ ایسی صورت حال میں مرکزی بینک زر کی رسید میں تخفیف چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں نسبت

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

نقد محفوظ میں نسبتہ زیادہ اضافہ کرنا ہو گا تاکہ نیا نقد حاصل ہونے کے باوجود بینکوں کو کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس لینے پر مجبور کیا جاسکے۔

حصص کے نزد میں استقرار پیدا کرنے اور زر کی رسید میں کمی و بیشی چاہئے کے مقاصد کو ایک ساتھ حاصل کرنے کی دوسری مثالوں کو اسی مثال پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک بینکوں کو نقد کی رسید میں مسلسل اضافہ کا تعلق ہے وہ عرصہ طویل سے تعلق رکھنے والا مقصد ہے جیسے عرصہ مختصر کے مصالح کا تحفظ عمل میں لاتے ہوئے حاصل کرنا چند اس دشوار نہ ہو گا۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ بھی مناسب ہو گا کہ معیشت میں نقد کی مقدار میں اضافہ مرکزی بینک کے علاوہ خود حکومت بھی اپنے بعض اقدامات کے زرعیہ کر سکتی ہے۔ مرکزی بینک کی جانب سے حصص کی خریداری اس مقصد کے حاصل کرنے کا واحد زرعیہ نہیں ہے۔

اس تضاد سے بچنے کے لئے ہم یہ بھی تجویز کریں گے کہ زر کی رسید میں کمی و بیشی کے لئے زیادہ تر انحصار نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی پر کیا جائے نہ کہ حصص کی خرید و فروخت کا اقدام ان غیر معمولی حالات میں کیا جائے جب نسبت محفوظ کی تبدیلی اس مقصد کے لئے کافی نظر آئے، یا جب مطلوبہ مقصد کو کم سے کم عرصے میں حاصل کر لینا ضروری ہو۔ مثلاً افراط زر کی جانب شدید رجحان کی فوری روک تھام کے لئے آج بھی دنیا کے بہت سے ممالک میں زر کی رسید کو قابو میں رکھنے کے لئے زیادہ تر انحصار نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی پر کیا جاتا ہے نہ کہ تمکات کی خرید و فروخت پر۔ ان ممالک میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ جیسے ترقی یافتہ ممالک بھی شامل ہیں۔

مناسب ہو گا کہ آخر میں مختصر اور وجہ بھی بیان کردیئے جائیں کی بنا پر ہم مرکزی بینک کے

لئے صرف حکومت کے جاری کردہ حصص کی خرید و فروخت تجویز کر رہے ہیں، اگرچہ بازار میں بھی دائرہ سے متعلق تجارتی حصص کی بھی بھاری مقدار موجود ہوگی۔ یہ پہلی وجہ یہ ہے کہ مرکزی بینک کے پیش نظر مقاصد کے لئے وہ حصص کی بھی بھاری مقدار موجود ہوگی۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مرکزی بینک کے پیش نظر مقاصد کے لئے وہ حصص زیادہ موزوں ہوں گے جن کی قیمتیں کم تغیر پذیر ہوں۔

ہمارا خیال ہے کہ حکومتی حصص کے بازار نرخ میں عام حصص کے نرخ کے مقابلہ میں زیادہ استقرار پایا جائے گا۔ اس کی وجہ حکومت کی اوپنجی ساٹھ اور قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کی نفع آوری کے سلسلے میں اس کی وہ پالیسی ہے جس پر آئندہ بحث کی جائے گی۔ دوسرا وجہ ہے کہ مرکزی بینک کے پاس کوئی معیار نہ ہوگا جس کو بعض کاروباری اداروں کے جاری کردہ حصص کے انتخاب اور بعض کے ترک کی بنیاد بنا یا جاسکے جبکہ مرکزی بینک کے بھاری مقدار میں حصص خریدنے سے متعلقہ کاروباری اداروں کو غیر معمولی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان کے لئے نئے حصص جاری کرنا اور مزید سرمایہ فراہم کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس طرح بعض صنعتوں اور کاروباری اداروں کے ساتھ ترجیحی سلوک لازم آئے گا جس کے لئے کوئی معقول معاشی بنیادی ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کسی وقت مرکزی بینک کسی کاروباری ادارہ کے حصص کی بھاری مقدار فروخت کرتا ہے تو ان حصص کے دام گر جانے اور اس ادارہ کے لئے مزید سرمایہ کی فراہمی دشوار ہو جانے کا امکان ہے۔ اس امتیازی سلوک کی کوئی معاشی بنیاد نہ ہوگی۔

یہ بات کہ مرکزی بینک عرصہ طویل میں اس سے زیادہ حصص خریدے گا جتنے کہ وہ فروخت کریگا یہ معنی رکھتی ہے کہ وہ حکومت کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر سرمایہ کاروں کے لئے مزید سرمایہ فراہم کرتا رہے گا۔ اس سرمایہ کے زرعیہ قومی دائرہ کے مفاد سے بالآخر پورے معاشرے کا

مفاد وابستہ ہے اور اس کے ساتھ ترجیحی سلوک کسی شہری کے لئے وجہ شکایت نہیں بن سکتا۔ قومی دائرہ کی صنعتوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کیلئے ایک فلاجی ریاست میں معقول معاشی بنیادیں موجود ہیں۔

نسبت قرض میں تبدیلی

محوزہ نظام بینک کاری میں کاروباری افراد اور اداروں کو طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لئے بینکوں سے مضاربہ اور شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل ہو سکے گا۔ لیکن جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے کاروبار کو سہولت کے ساتھ چلانے کے لئے چھوٹے چھوٹی مدتیں کے لئے عارضی طور پر کچھ سرمایہ درکار ہوتا ہے جس کے لئے مضاربہ اور شرکت کے اصول، اس صنعتی دور میں، قابل عمل بنیادنہیں فراہم کرتے۔ یہ ضرورت بینکوں سے چھوٹی مدتیں کے لئے قرض حاصل کر کے پوری کی جاسکے گی۔ حقیقت پسندانہ مفروضہ یہ ہے کہ اس سرمایہ کی طلب طویل المیعاد سرمایہ کاری کی مقدار پر منحصر ہے۔ اگرچہ کاروبار کے مختلف دائرے میں طویل المیعاد سرمایہ کاری اور قرض سرمایہ کی ضرورت کے درمیان نسبتیں مختلف ہوں گی لیکن اوس طلاً پوری معيشت کے لئے دونوں سرمایہوں کے مابین نسبت دریافت کرنا ممکن ہو گا۔ چونکہ اس نسبت کا انحصار پیداوار کے طریقوں، مال کے ذخیرہ کرنے اور فروخت کرنے کے بارے میں عادات اور تیار شدہ مال کی فروخت کی رفتار وغیرہ پائدار اسباب و عوامل پر ہے لہذا اس کے جلد تبدیل ہونے کا امکان کم ہو گا۔ مرکزی بینک کا ایک کام یہ ہو گا کہ ماضی کے تجربے اور حال کے تجزیے کی مدد سے اس نسبت کو دریافت کرے اور ایسی نسبت قرض متعین کرے جو کاروباری طبقہ کے نئے موزوں مقداروں میں قرض سرمایہ کی رسدا کا اہتمام کرے۔ جب مرکزی بینک یہ محسوس کرے کہ طویل المیعاد سرمایہ کاری اور قصر المیعاد قرضوں

کے درمیان توازن نہیں قائم رہا جس کے سبب کاروبار تگلیٰ میں بنتا ہے تو اسے نسبت قرض میں مناسب تبدیلی کے ذریعے اس صورتحال کا علاج کرنا چاہئے۔

اگر معیشت میں قرض کی رسڈ طویل المیعاد سرمایہ کاری کی نسبت سے کم ہو اور کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض نہ پوری ہوں تو کاروباری عمل سست پڑ جائے گا۔ اپنی ناگزیر ضروریات کے پیش نظر کاروباری طبقہ مجبور ہوگا کہ طویل المیعاد سرمایہ کاری میں کمی کرے تاکہ سرمایہ کی ایک مقدار کو اس سے فارغ کر کے عارضی ضروریات کی تکمیل میں لگایا جاسکے۔ اجتماعی نقطہ نظر سے یہ سرمایہ کے بہتر سے بہتر استعمال کے مطابق نہ ہوگا کہ جو ضرورت چند ہفتوں کے لئے سرمایہ حاصل کر کے پوری کی جاسکتی ہو اسے پورا کرنے کے لئے تین مہینے کی مدت کے لئے سرمایہ حاصل کیا جائے۔ ایسی صورت میں اگر مرکزی بینک نسبت قرض میں اضافہ کر دے تو قرض سرمایہ کی رسڈ بڑھ جائے گی اگرچہ مضاربہ سرمایہ کی رسڈ میں اسی قدر کمی بھی واقع ہو جائے گی۔ چونکہ قرض کی مدت مضاربہ پر دینے والے سرمایہ کی مدت سے کم ہو گی لہذا اس سرمایہ کے الٹ پھیر (Turnover) کے ذریعے زیادہ کام لیا جاسکے۔

قرض کی رسڈ کے اس کی طلب سے نمایاں طور پر کم ہونے کی علامت یہ ہو گی کہ بنکوں کے لئے قرض کے طلبگاروں کی ایسی ضروریات پورا کرنا بھی ممکن نہ ہو جن کو وہ اہم اور حرفی ضروریات قرار دیتے ہوں اور قرض کی بہت سی درخواستوں کو رد کرنا ناگزیر ہو جاتا ہو۔ اس کے برکس جب درخواستیں کم ہوں اور قرض دینے کے لئے رقم فراواں ہو، یا اس مدد میں گنجائش کے پیش نظر بینک ایسے قرض دینے پر مجبور ہو رہے ہوں جن کو وہ ناگزیر نہیں سمجھتے، تو یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ نسبت قرض ضرورت سے زیادہ ہے، اس میں کمی کی جانی چاہئے۔ نسبت قرض میں کمی مضاربہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

سرماہی کی رسد میں اضافہ کا سبب بنے گی جس سے معیشت میں مستقل اور طویل المیعاد کاری میں اضافہ ہو گا۔ قرض کی رسد کم ہو گی جس سے کاروباری طبقہ مجبور ہو گا کہ قرض سرماہی کا کفایت شعارانہ استعمال عمل میں لائے۔

جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں، یہ ضابطہ کہ بینکوں کے لئے اپنے قرض کھاتہ کا ایک متعین فیصد حصہ قرض کے طور پر دینے کیلئے آمادہ رہنا ضروری ہے اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ سود کی حرمت کے باوجود کاروباری افراد اور اداروں کو چھوٹی مدتیں کے لئے قرض حاصل ہو سکے۔ جیسا کہ ہم آئندہ صفات میں واضح کریں گے، اسی ضابطہ کے تحت حکومت اور صارفین (Consumers) کو قرض کی فراہمی بھی ممکن ہو گی۔ ایک غیر سودی نظام میں ان مفید اور ضروری وظائف کی انجام دہی یعنی کاروباری طبقہ حکومت اور صارفین کو قرض کی فراہمی، اس ضابطہ کے بغیر دشوار ہو گی۔ نسبت قرض کی تینیں کارہنما اصول یہ ہو گا کہ ان ضروریات کی مناسب حد تک تکمیل کے بعد قرض کھاتے کی زیادہ سے زیادہ رقم بینکوں کے لئے نفع اور استعمال کے قابل رہے۔ مرکزی بینک نسبت قرض میں تبدیلیوں کے زریعے قرض کی طلب، یعنی صارفین، حکومت اور کاروباری طبقہ کی ضرورتِ قرض کو مناسب حد تک پورا کرتے رہنے کا اہتمام کرے گا۔

نسبتِ قرض میں تبدیلی زر کی مجموعی رسداً اور بینکوں کے کھاتوں کی مجموعی میزان پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ اگر صارفین اور حکومت کو نظر انداز کر دیا جائے جیسا کہ ہم نے اب تک کیا ہے تو اس تبدیلی کا کاروباری طبقہ کو فراہم کئے جانے والے سرماہی کا مجموعی مقدار پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس کا اثر صرف مضاربہ کے اصول پر فراہم کئے جانے والے سرماہی اور قرض سرماہی کی باہمی نسبت پر پڑتا ہے، جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے واضح ہے۔

اس نقشے کی پہلی سطحیہ بتاتی ہے کہ جب نسبت قرض پچھاں فیصد تھی تو بینکوں کے حسابات کا مجموعی نقشہ کیا تھا۔ دوسری سطرنسبت قرض میں ڈھائی فیصد اضافہ اور تیسرا سطرنسبت قرض میں ڈھائی فیصد کی کے اثرات ظاہر کرتی ہے۔

قرض کھاتے، مضاربہ کھاتے اور نقد محفوظ کی مقداروں پر نسبت قرض میں تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ سارا اثر دیئے جانے والے قرض اور مضاربہ سرمایہ کی مقداروں پر پڑا ہے۔ پہلی اور دوسری سطر کا تقابلی مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نسبت قرض میں ڈھائی فیصد کا اضافہ قرض کی رسید میں پندرہ سو کے اضافہ اور مضاربہ سرمایہ کی رسید میں پندرہ سو کی کی کا سبب بنتا ہے۔ پہلی اور تیسرا سطر کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ نسبت قرض میں ڈھائی فیصد کی کے نتیجہ میں قرض کی رسید میں پندرہ سو کی کی ہوئی ہے مگر مضاربہ سرمایہ کی رسید میں پندرہ سو کا اضافہ ہوا ہے۔

استقراض سے متعلق ضابطہ کے تحت ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ کسی بینک کو مرکزی بینک سے ملنے والے قرض کی مقدار کا انحصار اس قرض کی مقدار پر ہوگا جو اس بینک نے دیا ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نسبت قرض میں تبدیلی بینکوں کو مرکزی بینک سے ملنے والے قرض کی مقدار پر بھی اثر انداز ہوگی۔ اگر مرکزی بینک اس قرض کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہ کرنا چاہتا ہو تو اسے نسبت قرض میں تبدیلی کے ساتھ نسبت استقراض میں بھی مناسب تبدیلی عمل میں لانی چاہئے۔ البتہ اگر نسبت قرض میں کی جانے والی تبدیلی تھوڑی ہو اور عملی حالات نسبت استقراض میں کسی تبدیلی کے متقاضی نہ ہوں تو اس اقدام کو موخر بھی کیا جا سکتا ہے۔ نسبت استقراض کا تعالیٰ عام سودی بینکوں میں مرکزی بینک کرتا ہے آزاد مالیاتی پالیسی کے ذریا ثرا آجکل چونکہ نسبت نقد محفوظ بینک خود طے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کرتی ہے اور زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے لئے پینک اس نسبت کو کم از کم رکھتے ہیں اس صورت میں جبکہ نسبت استقرار پر کم از کم رکھتے ہیں اس نسبت کو کم از کم رکھتے ہیں اس خواہش مند بھی ہواں لئے آج کے دور میں مرکزی بینک کریڈٹ بینکوں کی نقد کی کمی کو پورا کرنے کا مضبوط زری پالیسی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اسلامی معاشیات دانوں کے ۱۹۹۰ء کی دھائی سے پہلے کے آرٹیکل اٹھا کر دیکھیں جب کہ آزاد مالیاتی پالیسی نہ تھی اور نسپتیں مرکزی بینک ملکی حالات کے مطابق طے کرتے تھے تو ان میں بھی مرکزی بینک کے اسی کردار کا ذکر ملتا ہے اور ۱۹۹۰ء کی دھائی کے بعد اسلامی معاشیات دان آزاد مالیاتی پالیسی کے اسی نظر آتے ہیں۔

صدیقی (۱۹۸۳) صاحب بھی بڑی صراحةً کے ساتھ اس بات پر موثر نظر آتے ہیں کہ ان نسبتوں کا استعمال ملکی مفادات کے ملحوظ خاطر رکھ کر کیا جائے۔ مگر جدید فقهاء کرام آج کے دور میں راجح سرمایہ دانہ نظام کی آزاد پالیسی سے متاثر ہو کر اب آزاد اسلامی پالیسی کو اپنانے پر زور دیتے ہیں۔

صدیقی (۱۹۸۳) صاحب نے یہاں دیگر آلات زری پالیسی مثلاً تمسکات کھلی منڈیوں میں خرید {Open Market Operation (OMO)} وغیرہ کا ذکر نہیں کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اوایم او (OMO) کے اسلامی نظام میں بالکل مخالف ہیں۔

تمسکات کی کھلی منڈیوں میں فروخت: {Open Market

Operation (OMO)}

یہ آہ چونکہ رسدر کی تبدیلی میں نمایاں حصہ لیتا ہے جب سرماۓ کے بازار بہت زیادہ نمایاں اور ترقی یافتہ شکل میں ہوں چونکہ اسلامی رعایت میں سرمایہ کے بازار بت کمزور ہوتے ہیں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوگی۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس میں مدد کی جگہ شراکت رکھی ہے اور یہ شراکت مرکزی بینک کو شراکت دار کے درمیان ہوں گے۔ اور دونوں فریق نفع و نقصان میں شریک ہوں گے۔ یعنی مرکزی بینک اپنے فنڈ سے اور تمسکات کی فروخت کے نتیجے میں حاصل ہونے والے سرمائے کو منافع بخش کام میں لگا کر اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے منافع بخش کام میں لگا کر اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے منافع کو حاملین تمسکات میں تقسیم کرے گا۔ اور اس کے نتیجے میں چوں کے زر کی ترسیل میں قابل قدر تبدیلی واقع نہیں ہوگی بلکہ اس کا مقصد ہی حکومت کو اپنے خسارے کو پورا کرنا ہے اس لئے یہ آہ زر پالیسی میں کوئی سودمند کردار ادا نہ کریگا۔

یہ تو تھا مرکزی بینک کی خدمات اور اس کی زری پالیسی کے آلات پر اسلامی معیشت دانوں کے تجزیات اس مفصل بحث کے بعد ہم اب ان اسلامی معیشت دانوں کے نظریات پر ایک نقیدی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد پاکستان کی زری پالیسی کا جائزہ لیں گے۔

CONCLUSION: تکملہ:

ذرائع کے استعمال سے متعلق ہم نے چار قسم کے طریقہ تمویل کا مطالعہ کیا، ایک قرض کی صورت میں دوسرا بینک کی براہ راست سرمایہ کاری تیسری کاروباری حضرات کو شراکت کے تحت زر کی فراہمی چو تھا اشیاء کی خرید و فروخت اور کرانے سے متعلق۔ بینک کے ذرائع کا استعمال ان

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

چاروں میں کچھ سے متعلق ہم نے تحریر فرمایا ہے اس کے علاوہ بھی دیگر آلات کے استعمال کی سفارشات اسلامی معيشت دانوں کے مقالوں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں ملتی ہیں۔

جن کا طریقہ کار اور اثرات کم و بیش یکساں ہیں بینک چاہے خود سرمایہ کاری کرے یا تمویل کے لئے زر مہیا کرے وہ کار و باری شریک کے ساتھ نفع و نقصان کا معاهدہ ہی کرے گا جس میں مشارکت اور مضاربہ کے تحت شریک کرے گا۔ مشارکت اور مضاربہ جدید اسلامی تمویلی نظام میں کافی مقبول آلات ہیں جس میں فرق جدید اسلامی معيشت دانوں میں یہ ہے کہ مضاربہ میں نقصان صرف رب المال کا ہوگا مضارب صرف منافع میں طے شدہ نسبت سے شریک ہوگا جبکہ مشارکت میں نفع و نقصان میں دونوں شریک ہوں گے نقصان میں سرمائے کی نسبت کے لحاظ سے اور نفع میں طے شدہ نسبت کے لحاظ سے تقسیم کا رہوگی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ اور ۱۹۹۰ء سے پہلے کے اسلامی معيشت دان زیادہ تر شراکت کو ہی سودی نظام کا اصل مقابل تصور کرتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمویلی ادارے یا بینک یا تو شراکت کریں ورنہ اگر قرض کی لین دین کریں تو پھر وہ قرض حسن کی صورت میں ہو۔ براہ راست سرمایہ کاری میں براہ راست مضاربہ، شراکت، حص و سریقیکیٹ، تمسکات کی خریداری کی سفارشات بھی اسلامی معيشت دانوں کے یہاں صراحیت سے ملتی ہیں حکومتی یا پبلک سیکٹر میں سرمایہ کاری ہو یا مرکزی بینک کے بانڈر، تمسکات کی خریداری ہو یا نجی حص کی خریداری ہو یہ تمام کے تمام شراکت کی بنیاد پر خریدے جائیں گے۔

بینک سے متعلق دیگر تمویلی آلات کے استعمال جس میں خرید و فروخت اور کرایہ پایا جاتا ہے یہ جدید تمویلی نظام میں لیزنگ (Leasing) سے ملتے جلتے ہیں۔ جس میں منافع یقینی ہے اور ادائیگی بعد کی مدت / مدت میں یکمشت بھی ہے اور قسطوں پر بھی ہے۔ ان خریداری اور کرائے

سے متعلق آلات کے طریقہ کارا ثرات سب ایک جیسے ہیں اور ان کے درمیان بہت معمولی یا فرق عملی طور پر روا رکھا جاتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے کار و باری شریک کے ساتھ اس طرح کی بیع کوسودی نظام سے مماثل گروانہ ہے، کونسل کی رپورٹ صفحہ نمبر 132 پارت II بیع موجل میں تحریر ہے۔

جہاں تک صرف یا خرچ کرنے کے لئے فنڈ مہیا کرنے کا سوال ہے تو جیسے کار، مکان، کمپوٹر وغیرہ کی خریداری کیلئے تو اس صورتحال میں ان آلات کا استعمال نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں ملتا ہے جدید بنکاری میں ان آلات کی قباحتوں کے باوجود جیسا کہ ہم نے دیکھا مرا بحہ 80 فیصد تک بینکاری میں راجح ایک اسلامی تبادل کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ جو کہ خود ایک غور طلب معاملہ ہے۔ ان نفع بخش آلات کے ساتھ ساتھ اسلامی بینکوں کو مخصوص قرض کی فراہمی کی سفارشات کا ذکر بھی ملتا ہے کہ بینک اپنے فنڈ کا کچھ حصہ ادا بابا ہمی کے لئے خرچ کرے جو کہ نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں مرکزی بینک کے ذمہ ہے کہ وہ ہر کھاتہ دار بینک کو مجبور کرے کہ ایسے فلاجی کاموں پر بھی اپنے فنڈ زکو استعمال کرے۔ یہ بحث کہ اگر اسلامی بینک جو کہ آج کل منافع مخف کے حصول کے تحت قائم ہو رہے وہ اس کی کتنی پاسداری کر سکیں گے یہ کہیں نہیں ملتا۔ کچھ طریقہ کارجو کہ جدید سودی بینکاری میں راجح ہیں۔ ان پر بھی اسلامی معیشت دانوں کا اختلاف ہے وہ معیشت دان جو کہ قدرے محتاط ہیں وہ ان طریقہ کا روکر دکرتے ہیں جیسے منقولہ /غیر منقولہ جائیداد کی دوبارہ خریداری (Buy Back) مبادلاتی بل / ہنڈی کی خریداری / دوبارہ خریداری وغیرہ ان میں اور سودی لین دین میں کوئی فرق نہیں ہے مساوائے ناموں کے۔ اس لئے اس کی رد اسلامی معیشت دانوں کے یہاں موجودہ ہے * -

اسلامی بینکاری کی عملی صورت میں جو پچیدگیاں منافع کی تقسیم میں ہے اس پر کو نسل کی رپورٹ اور ماہرین اسلامی بینکاری نے کافی تفصیل سے لکھا ہے کہ کس طرح کھاتہ داروں کے درمیان نفع و نقصان کی تقسیم ہو گی اگر بینک نجی طور پر قائم ہے تو بینک کے حصہ داروں میں تقسیم کن بنیادوں اور کن طریقہ کار پر ہو گی۔ اس کے لئے علاوہ بڑی تفصیل سے اس پر مواد موجود ہے کہ جن پرو جیکش پر بینک شراکت کرے گا ان پر جیکٹ پر مختلف نوعیتوں پر نفع و نقصان کیسے طے ہو گا۔ پرو جیکٹ کی دیکھ بھال اس کے اندر پائے جانے والے گھپلوں کو کیسے ختم کیا جائے گا اس پر بھی مفصل بحث موجود ہے کہ ایک غیر اسلامی معاشرہ میں جہاں لوٹ کھوٹ، حرص و حسد کے جزبات ہوں وہاں پر ہم اسلامی بینکاری کو کس طرح کامیابی سے چلائی جاسکتی ہے۔ علمی نوعیت کے کام تو سب موجود ہیں مگر عملی کوئی خالص اسلامی بینکاری کا ماذل موجود نہ ہونے کی وجہ سے عملی میدان میں جو بھی اسلامی بینکاری راجح ہے اس میں شکوک و شبہات بہت ہے اور اس میں شراکت سے زیادہ مردجمہ / اجارہ جیسے خریداری کے آلات کا استعمال زیادہ ہے۔

اسلامی بینک صنعتوں، زراعت کے خاص شعبوں میں بھی اسلامی تمولی آلات کی مدد سے قرضہ اور سرمایہ کاری بہم پہنچائے گی۔ کو نسل کی رپورٹ کے مطابق زراعت کے شعبہ میں شراکت نہ کی جائے بلکہ، نیچ، کھاد، کیڑے مارادویات کے لئے تو قلیل مدتی قرض حسن بہم پہنچایا جائے جبکہ دیگر آلات و اشیاء کی خریداری کے لئے بیع مسلم، بیع موجل کے ذریعہ سرمایہ فراہم کیا جائے۔

اسلامی بینکاری طویل المعايد سرمایہ کاری میں شراکت کو قابل عمل سمجھتی ہے مگر قصیر المعايد سرمایہ کاری میں روزمرہ کے حساب سے منافع کی تقسیم کو عملی طور پر دشوار تصور کرتی ہے اس لئے اس

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کے لئے زیادہ دیگر آلات کے استعمال کو ترجیح دی جاتی ہے۔

بینکوں کی باہم سرمایہ کاری (Inter Bank loaning) جس میں کوئی ضرورت مند بینک دیگر بینکوں جس کے پاس زائد محفوظات موجود ہوں سے ایک دن سے لے کر ایک سال تک کا سرمایہ لے سکتا ہے۔ اس کے لئے زیادہ تر مضاربہت کو ہی قبول کیا گیا ہے ملیشیا کا مرکزی بینک مضاربہت کی بنیاد پر ہی بینکوں کا آپس میں لین دین تجویز کرتا ہے۔

ان تمام مباحث سے ایک بات پتہ چلی کہ اسلامی کمرشل بینک کم و پیش جدید سودی بینکوں کی ہی طرح تمام فرائض انجام دے گا اور اسی طرح افعال کرے گا۔ بس فرق اتنا ہو گا کہ وہ یہ تمام کام اسلامی شریعت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی سرمایہ کاری کی بنیاد پر ہوں گے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکاری جو کہ بلا سودی بنیادوں پر عام سودی بینک کو بھی دعوت دے رہی ہیں کہ وہ بھی ان مسلمانوں کے سرمایہ کو استعمال کرے جو سودی لین دین نہیں چاہتے۔ اسی لئے غیر اسلامی بینکوں میں بھی غیر سودی کھاتے کھولنے کے موقع پیدا ہو رہے ہیں۔ اب ٹھی بینک (City Bank)، اے بی ایم ایمرو (ABM Ambro) دواچہ بینک، کومرز بینک (Commerz Bank) جمنی نے بھی اسلامی بنکاری شروع کر دی ہے۔ اسلامی بینکاری کے اعداد و شمار کے مطابق اس کے کل اسٹیس (Assets) کی مالیت ۲۰۰۲ء میں ۵ بلین ڈالر تک پہنچ گئی ہے اس کے ممبروں کی تعداد ۲۰۰۰ سے تجاوز کر گئی ہے اور یہ کم و پیش ۵۵ ملکوں میں اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔

دیگر مالیاتی اداروں میں سرے فہرست انشورنس کمپنیاں ہیں انشورنس کے کاروبار کو اسلامی بنانے کے لئے تکافل کی اسلامی اصطلاح (termenology) کو استعمال کیا گیا ہے۔ کہ تمام شرکاء جو کہ انشورنس کرواتے ہیں جس میں پریمیم (Premium) کی ادائیگی کے بابت اس کی اصل یا اس کا منافع غیر متوقع ہو۔ اس صورت میں اسلامی معیشت دان اس نیت کے تحت اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ وہ افراد ادا دبائی کے تحت انشورنس کریں اور اپنے بھائی کو جو کہ ناگہانی آفت میں ہواں کے نقصان کو باہم مل کر بانٹیں۔ یہ نظریہ بیان کرنے میں تو خوب ہے مگر وہ ممالک جہاں اسلامی معاشرہ نہیں ہے اور نتیجی بھی سڑہ بازی، قمار بازی کی ہیں وہاں اس کا استعمال کیسے ہوگا اسلامی معیشت دان اس پر خاموش ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ دونوں بیمه زندگی اور جعل بیمه (General Insurance) کے لئے تجویز کرتی ہے کہ ایسا بیمه جو کہ طویل المعاہد ہوں ان کو کارپریٹو (co-operative) کی بنیاد پر منظم کیا جائے اس سے حاصل ہونے والے پریمیم کو منافع بخش کام میں لگا کر اس کا کچھ حصہ، بیمه لینے والوں میں تقسیم کر دیا جائے اور کچھ حصہ کو کلیم (Claims) کی ادائیگی کے لئے مختص کر دیا جائے۔

وہ بیمه جو کہ قصیر المعاہد ہے جیسے ہوائی سفر وغیرہ کے لئے حکومت ایک ٹرست قائم کرے اس میں جمع شدہ رقم سے بیمه کاروں کو نہیں اصل ملے گا اور نہیں اس کا منافع بلکہ یہ جمع رقم ٹرست کی ملکیت ہوگی جو کہ اس کے (Claim) کی صورت میں اس فنڈ سے بیمه کار کی مدد کرے گا۔ دونوں ۱۹۹۰ کے بعد کی اسلامی بینکنگ کی سفارشات اور ۱۹۸۰ سے پہلے کی سفارشات میں بنیادی فرق یہ

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

ہے کہ وہ ان امور کو پیلک سیکٹر (Public Sector) یا حکومت کی ذمہ داری تصور کرتی ہیں اور بیمه کے کاروبار کو منافع کے لئے کرنے پر کوئی اشارہ نہیں ملتا جبکہ موجودہ دور کے اسلامی معیشت دان بنا فل کے زرعی انشورنس کو بھیت ایک منافع کے حصول ادارے کے طور پر قابل عمل سمجھتے ہیں اور اس کو ناصرف سود سے پاک بلکہ، قمار بازی سے بھی پاک تصور کرتے ہیں۔

مرکزی بینک کا جو ماذل صدقی (۱۹۸۳) نے دیا ہے اور اس دور سے متعلق ہے جب کہ مرکزی بینک آزاد نہ تھا۔ اب جبکہ مرکزی بینک آزاد ہے اس صورت میں اسلامی بینک کا کیا کردار ہو گا اس کے بارے میں اسلامی معیشت دان خاموش ہیں۔ وہ تو اس بینک کی آزادی کو قبول کرتے ہوئے کمرشل بینک کو اس کے مطابق عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے کھاتے دار بینک کے باب میں دیکھا۔

اسلامی معیشت دانوں پر تنقیدی جائزہ:

اسلامی معیشت دان جس مالیاتی نظام کو سودی نظام کی جگہ لانا چاہتے ہیں وہ بھیت متبادل کے انفرادی طور پر تو فقہی نقطہ نظر درست ہے کہ وہ سود کا ایک متبادل پیش کرتا ہے۔ یعنی مالیاتی نظام کے اجزاء کی تطہیر کا مام سرانجام دیتا ہے مگر نظام کا بھیت کل رہنہیں کرتا بلکہ اس کو غیر جانبدار تصور کر کے اس کی جزوی اصلاح پر اکتفاء کرنا ہے۔ جو نظام اسلامی نظام مالیات کے متبادل کھڑا ہے وہ سرمایہ دار نہ نظام ہے جس کی جذبات سے ہم پہلے ہی واقفیت حاصل کر چکے ہیں۔

سرمائے کے بازار اور زر کے بازار جن کا اصل منافع محض کے لئے سرمائے کی بڑھوٹری

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

براۓ بڑھوڑی کے لئے سود کا استعمال ہے جب اسلامی معيشت سرمایہ دار نہ نظام میں سود کے ختم کرے پر ہی اپنا ذور دیتی ہے جو وہ اس نظام کے ایک جذکو تبدیل کرنے کی بات کرتی ہے جس کے نتیجے میں سرمایہ دار نہ نظام جوں کا تون کھڑا رہتا ہے اور اس کی روح باقی رہتی جبکہ اسلامی نظام جو قائم ہوتا ہے وہ اس نظام میں حل نہیں پاتا اور معاشرہ کو اسلامی خطوط پر استوار نہیں کرتا بلکہ سرمایہ داری کو معاشرہ میں جائز مقام دلواتا ہے۔

اسلامی معيشت دانوں نے لگ بھگ وہ ہی ردے عمل ظاہر کیا جو کہ ۱۶ اویں صدی میں عیسائی پرٹسٹنٹ (Protestant) مفکرین نے کیا۔ یہ افراد بھی سرماداری کے سخت مخالف تھے۔ کرشل معاشرے کو پورے شرح صدر سے رد کرتے تھے لوثر (Luther) تو سود (Usury) حرص (Avaris) کا بڑی شدت سے مخالف تھا وہ سود کو شیطانی ایجاد تصور کرتا ہے، اس کے لیے والوں کو عیسائی عبادات میں شریک نہیں کرنے اور ان کو عیسائی تدبین نہیں دینے کا شدت سے خواہاں تھا۔ اتنی سختی کے باوجود اس دور میں یہ تصور کرتے تھے کہ ہم سرمایہ داری کا مقابلہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے اعتقادات کو درست رکھیں اور ان ہی اداروں کو استعمال کر کے ان کو عیسائیت کے فروغ میں استعمال کریں۔ عیسائیت بھی سرمایہ دار نہ اداروں کو غیر عقائدی ادارے تصور کر کے ان کے اندر تطہیر (Reformation) چاہتے تھے (Tawney 1926)۔ مگر ہوا کیا؟ اگلی ہی صدی میں عیسائیت مغربی معاشروں سے بد خلہو نے لگی اور سرمایہ دار نہ عقلیت پورے یورپ پ تیزی سے سراہیت کر گئی۔ سرمایہ داری کے فروغ میں جہاں لبرل، سکیولر افراد پیش پیش رہے وہاں اس دور میں عیسائیت نے اس کے فروغ میں معاونت کی اور عیسائی اداروں کے فروغ کے بجائے سرمایہ دار نہ اداروں کی ہی جلاء بخشی۔ عیسائی تاریخ سے سہو نظر کرتے ہوئے آج

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

اسلامی معیشت دان یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم سرمایہ داری کے جزو سود کی تو مخالفت کریں مگر سرمایہ داری کی بحثیت نظام کوئی رد پیش نہ کریں ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس کی چند خباتوں کی اندوں نی تقدیض ضرور کریں۔ اس طرح وہ سرمایہ دار نہ اداروں زر اور سرمائے کی مارکیٹ کو غیر جانبدار تصور کرتے ہیں اور بلکل نیوکلاسیکل ماؤل کو اسلامی ماؤل کے طور پر اپناتے ہیں۔ اسی لئے جب وہ سود کی حرمت کی بات کرتے ہیں تو اس کے ساتھ اسلامی اقدار فقر، قناعت، تقویٰ، غلبہ دین سے سہونظر کرتے ہیں۔

اسلامی بینکاری وہ ہی طریقہ بینکاری اپناتی ہے جس کو سودی بینکاری رانج کرتی ہے۔ جیسا کہ موجودہ دور میں صارف کی بینکاری میں بینک صارف کو اپنی تعشیات کے لئے جیسے گاڑی، مکان، ذاتی قرضے بڑے پیانے پر سود پر دے رہا۔ جس سے اس کا متعن نظر اپنے منافع میں اضافہ اور معاشرے میں حرص کو پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ اسلامی بینکاری بھی اس نجح پر اجارہ اور مر بھکر بنیادوں پر صرف کے لیے وسائل فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں تمولی آلات اسلامی بینکاری میں سب سے زیادہ استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کے باوجود کہ اس کا استعمال مجبوری اور قباحت کے ساتھ ہے اور سود کے اثرات لیے ہوئے ہے۔ اسلامی بینکاری اس بات سے بھی انگماز بر تی ہے کہ اس صرف کے لیے دیے جانے والے قرضوں کا اثر ایک اسلامی معاشرے پر اور مسلمانوں کی زندگیوں پر کیا پڑیں گے۔

اسلامی بینک اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے کہ ان سے کون کس مقصد کے لیے قرضے لے رہا ہے۔ ایک دنیا دار اور ایک دیندار ان کی نظر میں کیساں ہے۔ اس طرح مغربی افکار مساوات (Equality) کے قائل ہیں جیسا کہ رائز نے اپنے پہلے انصاف کے

اصول (First Principle of Justice) میں دعوه کیا تھا کہ انسان

آزاد اور برابر ہے ان معنی میں کہ ہر شخص اپنی خوب شانت کی پیروی کرتا ہے۔ اسی لیے کسی کے عمل کو کسی دوسرے کے عمل پر فوقيت حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح حرام اور حلال، جائز ناجائز کی کوئی تیز اسلامی بینکاری میں روانہ نہیں ہے۔ اسلامی فقہائے کرام نے تو حلال میں بھی درجہ بندی کی ہے۔ یہ درجہ بندی نہ ہی وسائل کے استعمال میں کہیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی وسائل کے فراہم کاروں میں نظر آتی ہے۔ سب سے زیادہ جو علامت اسلامی بنا کاری میں غیر اسلامی اور اسکول برل نظام سے مشابہت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ تعلقات کی بنیاد غرض پر استوار ہے۔ جبکہ اسلام میں تعلقات کی بنیاد محبت، بھائی چارگی، اطاعت اور فرمابندی پر قائم ہوتی ہے۔ اسی لیے مضاربہ کے استعمال میں وہ تمام قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کا ذکر ڈاکٹرن جات اللہ صدیقی نے کیا تھا۔ اسی لیے اسلامی بینک اس کا شافی حل دینے سے قاصر ہیں اور اجارہ اور مرابحہ کو ہی استعمال کر رہے ہیں۔

اسلامی بینک اسلامی اداروں میں شاید وہ واحد ادارے ہوں گے جو اسلامی ہونے کے دعو دار بھی ہیں اور یہ دعوت و اشاد کا فریضہ انجام نہیں دینا۔ ان سے مسلک افراد کا اسلامی شعار کو پروان چڑھانا اس ادارے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ اس سے مسلک علمائے کرام و فقہائے عظام صرف میں استعمال ہونے والے تمولیٰ آلات پر فتویٰ لگا سکتے ہیں۔ ان آلات کے استعمال کے نتیجے میں کیا نتائج نکلیں گے اس سے انکا کوئی غرض نہیں ہوتا ہے۔ یہ صرف مشیر ہوتے ہیں جن کا تعلق صرف مشورے سے ہوتا ہے جس کی وہ فیں وصول کرتے ہیں اسی لیے ہمیزی اور ولسن ۱ نے ان کی اسلامی بینکوں کے مشوروں کے حوالے سے درست تعبیر کی ہے کہ وہ اس نظام میں مسلک ہو کر سرمایہ دارانہ معاشرت و بود باش اختیا کر گیے ہیں اور وہ دنیا پرستی (سرمایہ داری) کے جواز میں ہی

فتویٰ ترشیت ہیں۔

اسلامی بینکاری کی اس تمام مباحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی بینکاری سرمایہ داری کے فروع کا ذریعہ ہے اس پر بروزہ کرنے کے بجائے ایک ایسے متبادل کی ضرورت ہے جو کہ سرمایہ داری کا متبادل ہوا اور اسلامی غلبہ کا موجب بھی ہو۔

بینک محفوظات (Bank Liabilities)

بینک کے قیام کے لئے جو طریقہ اسلامی معیشت دان وضع کرتے ہیں یہ وہی طریقہ ہے جو کسی کمپنی کے قیام کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ اسلامی بینکاری جو نجی طور پر قائم ہوگی ابتدائی سرمائی کے لئے شیئر کو بیچے گی اور ان شیئر کو خریدنے والے آپس میں مشارکت کے اصول پر شراکت کریں گے۔ شراکت کا عقد تو درست ہے مگر سرمایہ دار نہ معیشت میں میں کمپنی کا مالک کوئی نہیں ہوتا یعنی یہ شیئر کے رکھنے والوں کو کمپنی کے قیام میں نہ عمل دخل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اس کمپنی سے متعلق کوئی معلومات رکھتے ہیں۔ اسٹاک مارکیٹ کے تحت قائم یہ بینک جب شراکت کرتے ہیں تو اسلامی ملکیت کے اصول کی نفع کرتے ہیں۔ شیئر مارکیٹ میں مالک کے فرائض تو بینک نیجرا دا کرتا ہے جو کہ ملازم ہوتا ہے اور بینک نیجرا کمپنی کے بنائے گئے اصول کے تحت وہ طریقہ کار وضع کرتا ہے جس سے منافع محض میں اضافہ ہو یعنی اصل ملکیت سرمایہ کی ہوتی ہے کہ اس کا اضافہ ہی اصل حدف ہوتا ہے۔ اسی کے اضافہ کے لئے احکامات وضع کئے جاتے ہیں اور اسی کے لئے ملازمین کو برطرف یا نوکر رکھا جاتا ہے۔ شیئر ہولڈر تو ایسے فرضی مالک ہوتے ہیں کہ ان کو کمپنی سے متعلق کوئی علم نہیں ہوتا وہ تو منافع کے ایک قلیل حصہ کے حقدار ہوتے ہیں اس طرح جدید

اسلامی معيشت دان شرکت کے اصول کے تحت جو بینک قائم کریں گے اس میں شرکت کا عقد برائے نام ہوگا کہ کاروبار میں کوئی عمل شرکی نہیں ہوگا بلکہ شرکت صرف سرمائے کی ہوگی اور وہ ہی اس کا اصل مالک ہوگا۔ اسی طرح شخصی ملکیت ختم ہو جائے گی اور فرضی ملکیت قائم ہوگی۔ اب سوال پیدا ہوگا کہ جب ہم جز لیعنی سود کو لیں اور کل لیعنی سرمایہ داری کو نہ لیں تو پھر اسلامی قانون پر مکمل عمل نہیں ہوگا اور اسلامی بینکاری کے معاشرتی اثرات کچھ نہ ہوں کے اور افراد و یہی حریص و حاصل ہوں گے اور وہ اپنے یہ اقدام جائز طریقے سے پورا کریں گے۔ یہاں ایک اصولی بات سامنے آئی کہ اگر بینک قیام نجی طور پر منافع محض کے اصول پر شیئر کی خرید و فروخت کی بنیاد پر ہوگا تو اس صورت میں اسلامی نجی ملکیت ختم ہو جائے گی اور فرضی ملکیت سرمائے کی قائم ہو جائے گی جو سرمایہ داری کو فروغ دے گی اور سود کی جگہ سٹہ کو فروغ دے گی۔ جیسا کہ اسٹاک مارکیٹ میں دیکھا کہ سٹہ صرف کاروبار کی بنیاد کے لئے فراہم نہیں کئے جاتے بلکہ بینکاری کے کاروبار سے ہٹ کر شیئر کی خرید و فروخت سٹہ بازی کی بنیاد پر شروع ہو جاتی ہے اس طرح شیئر کے کاروبار سے سٹہ بازی کو فروغ حاصل ہوگا جو کہ ایک دوسرا حرام عمل ہے۔

دوسرانجی طور پر بینک کے قیام کا اسلامی اصول کی تنقید یہ ہے کہ بینک جو کہ زر کی خرید و فروخت کا ادارہ ہے نہ کہ اشیاء کی خرید و فروخت اگر بینک منافع محض کے لئے نجی طور پر اپنا کاروبار فروغ دے گا تو زر کے کاروبار سے حاصل ہونے والا منافع بینک کے حق میں سود ہوگا بینک کیونکہ ثالث ہے اس کا کام کھاتہ داروں سے حاصل رقم کو کاروبار فریق کو اپنی گنرانی میں دے کر کھاتہ دار کو مال کے بدله میں منافع باہم پہچا سکے اور کاروبار فریق کو کاروبار کے لئے رقم / مال فراہم کرے چونکہ بینک نہ ہی سرمایہ لگا رہا ہے نہ ہی کاروبار میں مخت اس طرح وہ نہ تو شرکی ہے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

نہ ہی رب المال اس لئے بینک کا کام بغیر منافع کے خدمت پہنچانی ہے تاکہ منافع کماتا ہے۔ بینک اگر ابتداء میں سرمایہ لگاتا بھی ہے تو اسکا تناسب کھاتے داروں کے فراہم کیے ہوئے وسائل کے مقابلہ میں نا ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھے ہیں کہ آج کل کے دور میں کاروبار کے فروغ اور اس کے قیام کے لئے کثیر مال کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ چند افراد کی بچتوں سے حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے بینک کی ضرورت کے پیش نظر دور جدید میں بینک ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ مگر اس ضرورت کو پورا کرنا حکومت یا اسلامی اداروں / انجمنوں کا کام ہے جو بینک کو بغیر منافع کے حصول پر پولیس فوج کے اداروں کی طرح خدمت کی انجام دہی کے لئے قائم کریں۔

تیسرا منافع کے دو حصہ داروں یعنی مضارب / کاروباری فریق اور رب المال / کھاتہ داروں کے درمیان جو بھی عقد ہوا س میں منافع یا کرانے کا حصول آسان ہے جبکہ تیسرا فریق یعنی بینک کے حصہ داروں کے ساتھ نفع میں شرکت بہت مشکل اور فتحی کافی پچیدگیوں کا حامل ہے۔ جیسا کہ ہم نے اسلامی بینکاری ماؤں میں دیکھا ایک عقد شرکت کا بینک کے حصہ داروں کے درمیان طے پاتا ہے۔ جب کہ دوسرا عقد کھاتہ داروں اور حصہ داروں کے درمیان طے پاتا ہے، جو کہ مضارب کا ہے اس طرح جو منافع تقسیم ہوا وہ مضارب اور مشارکت کے مجموعہ کا اجتہادی نام ہے اس کو مشارکہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس میں مالخلت ملت (mix) ہو جاتا ہے اس لئے اس کو مشارکہ کہتے ہیں یہ تو ذمہ داریوں (Liabilities) کی بات تھی اور (Assets) کی طرف سے ایک عقد بینک (جو کہ مجموعہ ہے کھاتہ داروں اور حصہ داروں کا) اور کاروباری فریق کے درمیان ہوگا اس میں مضارب / مشارکت / بیع مسلم / اجارہ / مرابحہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کاروباری فریق سے حاصل ہونے والا منافع تینوں میں اپنے تناسب سے تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح ایسا گھمبیر نظام قائم ہو گا جو کہ خود اپنی ناکامی کا سامان کر رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بینک منافع کے حصول کے برخلاف پلک سیکٹر (Public Sector) پر قائم ادارہ ہو گا جس کا کام ثالثی ہو گا جو کہ کاروبار کے فروغ کے لئے زیادہ مال / رقم باہم پہنچائے گا ہاں اس کے لئے حق خدمت (Service Changes) یعنے کافی حق موجود ہے۔ جس کی تفصیل ہم پچھلے بات میں دیکھے چکے ہیں۔

مضاربہت کھاتوں کے سلسلہ جو ڈاکٹرنجات اللہ صدیقی کا استدلال دیکھا اس میں خرابی کی وجہ بھی یہ ہے کہ سرمایہ دار نہ معيشت کا پورے طور پر احاطہ کرئے بغیر جب اسلامی تمویل کے اعمال کو بیکاری نظام میں رانج کرنے کی سعی کی جاتی تو پھر سرمایہ دار نہ نظام کی تمام خرابیاں اسلامی نظام کی خرابیاں بن جاتی ہیں اور بظاہر یہ دکھائی دیتا ہے کہ اسلامی نظام چلنے والا نظام نہیں ہے۔ جب کہ ایسا بالکل نہیں ہے عدل و انصاف پر بنی یہ نظام دراصل ظلم پر قائم سرمایہ دارہ نظام کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ دوسرا اسلامی نظام تو اطاعت و فرمابراری اور بھروسے پر قائم نظام ہے۔ اس نظام میں حلال اور اولیٰ عمل کو حرام اور غیر اولیٰ عمل پر فوکیت ہوتی ہے چاہے ہے حرام کام میں کتنا ہی منافع کیوں نہ ہو۔ جبکہ سرمایہ دار نہ نظام اس کا مقتضاد ہے اسلئے کھسر مایہ داری میں منافع کا حصول ہی اولین حدف ہوتا ہے۔ ڈاکٹرنجات اللہ صدیقی صاحب جب اس بات کا احاطہ کرتے ہیں تو بالکل درست بات کرتے ہیں کہ کھاتہ داروں کو جنہوں نے اصل سرمایہ لگایا ہے ان کو نفع میں کم حصہ ملتا ہے مگر اس کو حق بجانب بتاتے ہوئے جو استدلال دیتے ہیں اس میں خرابی وہی ہے کہ جو سرمایہ دار نہ نظام کو سمجھنے میں اسلامی معيشت دان کرتے ہیں۔ کہ سرمایہ دار ای ایک نظام ہے جس میں

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

حرص و حسد پر و ان چڑھتا ہے اس لیے کھاتے دار اور بینک سے وسائل کا حاملیں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس اسلامی بینکاری میں عملی یہ قباحت بھی ہے کہ، چونکہ اسلامی بینکاری کا قیام اسی طرح بتایا ہے جس طرح جدید سرمایہ دانہ نظام میں کمپنی قائم ہوتی ہے۔ جب حصہ دار بینک کا قیام کرتے ہیں تو جدید بینکاری میں ان کا کوئی حصہ بھی بینک کاری چلانے میں نہیں ہوتا یہ کام تو بینک کے میجرز اور دیگر منجمنٹ کرتی ہے کہ بینک کو کس طرح نفع بخش کاروبار بنایا جائے بیچارے حصہ دار بینک کو تو بینک اعمال کو کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا اس لئے ان کی محنت کا کوئی حصہ بینک میں نہیں گلتا اور وہ بھی کھاتے داروں کی طرح صرف سرمایہ لگاتے ہیں۔ اس طرح جب وہ محنت صرف ہی نہیں کر رہے تو پھر وہ کس طرح بینک زیادہ نفع لینے کے مجاز ہو سکتے ہیں۔

دوسرا جس کا ہم بارہا ذکر کریں گے اور جو ہماری استعدالاں کا ہم حصہ ہے وہ یہ کہ بینک تو ثالث کا کردار ادا کرتا ہے۔ جو کہ کاروباری فریق کو عوام الناس سے حاصل شدہ رقم کو جمع کر کے دیتا ہے تاکہ ایک طرف کاروبار میں وسعت ہو اور زری پالیسی کے زرعیہ معيشت اسلامی کا فروغ ہو دوسرا وہ افراد جو خود برآہ راست کاروبار نہیں کر سکتے ان کی چھوٹی بڑی بچتوں کو نفع آور کاروبار میں لگا کر ان کی کفالت کا صحیح بندوبست بھی کیا جاسکے۔

جبکہ اگر کاروباری ثالث اگر امداد باہمی کے اصول پر گامزن نہیں ہوگا بلکہ خود منافع کے حصول پر کام کرے گا تو پھر درج بالا مقاصد حاصل نہیں ہوں گے۔ دیگر یہ کہ اسلامی تاریخ کبھی بھی اس کی مثال پیش نہ کر سکی کہ کوئی ثالث رقم جمع کرنے کے عوض منافع لے اس لئے کہ بینک کے لئے یہ رقم یا تو امانت ہوگی یا قرض تو دونوں صورتوں میں اس کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ خود ثالث کو نفع نہ ہو ورنہ نفع سود کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ سرمایہ دار نہ معيشت میں زر کے بازار کا فروغ

اور اس سے نفع کا حصول بغیر سودی لین دین کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس سودی لین دین سے بچنے کے لئے جہاں شرائکت اپنایا جا رہا ہے وہاں پر بینکاری نظام کو نفع کی بنیاد کے بجائے امداد باہمی کے اصول پر غیر منافع بخش کام بنایا جائے جس کی ذمہ داری اگر اسلامی ریاست موجود ہے تو وہ لے گی ورنہ اس کی ذمہ داری اسلامی جماعتوں / اداروں پر ہے کہ وہ اس کو قائم کر کے غیر منافع کے اصول پر کام کرے ہاں اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے سروس چارج لے سکتے ہیں جس کی تفصیل ہم پہلے دیکھ چکے ہیں۔

شرائکت کے علاوہ دیگر طریقہ تمویل کا تنقیدی جائزہ

شرائکت کے علاوہ جتنے بھی طریقہ تمویل اسلامی معيشت دانوں نے تبادل کے طور پر پیش کئے ہیں ان پر خود اسلامی نظریاتی کو نسل نے جو اعتراض پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ عقد دراصل مجبوری کے طور پر قبول کیا گیا ہے کہ یہ سود کو پچھلے دروازے سے لانے کا سبب بنتا ہے اس لئے اس رپورٹ کے مطابق خالص زرعیہ تمویل بینکاری نظام میں شرائکت ہے۔

مرا بحہ کے اندر چند پیچیدگیاں:

مرا بحہ کے شرائکت میں سے ایک شرط یہ ہے کہ بینک شے مرکوزہ کا ناصرف مالک ہو بلکہ بینک کے پاس قبضہ مالکانہ بھی ہو۔ اور یہ قبضہ گاہک کو فروخت کرنے سے پہلے ہو جانا چاہئے یہ ایسی شرط ہے جس کی احتیاط موجودہ دور میں نہیں رکھی جاتی۔ بینک مذکورہ شے خریدنے سے پہلے ہی سودا کر لیتا ہے۔ اس طرح بینک اور گاہک کے درمیان معاملہ غیر شرعی ہو جاتا ہے اور یہ سودی لین

دین ہی بن جاتا ہے۔

دوسری شرط جو کہ اس پہلی شرط سے منسلک ہے وہ یہ کہ بینک اور فراہم کار (Supplier) کے درمیان معاملہ، بینک اور گاہک کے درمیان معاملات الگ الگ اور آزاد معاهدوں کے تحت ہونے چاہئے ہیں۔ جبکہ بعض دفعہ بینک یہ شرط عائد کر دیتا ہے کہ اگر شے مذکورہ گاہک نہیں خریدے گا تو پھر بینک اور فراہم کار کے درمیان معاهدہ ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہم نے پہلی شرط میں دیکھا کہ بینک پہلے ملکیت لے گا یعنی فراہم کار اور بینک کے درمیان ایک آزاد معاهدہ پہلے ہو چکے گا اس

کے بعد بینک اور گاہک کے درمیان معاهدہ ہو گا۔ دوسرا گاہک بھی آزاد ہے کہ وہ مذکورہ شے کے خریدنے کا ارادہ بدل دے اس صورت میں بینک کو خطر انگیزی (Risk) سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس معاملات کی رعایت جدید بینکاری سے عبس ہے کہ وہ بینک جو منافع کے حصول پر کام کر رہے ہوں وہ اس طرح کا خطرہ مول لینے کی جسارت بھی نہیں کر سکتے وہ تو ضرورت مند گاہک کو یا تو مجبور کریں گے کہ مذکورہ شے وہ ضرور خریدے یا فراہم کار سے ایسا معاهدہ کریں گے کہ وہ گاہک سے معاهدہ نہ ہونے کے پیش نظر شے مذکورہ کو داپس لے لے۔ اس سرمایہ دار نہ معاشرہ میں تاجر جو کہ بینک کا گاہک ہو گا وہ بھی اپنے منافع کے حصول پر کافرما ہو کر شریعت کی اس رعایت کا غلط استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرے گا اور بینک سے دھوکا دہی کا مرٹکب ہو سکتا ہے۔

ایک اور شرط جس کا اسلامی معیشت دان سمجھتے ہیں کہ یہ بھی پوری ہونا بہت مشکل ہے کہ مراجحہ چاہے رقم قسطوں کی صورت میں دی جائے یا یکمشت التواء کر کے دی جائے دونوں صورتوں میں اگر گاہک رقم معنیہ مدت میں نہ دے سکا تو بینک اس سے زائد رقم جرمانہ کے طور پر

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

وصول نہیں کر سکتا تو اس شق کا بھر پور فائدہ سرمایہ دار نہ معاشرہ میں کار و باری فریق کو ہوگا اور وہ ادائیگیوں میں بے قاعدگی کا مرکب ہوگا اس کی ایک صورت جو جدید فقہائے کرام نے وضع کی ہے کہ جرمانہ کی رقم گاہک بطور صدقہ بینک کے بتائے ہوئے کسی رفاهی ادارے یا شخص کو دینی ہوگی۔

گمراں میں بھی بڑی پچیدگیاں ہیں۔

یہ وہی دشواریاں ہیں جن کے سبب اگر حقیقی معنی میں مرا بحہ کا استعمال کیا جائے تو وہ بھی خطرات سے پر (Risky) زرعیہ تمویل ہے اور ایک غیر اسلامی معاشرہ میں یہ سود کو جائز کرنے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ سودی بینکاری میں یہ طریقہ تمویل استعمال کیا

جارہا ہے تاکہ وہ مسلمان جو اپنی رقم سودی لین دین میں استعمال نہیں کرتے وہ بھی اس سودی بینکاری نظام میں شریک ہو جائیں۔ ملکی اور غیر ملکی بینکوں میں اسلامک ونڈو (Islamic Window) کا قیام عمل میں لا یا جا چکا ہے۔ سب سے پہلے لندن کے بی سی سی آئی بینک نے اسلامی ونڈوز میں مرا بحہ کو استعمال کیا۔ اس کے علاوہ سعودی عرب کے سب سے بڑے تجارتی بینک نیشنل کمرشل بینک نے ایک بین الاقوامی تجارتی فنڈ قائم کیا جو مرا بحہ کے اصولوں پر کام کرتا ہے۔ اے بی این ایمرو (ABN Ambro) بینک کی اسلامی ونڈوالمیزان بینک کے نام پر بلا سودی بینکاری کر رہی ہے اور سرمائے داری اور یہودی بینکوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ جو بات مرا بحہ کے اصول سے نکلتی ہے کہ بغیر نظام کی تبدیلی کے مرا بحہ کو بڑی آسانی سے سودی نظام میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مگر چونکہ ہمارے نزدیک نظام کی تبدیلی اصل محرك ہے ناکہ جزوی اصلاحات اس لئے مرا بحہ کے استعمال سے پہلے ان جزیات و شرائط کو بھر پور طریقہ سے مددے نظر رکھنا ہوگا۔

ان مباحث کا تناظر یہ ہی ہے کہ سرمائے داری کی مکمل آگاہی نہیں ہے اس لئے کسی بھی اسلامی جز کو اٹھا کر اس کو انفرادی طور پر سرمایہ دار نہ نظام میں پیوست کر دیا جاتا ہے اور سرمایہ داری اور اس کے اداروں کو غیر جانبدار تصور کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے بیکاری کی تاریخ جو مغربی معاشرہ میں شروع ہوئی وہ سود کے جائز ہونے سے شروع ہوتی ہے۔⁸ سود جو عیسائیت میں بھی حرام تھا جس کا لین دین اس حد تک منع تھا کہ اس میں شریک آدمی کسی بڑے سرکاری عہدہ کا حامل نہیں ہو سکتا تھا۔ ۱۲ اور ۱۵ اویں صدی تک جب تک عیسائیت کا یا چرچ کا غلبہ رہا ریاست یا براد راست چرچ کے زیر تسلط رہی یا باڈشاہت زریعہ عیسائی اقدار معاشرہ میں موجود رہیں تو مغرب میں بیکاری کا نظام راجح نہ ہو سکا۔ ۱۶ صدی کے وسط میں چاپس ۷ کے دور کے بعد سے جس طرح عیسائیت کی جگہ لبرل اقدار در آئیں اس کے بعد یورپ میں دنیا پرستی کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ ۷۱ اویں اور ۱۸۱ اویں صدی کی عسکری اور تہذیبی فتوحات نے ان کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ دنیا میں ترقی کو اولیت دیں اور آخرت کے تصور کو بالکل فراموش کر دیں عیسائی اقدار ان کچرچ تک ہو کر رہ رہی اور اجتماعی فیصلوں پر فلسفیوں اور سائنسدانوں کا غلبہ ہو گیا سرمائے نے ایک قدر کی حیثیت اختیار کر لی اور لوگوں کی زندگیوں کا متمع نظر ہی سرمایہ کا فروغ ہو گیا۔ ۷۱ اویں صدی میں یورپ نے وسیع پیانے پر اپنے زیر تسلط ایشانی اور افریقی ممالک سے بڑے پیانے پر لوٹ مار کی اور ان ممالک کے خام مال کو بڑے پیانے پر یورپ میں پانی کے جہازوں کے زریعہ بھیجا شروع کیا اس خام مال کو بڑے پیانے تیار شدہ اشیاء میں تبدیل کرنے اور دوبارہ اس کو ان کا لونیوں میں بھینجنے کے لئے اس بڑے پیانے پر سماۓ کی ضرورت تھی جو کسی ایک فرد کے اختیار میں نہ تھا۔ قرون وسطی میں فلورنس (Florence) جو کہ یورپ کے مالیاتی نظام کا مرکز تھا مگر

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

وہاں پر بھی سماجی سود (Usury) پر قانونی پابندی تھی۔ وہاں سودی کاروبار کو چلانے کے لئے یہودیوں بلا یا گیا۔ ۱۵ اویں صدی تک جب کہ عیسائیت کا اقتدار کمزور پڑ گیا تھا اس کے باوجود اس نے ایسے تمویلی اور فلاحتی ادارے قائم کئے جہاں پر غریبوں کو بلا سودی قرضے فراہم کئے لئے ہسپتال اور دیگر فلاحتی مرکز قائم کئے۔ دراصل قرن اولیٰ کا یہ دور جس میں دنیا پرستی کم تھی وہاں پر لین دین آپس میں تعلق داروں میں ہوتی اور بڑے پیانے پر فرقہ کا کوئی خاطرخواہ انتظام نہ تھا نہ ہی اس کی طلب تھی۔ ۱۶ مگر اویں صدی کے آغاز سے یورپ میں معاشی انقلاب برپا ہوا اور سرمایہ داری کے اپنی جڑیں مضبوط کپڑیں اور اس سرمایہ داری کو لبرل اقدار نے مزید پروان چڑھایا۔

ٹونی (۱۹۲۶) لکھتا ہے کہ مغربی ممالک جس میں پرتگال، برطانہ، نیدر لینڈ، اسپین شامل تھے ان ممالک کی فتوحات نے مشرق و مغرب کی دولت کے انبار ان ممالک میں لگادیئے۔ کپڑے اور کان کنی کی صنعت نے ترقی کی اور صنعتی انقلاب نے سرمایہ کے بازار کو جو پہلے صراف اور کان کنی کی صنعت نے ترقی کی اور صنعتی انقلاب نے سرمایہ کے بازار کو جو پہلے صراف (Gold Smith) کے تحت چھوٹے پیانے پر کام کرتا تھا۔ جس کے جاری کردہ وعدہ نوٹس (Promissory Notice) کا غذی کرنی کی طرح قبول کئے جاتے تھے اپنا جال وسیع کیا۔ قرضوں کی لین دین سودی بنیادوں پر شروع ہوئی اور پوری عیسائی اقدار پامال ہو گئی۔ مالیاتی مارکیٹ بازار کے بازار کا وجود در آیا اور مغرب کی معيشت کی ریڈھ کی ہڈی ہی کہ زری بازار بن گیا جہاں سودا اور سٹہ بازی کا دور دورہ ہو گیا۔ اس تاریخی حقیقت سے جو بات صحیح ہے کہ اجارہ کا کوئی تعلق لیز نگ سے نہیں ہے اور لیز نگ اور جدید مغربی ذرائع تمویل کا فروغ تو ہوا ہی مذہب (عیسائیت) کو نکست وریخت کے بعد ہے۔ اس لئے ان کی بنیاد سودا اور سٹہ پر ہے جب کہ اسلامی تمویل کا نظام باہمی بھائی چارگی اور رواداری پر ممتی ہے۔ اس لئے ان کا آپس میں نہ کوئی تعلق ہے

نہ رشتہ۔

مرکزی بینک سے متعلق جو کچھ ہم نے دیکھا اس کا تمہیر یہ ہے کہ اسلامی مرکزی بینک وہ ہی فرائض انجام دے گا جو کہ غیر اسلامی سودی مرکزی بینک انجام دے رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں پر سود کا تعلق ہے وہاں پر اسلامی مرکزی بینک بلا سودی بنیادوں پر اپنے فرائض انجام دے گا۔

مرکزی بینک کا جہاں تک دیگر کمرشل بینکوں سے تعلق ہے تو اس میں وہ تعلق جس میں سود کی آمیزش نہیں ہے جیسے کمرشل بینک کو مالی معاملات میں رہنمائی فراہم کرنا، مخصوص قرضوں پر قابو (Selective credit control) وغیرہ ان معاملات میں پہلے مرکزی سودی بینکاری، سودی لین دین، سودی شرح اور سودی آلات سے متعلق مشورے، رہنمائی، اعمال ادا کرتا تھا۔ اب وہ یہی کام غیر سودی معاملات کے لئے روکر کھے گا۔

مگر وہ معاملات جن میں سود کی آمیزش براہ راست شامل ہے تو مرکزی بینک اس میں قرض یا نفع نقصان میں شرکت کو ترجیح دے گا۔ مرکزی بینک جب بحیثیت ایک مددگار بینک (Lender of last Resort) کے اس کام کمرشل بینک کی ضرورت یا عوام کی فلاج پر لگے گا یا وہ کام قلیل مدت ہے تو اسلامی معیشت دان اس صورت میں اسلامی مرکزی بینک کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کمرشل بینکوں کو قرض فراہم کرے، استقراض (Reserve) میں کمی اگر جزوئی ہو جیسا کہ مخصوص حالات، رمضان، عید، ناگہانی آفات میں لوگ اگر بڑے پیانے پر کمرشل بینکوں سے پیسہ نکلواتے ہیں اور کمرشل

بینک کے پاس استقراض کی کمی واقع ہوتی ہے تو اس صورت میں مرکزی بینک ان بینکوں کو قرض دے گا جس پر کوئی سود نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ جزوئی اور قلیل مدتی مالی امداد بھی قرض کی بنیاد پر دینے کی شفارشات ہیں۔

سودی بیکاری میں مرکزی بینک کرشل بینک پر جرمانے کی مدد میں پہنچ شرح سود (Penal rate of interest) کو لاگو کرتے تھے۔ اسلامی بیکاری میں پہنچ شرح سود کی جگہ یومیہ جرمانہ وصول کرنے کی سفارش موجود ہے جیسے نسبت قرض، نسبت استقراض، نسبت نقد محفوظ کی طشدہ نسبت سے اگر کوئی بینک کم نسبت رکھے تو اس پر مرکزی بینک پہنچ شرح سود کی جگہ یومیہ کے حساب سے جرمانہ وصول کرے گی۔ مگر آج کے دور کی آزاد مالیاتی پالیسی کے ذیراً جب مرکزی بینک کو کرشل بینک پر اختیارات نہیں ہے تو پھر مرکزی بینک کیا کرے گا تو اس کے حوالے سے دونوں کو نسل کی رپورٹ اور ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی آراء یہ ہے کہ مرکزی بینک کو کرشل بینک پر مکمل کنٹرول ہونا چاہئے۔ کرشل بینک آزاد نہ ہوں بلکہ مرکزی بینک جو کہ سرکاری بینک ہے ملکی مفاوات کے لئے کرشل بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں اس کے قابو میں ہوں۔

مرکزی بینک دیگر بینکوں کو ان امور پر جو کہ طویل المعاہد ہوں اور وہ بینک سرمایہ کاری کے لئے استعمال کر رہے ہوں اس میں سودی قرضہ کے مقابل نفع و نقصان میں شراکت کو تجویز کیا گیا۔

نਊں کا اجراء:

مرکزی بینک جس کی سب سے اہم ذمہ داری کرنی نوٹ کا اجراء ہے اسلامی مرکزی بینک یہ کام کیسے کرے گا۔ سودی مرکزی بینک یہ کام اپنی ذمہ داریوں (Liabilities) کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اور سودی بینک جس کی ذمہ داریوں کا اکثر حصہ سونے کے ذخائر (Gold Bullion) زرمبادلہ کے ذخائر (Foreign Exchange) اور حکومتی تمسکات پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان میں جہاں تک سونے کے ذخائر کا تعلق ہے اس پر تو سودو یسے ہی نہیں ہوتا، حکومتی تمسکات پر کی بابت ہم پہلے ہی بلاسودی متبادل کا ذکر کر چکے ہیں۔ مگر زرمبادلہ کے ذخائر جو کہ مدینی کھاتوں یا غیر ملکی تمسکات کی صورت میں ہوتے ہیں وہ سود سے منسلک ہوتے ہیں۔ ان کو کیسے بلاسودی بنایا جائے اس کی شفارشات نہ ہی کو نسل کی رپورٹ میں ہے نہ ہی کسی اسلامی معیشت دان نے وضع کی ہیں۔ اس طرح نਊں کا اجراء ان کی آراء میں مکمل طور بلاسودی نہیں ہو سکتا جب تک کہ سودی تمویل کے متبادل کوئی اور بلاسودی طریقہ کا وضع نہ ہو جائے۔

здی پالیسی:

زر پالیسی میں جیسا کہ آج کل کی آزاد مالیاتی پالیسی ہے جس میں اب کمرشل بینک آزاد ہے کہ وہ جتنی بھی نسبت نقد محفوظ (Reserve Rate) رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے۔ نجی طور پر منافع کے لئے قائم بینک اس نسبت کو کم رکھ کر زیادہ سے زیادہ قرضہ دینے کے خواہش مقدم ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہونا ہے کہ اس نسبت کے ان حالات میں کیا اثرات ہوتے ہیں۔ اس پر تو

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

کسی اسلامی معيشت دان نے کچھ نہیں لکھا البتہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے اپنی کتاب غیر سودی بینکاری جو کہ ۱۹۷۰ء میں مکمل کی گئی جب کہ آزاد مالیاتی پالیسی کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔ اس نسبت کے لئے لکھتے ہیں کہ غیر سود بینکاری میں زری پالیسی کے لئے زر کی ترسیل کو قابو میں رکھنے کا ایک موثر آلہ ہے۔ اس لئے اسلامی مرکزی بینک کو آزاد مالیاتی پالیسی پر گام زدن نہیں ہونا چاہئے ہے۔

دوسرا آلہ جو کہ زری پالیسی میں اہمیت کا حامل ہے وہ ہے نسبت استقراض میں تبدیلی (Liquidity ratio) اور نسبت سیالیت کی ضرورت (Borrowing Rate) میں شرح سود کی جگہ دوآلات کے استعمال کی شفارش ہے ایک قرض دوسرا نفع / نفاذ میں شرائط۔ ڈاکٹر صاحب نے قرض کی بابت تفصیل سے تحریر کیا ہے کہ چونکہ قرض پر کوئی سود نہیں ہے اس لئے ہر بینک یہ چاہے گا کہ اس کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرے مرکزی بینک کو اسی لئے اس کو بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا ہوگا۔ ہنگامی کیفیت میں عوام الناس کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکزی بینک کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ استقراض کے لئے زر کو مہیا کرے مگر یہ استقراض قلیل مدت کے لئے ہوگا۔ اس عمل کے نتیجہ میں کمرشل بینک کو اپنے

کریڈٹ میں تخفیف نہیں کرنی پڑی گی اور نہ ہی تمثیلات کو فوری ضرورت کے لئے استعمال کرنا پڑے گا اس طرح زر کی رسید میں جو اضافہ ہونا تھا اس زریعہ سے اس کو قابو میں کر لیا جاسکتا ہے اور اس کے برخلاف عمل کے نتیجہ میں زر میں تخفیف یقینی ہے۔ اسی طرح اس نسبت کو اسلامی مرکزی بینک اس طرح بھی استعمال کر سکتا ہے کہ اس قرض کی سہولت مخصوص معاشی سیکٹر میں سرمایہ کی فراہمی کے لئے استعمال کرے کہ اگر ان مخصوص (Economic Sectors)

سیکٹرز (Sectors) میں کوئی بینک سرمایہ کاری کرے گا تو اس کو یہ قرضہ مل سکتا ہے۔

بینک ریٹ (Bank Rate)

یہ وہ شرح سود ہے جو زیادہ تر مرکزی بینک مبادلاتی بل (Bills of Exchange) اور دیگر کمرشل پیپرز (Commercial Papers) کی دوبارہ ساتھ بینوں کا شرح سود بھی تبدیل ہوتا ہے۔ سودی بینکاری میں بینک ریٹ کی تبدیلی کے ساتھ بینوں کا شرح سود بھی تبدیل ہوتا ہے۔ یہ بھی سودی بینکاری میں ایک موثر آله زری پالیسی ہے۔ اس کے بدلے میں کوئی نسل نے جو آله استعمال کیا ہے وہ نفع و نقصان کی نسبت کو طے کرنا ناچیز ہے۔ اسلامی مرکزی بینک کے پاس یہ اختیار ہو گا کہ وہ ناصرف اپنے دیئے گئے سرمایہ پر نسبت کو کم یا زیادہ کر سکتا ہے بلکہ وہ سرمایہ جو کہ کمرشل بینک یا دیگر تمویلی ادارے شرکت کے لئے کاروباری حضرات کو دیتے ہیں ان کو بھی طے کر سکتا ہے۔ اس طرح جب ترسیل زرکم کرنے کے لئے نفع کی نسبت کو بڑھادے گا اور اس کے برعکس ترسیل زر کو کم کرنے کے لئے نفع کی نسبت کو زیادہ کر دے گا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلامی تمویلی نظام میں مشارکت میں نقصان لگائے گئے سرمایہ کی تباہ سے ہوتا ہے جب کہ مضاربہ میں نقصان رب المال کا ہو گا۔

مرکزی بینک کی اثاثے کا ایک حصہ حکومتی تمسکات، حصص بونڈز کا بھی ہوتا۔ مرکزی بینک کے فرائض میں شامل ہے کہ حکومت کا بینک ہوتا ہے جو ناصرف حکومت کے لئے زری پالیسی وضع

کرتا ہے بلکہ اس کے مالیاتی نظام کے لئے مال کی کمی کو بھی پورا کرتا ہے جس کو بجٹ کا خسارہ کہتے ہیں۔ یہاں چونکہ اس مقالہ کا عنوان مالیاتی نظام نہیں ہے اس لئے اس کی مفصل تفصیل تو نہیں ہاں تمسکات کی خرید و فروخت کے زمرے میں پالیسی زری پالیسی کے اثرات دیکھیں گے۔ ویسے بھی چاہے زری پالیسی ہو چاہے مالیاتی پالیسی یہ ایک دوسرے سے منسلک ہیں ان کو بالکل جدا کر کے نہیں دیکھ سکتے۔ موجودہ دور میں کھلی مارکیٹ میں حکومتی تمسکات کی خرید و فروخت (OMO) کو بڑی حیثیت اور مرکزی بینک آزاد زری پالیسی میں اوایم او (OMO) کے تحت ہی زرکو قابو میں رکھتی ہے۔ جب کہ اسلامی معیشت میں اس کی اہمیت کم لگتی ہے کہ حکومت جو کہ فلاح کے لئے نہ کہ کاروبار کے لئے مرکزی بینک یا پبلک (Public) سے مال لیتی ہے اس لئے اس کے مشورہ یہ ہے کہ اس کو پر قرض دیا جائے البتہ حکومتی پروجیکٹس (Projects) جو کہ منافع بخش ہوں ان پر منافع و نقصان میں شرکت یاد گیر تمویل کے تحت مال کو مہیا کیا جائے۔ مگر یہ بات بہت غور طلب ہے کہ حکومت کام ہی فلاح عوام ہے اس صورت میں منافع کی امید کم ہی ہوتی ہے۔ حکومت کا کام خاص کر اسلامی حکومت کو نقصان میں رہ کر بھی عوام کو وسائل پہنچانا ہے۔ ایسے پروجیکٹ پر یہ بھی آراء ہے کہ وہ تعمیراتی کام جو کہ عوام کی فلاح کے لئے ہوں ان میں مرکزی بینک خرید و فروخت یا

کرائے کے لئے معاہدوں جن کا ذکر ہم پچھلے باب میں کر چکے ہیں کے تحت سرمایہ پبلک سے کمرشل بینک کی وساطت سے حاصل کر سکتی ہے۔ حکومت اس کی ادائیگی، محصولات لگا کر سکتی ہے۔

بھیثیت مجموعی اگر ہم مرکزی بینک کا جائزہ لیں تو کسی نے بھی اسلامی مرکزی بینک کے بارے میں کوئی مفصل تحریر نہیں کیا ہے۔ زیادہ تر سفارشات راجح مرکزی بینک کو استعمال کرتے

ہوئے اس میں چند اصلاحات تجویز کی گئی ہیں۔ مرکزی بینک جو کہ سرمایہ دانہ معیشت کا ایک بنیادی ادارہ ہے اسلامی معیشت دانوں نے جس سے سرمایہ داری میں رہتے ہوئے اسلامی بینکوں کے قیام کو ممکن سمجھا ہے اسی طرح سودی مرکزی بینک کے ہوتے ہوئے بھی اسلامی بینکاری کے قیام کو ممکن تصور کیا ہے۔ اس لئے سودی مرکزی بینک سے الحاقد کے طریقہ کارروضع کیا ہے کہ وہ اسلامی بینکوں سے جب نسلک ہو تو وہ اپنے طریقہ کار کو اسلامی معیشت دانوں کی سفارشات کے تحت مرتب کرے۔ اسی لئے غیر اسلامی ممالک اور سودی بینک بھی بغیر کسی وقت کے اسلامی بینکاری کے تحت بھی کام کر رہے ہیں۔ جن ممالک میں حکومتی سرپستی بھی اسلامی بینکاری کو حاصل ہے جیسے ایران، ملیشیا، سعودی عرب وہاں کی مرکزی بینک کی رپورٹ میں بھی مرکزی بینک کے اعمال کے لحاظ سے وہی ہے جو کہ عام مرکزی بینک ادا کر رہا ہے۔ اور زر کی تشکیل میں بھی ان ممالک میں زر مبادلہ کی صورت میں سود کی آمیزش موجود ہے۔ اس لئے زر کی تشکیل کے متعلق کوئی تشفی تجویز سامنے نہیں آئی ہے۔

متعدد آلات کا استعمال:

اوپر مرکزی بینک کی زر کی بابت پالیسی کے مقاصد اور ان کے حصول کے لئے آلات کا جو جائزہ لیا گیا ہے اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس امر کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ اکثر اوقات مرکزی بینک کو کسی مقصد کے حصول کے لئے اس امر کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ اکثر اوقات مرکزی بینک کو کسی مقصد کے حصول کے لئے ایک ساتھ کئی آلات کا استعمال کرنا ہو گا۔ مثلاً

شدید گرانی کے رجحان کا مقابلہ کرنے کے لئے زر کی رسد میں تخفیف عمل میں ہونا ہو تو

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

نسبت نقد محفوظ میں اضافہ، جن صنعتوں میں اعتدال سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سرمایہ کاری ہو رہی ہوان کے متعلق قرض کے بالمقابل نسبت استقراض میں کمی اور حصص کی فروخت، کے اقدامات ایک ساتھ کئے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح تفریط زرکی صورت میں اگر ضرورت داعی ہو تو نسبت نقد محفوظ میں کمی، بعض صنعتوں کو دیے جانے والے قرضوں کے بالمقابل نسبت استقراض میں اضافہ اور حصص کے نزخ، اور قرض اور مضاربہ سرمایہ کے درمیان توازن سے ہو سکتا ہے، مختلف آلات کا ایک ساتھ استعمال زیادہ موثر ثابت ہو سکتا ہے جس کی متعدد مثالیں بآسانی وضع کی جاسکتی ہیں۔

اس باب میں ایک غیر سودی معیشت میں مرکزی بینک کے اعمال و وظائف اور اس کے آلات کا رجوع جائزہ لیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سود کی حرمت کے باوجود مرکزی بینک اپنے معروف وظائف ادا کر سکتا ہے۔ غیر سودی معیشت میں بھی زرکی بابت پالیسی (Monetary Policy) نہ صرف ایک با معنی تصور ہے بلکہ اس میں اتنی چک موجود ہے کہ اسے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تبدیل کر کے فلاجی ریاست کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کا خادم بنائے رکھنا ممکن ہو گا۔

مرکزی بینک ریاستی سرمایہ سے قائم کیا جائے گا۔ اس کے انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لئے کسی حد تک اس نفع کو کام میں لا پایا جا سکتا ہے جو حکومتی حصہ شرکت اور حکومتی حصہ مضاربہ کی فروخت سے حاصل ہو۔ مگر یہ آمدنی نہ تو یقینی ہے نہ اس سے جملہ اخراجات کا پورا ہو جانا ضروری ہے۔ لہذا مرکزی بینک کے اخراجات پورے کرنے کے لئے دو طریقوں میں سے ایک

طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ اسے ایک ضروری سماجی خدمت سمجھتے ہوئے جملہ اخراجات ریاست کے عام خزانہ سے پورے کئے جائیں اور دوسرا سماجی خدمات کی طرح اس کے لئے بھی محاصل کے زرعیہ وسائل فراہم کئے جائیں، یا ان اخراجات کا بار عام تجارتی بینکوں پر ڈالا جائے۔ اس غرض کے لئے بینکوں کے کاروباری سرمایوں کی نسبت سے ان سے ایک مقررہ سالانہ فیس وصول کی جاسکتی ہے یا ان کے سالانہ منافع میں سے ایک حصہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ ہم پہلے طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مرکزی بینک کے اخراجات ریاست کو پورے کرنے چاہیں البتہ وہ محاصل عائد کرتے وقت کاروبار بینک کاری پر خصوصی محاصل عائد کر سکتی ہے۔

تنقیدی جائزہ (مرکزی بینک)

مرکزی بینک کی بابت اسلامی معیشت دانوں نے بہت کم لکھا ہے اس کی توجہ دو ہیں۔ اول مرکزی بینک کی اہمیت سے انکار چونکہ اسلامی معیشت دانوں کا الیہ یہ ہے کہ وہ موجودہ سرمایہ دار نہ نظام کے اتنے اسیر ہیں کہ وہ اس میں تبدیلی لائے بغیر اسلامی تمویلی آلات کو اس طرح توڑ مور ڈر ہے ہیں کہ ان کی شناخت بھی ختم ہو گئی ہے۔ مرکزی بینک جو کہ مالیاتی / زری پالیسی کو مرتب کرنے اور نوٹوں کے اجراء کرنے کا ایک اہم ادارہ ہے اس میں تبدیلی کا مطلب ہی پورے نظام مالیات کو جڑ سے اکھاڑ کر نیا اسلامی نظام لاکھاڑ کرنا ہے۔ اسی لئے جب کوئی کوئی کوئی رپورٹ اور ڈاکٹرنجات اللہ صدیقی صاحب یہ کہتے ہیں کہ اسلامی مرکزی بینک میں اور سودی مرکزی بینک کے طریقہ کار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اسلامی جزیات کو استعمال کر کے وہی نتائج نکالے گا جو کہ سودی معیشت کا شاخہ ہے۔ تو دراصل اپنی کمزوری اور اپنی شکست کا خود اعتراف کرتے ہیں۔

مرکزی بینک کا سرمایہ دار نہ معيشت میں کردار اور اسلامی معيشت میں کردار پر اسلامی معيشت

دانوں نے کوئی بات نہیں کی۔ جیسا کہ ہم نے جدید بینکاری کی بحث میں دیکھا کہ سرمایہ
داری میں قائم مرکزی بینک زر کے بازار اور بینک/ حکومت کے درمیان ایک ثالث کام انجام
دیتا ہے۔ جس کے تحت زر کی مقدار کو اس طرح منتظم کیا جاتا ہے کہ سرمایہ کی بڑھوتری برائے
بڑھوتری کو تقویت ملے سرمایہ دار کو وہ سرمایہ ہم پہنچایا جائے کہ اس کے منافع میں کمی نہ آنے

پائے۔ آج کے دور جدید میں جب سے زری/ مالیاتی پالیسی کو لبرل خطوط پر استوار کیا

جار ہا ہے جس کے نتیجہ میں مرکزی بینک حکومتی دسترس سے آزاد ہو کر ہر ادا راست بن
القومی سرمایہ داری کے ایجنسٹ مالیاتی اداروں کے تابع ہو کر مالیاتی پالیسیوں وضع کر رہا ہے۔ اس
صورتحال میں مرکزی بینک کو سہو نظر کرنا اور اس کے تحت یا اس کا حصہ یعنی جدولی بینک
(Schedule Bank) بن کر اسلامی بینکنگ کے فرائض انجام دینا کتنا ممکن ہے؟ مرکزی
بنک جو کہ ایک جانبدار بنک ہے جو کہ کسی مخصوص نظام، مخصوص مقاصد کے لئے ہی کام کرتا ہے۔
وہ مقاصد ملکی بھی ہو سکتے ہیں اور بین الاقوامی بھی۔ یہ بنک قومی مفادات کے لئے سودی معيشت کو
تقویت دینے کے لئے کام کرے گا۔ یا عالمی سرمایہ داری کو فروغ کے کام سر انجام دے گا۔ اس نجی
میں خالص اسلامی بنیادوں میں مرکزی بینک کی خدمات کا جائزہ نہیں لیا جائے گا۔ اس طرح
مرکزی بینک کی بطور تطہیر کئے بغیر اس میں ترجیحات ناقابل عمل ہیں۔

اسلامی بنکاری کا خاکہ جیسا کہ ہم نے دیکھا ان ممالک میں یا ان بینکوں میں ترویج پار رہا ہے

باب دوئم: مالیاتی نظام سے متعلق اسلامی معاشی نظریات

جہاں پر خالص سودی بینکاری نظام قائم ہے اور جہاں اس نظام کا سربراہ مرکزی بینک اس کی پشت پناہی بھی کر رہا ہے۔ مرکزی بینک جو کہ زر کے بازار کو تیز کرنے کے لئے اس میں مزید سرمایہ حاصل کرنے کے لئے بلا سودی بینکاری کا احیاء چاہتا ہے۔ تاکہ وہ افراد یا ادارے جو کہ بڑی

تعداد میں مسلمان ممالک میں موجود ہیں جو کہ سودی بینکاری نظام میں شریک نہیں ہو رہے۔ ان کی شمولیت کو ممکن بنائے تاکہ بلا سودی بینکوں پر سودی ادارے مسلمانوں کے پاک مال کو سودی/سرمایہ دار نہ نظام کی ترویج و ترقی کے لئے استعمال کر سکیں۔

دوسرा مسئلہ جو کہ مرکزی بینک کے لئے ہے وہ مالیاتی / زری پالیسی اور دیگر مرکزی بینک کے فرائض سے متعلق ہے۔ جس طرح اسلامی معيشت داؤں نے اسلامی بینک کی اصطلاح استعمال

کی ہے اس سے صرف اسلامی کھاتہ دار بینک یا اسلامی ترقیاتی بینک مراد لی جاسکتی ہے۔ کہیں بھی اسلامی مرکزی بینک کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ نظام کی گفتگو نہیں ہے۔ مالیاتی نظام کا مقصد واضح نہیں ہے۔



باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

اس باب میں ہم کھاتے دار تمویلی ادارے کا ایک عملی خاکہ پیش کریں گے جس میں ہم کوشش کریں گے کہ موجودہ رائج کھاتے دار مالیاتی اداروں اور اسلامی بینکاری کے متبادل کے طور پر ایک اسلامی نظام مالیات پیش کریں۔ اس سب سے پہلے ہم اسلامی امارت کے تحت قائم تمویلی ادارے کا خاکہ پیش کریں گے اسکے بعد ہم اسلامی جماعتوں کے تحت موجودہ حالات میں تمویلی ادارے کے کام کرنے کے طریقے کو بحث کریں گے۔

جیسا کہ ہم نے اسلامی بینکاری نظام میں دیکھا کہ یہ مکمل طور پر ایک متبادل بینکاری نظام دینے سے قاصر ہے۔ وہ سرمایہ داری کے ماذل کو من و عن قبول کرتے ہوئے اس میں اسلامی احکامات کی پیوند کاری کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس جب متبادل نظام کی بات کرتے ہیں تو ہم ایک نظام کی جگہ دوسرا نظام لاکھڑا کرنے کی بات کرتے ہیں۔ جو کہ ایک نظام کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے نئے نظام کو ترویج دیتا ہے۔ سرمایہ داری جو کہ ایک مکمل نظام ہے جسکے جائزہ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ حرص و حسد جیسے روحانی امراض کو جنم دیتا ہے، انسان کے اندر خود پسندی اور خود ارادیت کو پروان چڑھا کر ان کو نفس پرست بنادیتی ہے۔ وہ سرمائی کی بڑھوتری برائے بڑھوتری کیلئے ایک مالیاتی نظام لاکھڑا کرتا ہے جہاں وہ سود کو ناصرف ایک آہ کار کے طور پر استعمال کرتا ہے بلکہ سود میں پورا معاشرہ کو ملوث کر دیتا ہے۔ سرمایہ دار نہ نظام ایک مکمل نظام اس معنی میں ہے کہ پورا معاشرے کی قدر کو سرمایہ دارانہ نظام متعین کرتا ہے۔ اسلامی نظام تمویل اس معنی میں سرمایہ داری سے جدا ہے کہ وہ اسلامی نظام کا ایک جز ہے اور وہ اس کل (اسلامی نظام) کے تابع ہو کر اس کے فروغ کا ضامن ہوتا ہے۔ اب ہم جو نظام مالیاتی پیش کریں گے وہ ناصرف سود کو مسترد کرے گا، ارتکاز، حرص و حسد جیسے جذبات کا بھی قلع قمع کرے گا، انفاق کو پروان چڑھائے

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام
گا بلکہ وہ اسلامی نظام کے فروغ دینے کا موجب بھی ہو گا۔

ایک اسلامی معاشرہ جہاں سرمایہ دارانہ عقلیت نہ ہو وہاں دولت کے استعمال کا جائزہ
طریقے درج ذیل ہوتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ اپنی کم از کم ضروریات کو پورا کرنا۔

۲۔ انفاق کرنا اور جہادی ریاست کے اخراجات کی کفالت کرنا۔

۳۔ کاروبار میں پیسہ گا کر مسلمانوں کے وسائل اور روزگار میں اضافہ کرنا۔

۴۔ زائد آمدن کو ضرورت مندوں کو بحیثیت بلاسودی قرض دینا۔

اسلامی دور میں وسائل کی ضرورت کاروباری فریق کو اتنی تھی جو کہ بہت کم افراد کی
بچتوں سے پوری کی جاسکتی تھیں جبکہ آج کے دور میں دو تین افراد کی بچتوں سے کاروباری افراد
کے وسائل کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی کاروباری فریق جو کہ بڑے پیمانے پر کاروبار کے فروغ
کیلئے کثیر جائز بلاسودی وسائل کا متلاشی ہوتا ہے جو کہ اسے موجودہ سودی نظام میں میسر نہیں
آ سکتا۔ اس لئے جب بھی وہ اپنے کاروبار کو اس دور میں وسیع کرنا چاہتا ہے تو اسکو لا محالہ زر کی
مارکیٹ یا سرمائی کی مارکیٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس لئے ہم ایسے وسائل کے متلاشی ہیں جو
کہ:

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

اول۔ سودا اور اس کے متبادل فائنسیشن آلات سے پاک ہوں۔ اس طرح کہ اس میں سودی سرمائے کی زرہ برابر بھی آمیزش نہ ہو۔

دوم۔ سرمایہ دارانہ اداروں: زرکی مارکیٹ اور سرمائے کی مارکیٹ سے خاص کر مرکزی بینک اور سودی بینکوں، اسٹاک مارکیٹ سے اسکا کوئی تعلق نہ ہو یعنی اگر غیر اسلامی حکومت ہو تو وہاں کے مرکزی بینک سے مسلک نہ ہو۔

سوئم: ایسی دولت ہو جو اسلامی معاشرت اور تہذیب کے فروغ کا ضامن ہو۔ جو کہ جائز دولت ہو اور سودا سٹہ سے پاک ہو۔ حرص و حسد جیسے جذبات جو کہ اس سرمایہ دارانہ معاشرت کی اساس ہیں کی جگہ اتفاق، محبت اور بھائی چارے کو فروغ دے۔ آزادی کی جگہ اللہ کی رضا کے فروغ کی ضامن ہو۔ جسکی تفصیل آگے آئے گی۔

اسلنے اس موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں شمولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس صورتحال میں جبکہ مینائی اور انصاری (۲۰۰۳) پاکستانی بیکاری نظام مکمل طور پر سودی اور سرمایہ دارانہ تصور کرتے ہیں خاص کر موجودہ بیکاری میں سرمایہ دارانہ بینکوں کے اثرات بڑھتے جا رہے ہیں۔ ہم یہاں دو قسم کے خاکے پیش کریں گے ایک پاکستان میں اسلامی امارت کے قیام سے پہلے دوسرا اسلامی امارت کے قیام کے بعد۔ اولاً لذکر خاکے میں اسلامی تمویلی اداروں کے قیام کی ذمہ داری اسلامی تنظیموں، گروہوں اور جماعتوں پر عائد ہوگی اور آخر لذکر صورتحال میں اسلامی امارت اس کے قیام کی ذمہ داری اٹھائے گی۔ ہم سب سے پہلے دو مکمل خاکے پیش کریں گے اس کے بعد ان دونوں نظاموں میں اسکی عمل پذیری کا جائزہ پیش کریں گے۔

پاکستان کیلئے اسلامی تمویلی اداروں کے قیام کا طریقہ کار:-

اسلامی بینکوں کی جگہ ہم اسلامی تمویلی اداروں کی اصطلاح استعمال کریں گے۔ پہلے ہم اسلامی کھاتے دار تمویلی ادارہ کے فرائض، اسکی بیننس شیٹ (Balance sheet) جس میں اسکی ذمہ داریوں (Assets) اور اثاثوں (Liabilities) کو دیکھیں گے۔ اسلامی کھاتے دار تمویلی ادارہ کا مرکزی بینک اور دیگر تمویلی اداروں سے تعلقات کو بھی زیر بحث لائیں گے۔ غیر کھاتے دار تمویلی اداروں کی ضرورت ان کے فرائض، اثاثوں اور ذمہ داریوں سے سے متعلق تفصیلی جائزہ بھی پیش کریں گے۔

کھاتے دار اسلامی تمویلی ادارے کے فرائض و خدمات :-

یہ ادارے درج ذیل فرائض و خدمات انجام دیں گے۔

اول۔ سرمایہ دار نہ اداروں کے بمقابلہ تمویلی اداروں کے قیام کو ممکن بنانا۔

دوم۔ مکمل طور پر ان اداروں کا نسب و نسب علمائے کرام کے ہاتھوں میں ہوگا۔

سوئم۔ ان اداروں کا بنیادی مقصد غلبہ دین ہوگا۔ اس کے علاوہ دیگر مقاصد صرف ثانوی حیثیت کے حامل ہوں گے۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

چہارم۔ یہ ادارے ثالث ادارے ہوں گے جو کہ اسلامی کاروباری طبقے اور اسلامی وسائل کے فراہم کاروں کے درمیان رابطے کا کام انجام دے گا۔

پنجم۔ یہ ادارہ نجی طور پر منافع کمانے والے ادارے نہیں ہوں گے بلکہ وہ یہ خدمت امداد باہمی کے اصول کے تحت انجام دے گا اس کی تفصیل ہم اگلے حصہ میں دیکھیں گے۔ یہ اُسی طرح کا ادارہ ہو گا جیسے کہ آج کے دور میں پولیس، فوج کے ادارے ہیں جو کہ کسی معاوضہ اور نفع کے خاطر خدمات سر انجام نہیں دیتے بلکہ ملکی ضرورت کے تحت فرائض انجام دیتے ہیں۔ اسلامی تمویلی ادارے اس نالثی کی بابت اپنا حق خدمت لینے کے مجاز ہوں گے جس کی تفصیل اسلامی بینکاری کے جائزہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ یہ ادارے دراصل ایک پیلک سیکٹر کی طرح (Quasi public sector) کام کریں گے۔

ہشتم۔ یہ ادارے اسلامی تمویل کی بنیاد پر عام مسلمانوں کی جمع کو رکھنے کے لئے کھاتوں میں رقم لینے کے مجاز ہوں گے وہ یہ کام علمائے کرام و بزرگان دین کی سرپرستی وہ اطاعت کے تحت کریں گے۔ وسائل کا استعمال کس طرح ہو گا اس کی تفصیل تو آگے آئے گی مگر اصولاً یہ بات طے ہو گی کہ جو بھی فیصلہ ہو گا اس کو قبول کیا جائے گا۔ ہر صورت مقاصد شریعت کے حصول کو زائد منافع پر فوقیت ہو گی۔

ہفتم۔ یہ ادارے ان جمع شدہ رقوم کو قرض حسن، مشارکت کے تحت آگے فراہم کریں گے۔ جسکی تفصیل آگے دیکھیں گے۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

ہشتم۔ دیگر خدمات میں یہ تمویلی ادارے زکوٰۃ کے نظام کو با احسن و خوبی سرانجام دے سکتے ہیں زکوٰۃ فنڈ میں رکھی ہوئی رقم جو کہ عوامِ الناس کی زکوٰۃ کی مدد سے حاصل ہوا سکو مستحقین میں تقسیم کی ذمہ داری بھی یہ ادارہ لے سکتا ہے۔ زکوٰۃ کی رقم صرف کیلئے دینے کے بجائے اس رقم کو اسلامی تمویلی ادارہ شراکت کے تحت کاروباری حضرات کو دے سکتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والامنافع کو مستحقین میں ماہانہ ادیگی کے تحت بھی دے سکتا ہے۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقات، خیرات بھی یہ ادارہ جمع کر سکتے ہیں ان رقم کو بھی منافع بخش کاروبار میں اسلامی تمویلی نظام کے تحت گا کر ان سے حاصل شدہ منافع بھی غرباء مساکین میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان اداروں سے وہ کام لے سکتے ہیں جو کہ پاکستان میں کوئی ادارہ نہیں کر رہا کہ وہ زکوٰۃ، خیرات، صدقات سے حاصل شدہ رقم کو ایسے کاروبار میں لگائے کہ ضرورت مندوں کیلئے ماہانہ آمدنی اور روزگار کی فراہمی کا ذریعہ بن سکے۔ خاص کر یہود، یہودیوں اور معزوروں کیلئے ان رقم سے ماہانہ آمدنی کا حلال بلا سودی زریعہ حاصل ہو جائے گا۔ اس کام کیلئے ضروری ہے کہ علمائے کرام کا اور ان اداروں کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو کہ ان رقم کو ان کے حقداروں تک پہنچانے کا مناسب انتظام کرے اسکے علاوہ بھی اس فنڈ سے اسلامی کارکنان کی کفالت ان کے شہید یا مرنے کی صورت میں ان کے اہل و عیال کی کفالت کا مناسب بندوبست کیا جاسکے گا۔ یہ ادارہ ایک طرف اوقاف کے فرائض عام مسلمانوں کے لیے انجام دے گا و سری طرف دارالمال کے فرائض بھی انجام دے گا۔

نهم۔ یہ تمویلی ادارہ ایسے فرائض بھی انجام دے سکتا ہے جس میں سود یا شریعت کے منافی کوئی عمل نہ ہو مثلاً عوامِ الناس کی سہولت کیلئے ٹیلیٹی بلوں (Utility Bills) کے وصولیابی کی سہولت، چالان، بینک ڈرافٹ (Bank Draft) لاکر زکی سہولت وغیرہ جیسی خدمات بھی یہ اسلامی تمویلی ادارہ بھی سرانجام دے سکتا ہے اسکے علاوہ دینی اداروں مساجد و مدارس و دیگر

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

فلاحی اداروں کیلئے چندے کی وصولی کا انتظام اور ان چندوں میں سے کچھ رقم جو کہ ماہانہ ضروریات کے علاوہ ہواں کو بھی منافع بخش کاروبار میں لگا کر ان اسلامی اداروں کیلئے ماہانہ آمدن کا ایک ذریعہ بھی بن جاسکتا ہے۔ ان کی رقوم کو اس طرح استعمال کیا جائے گا کہ یہ ادارے چند سالوں میں خود کفیل ہو جائیں۔ اسکے علاوہ اسلامی کاروباری حضرات کو کاروبار کے فروغ کیلئے مشاورت کا انتظام بھی ان اداروں میں موجود ماہرین کر سکتے ہیں ان ماہرین کی مدد سے اسلامی کاروبار میں حل کرنا بھی ان اداروں کی ذمہ داری میں سے ایک ذمہ داری ہوگی۔ ان اداروں کو جو کہ ان کے ساتھ شراکت کرتے ہیں ان کو منت مشاورت بھی دی جاسکتی ہے وہ ان اداروں کو جو اس تمویلی ادارے سے کوئی معابدہ نہیں کرتے ان سے مشاورت کی باقاعدہ فیس لی جاسکتی ہے۔

دہم۔ کھاتے دار تمویلی ادارہ کس بھی طرح قرض کے ذریعہ زر کو پیدا نہیں کرے گا۔ یعنی جو بھی قرضے دیے جائیں گے اس میں کوشش ہوگی کہ جس مالیت کا زر موجود ہو اتنے کی زر کی ترسیل کی جائے اس سے زائد قرض حسن یا شرکت کے تحت فنڈ زندہ جاری کیے جائیں۔

کھاتے دار تمویلی اداروں کی ذمہ داریاں :

جیسا کہ ابتداء میں ہم لکھے چکے ہیں کہ یہ ادارہ امداد باہمی کے تحت ایک ٹالشی کے فرائض انجام دے گا۔ اس ادارے کے قیام کیلئے بنیادی دولت کہاں سے حاصل ہوگا اور کن بنیادوں پر حاصل ہوگا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے چونکہ اس ادارے کے قیام کیلئے ہم نے دو خاکہ تجویز کیے تھے ایک اسلامی جماعت، اداروں کے تحت قائم تمویلی ادارے، دوسرا اسلامی ریاست کے تحت قائم تمویلی ادارے۔

پہلا مسئلہ : غیر اسلامی ریاست میں؛ اسلامی جماعتوں، اداروں
کے تحت قائم تمویلی ادارے

اسلامی تمویلی اداروں کا ڈھانچہ :

یہ تمویلی ادارے اسلامی گروہوں یا جماعتوں کے تحت پیک سیکٹر کے طرز پر کام کریں گے۔ یہ جماعتیں ایک کونسل برائے اسلامی تمویلی ادارہ قائم کریں گی۔ یہ کونسل دو گروہوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا گروہ۔ سپریم کونسل : یہ علمائے کرام، فقہائے کرام پر مشتمل ہوگا اس کونسل میں شامل علمائے کرام تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں گے تاکہ مسلکی اختلافات سے عرغم یہ خالص اسلامی سوچ کا حامل ادارہ ہو۔ یہ کونسل اپنا ایک متفقہ سربراہ کا چناؤ کرے گی جو کہ اس کونسل برائے تمویلی ادارے کا سربراہ ہوگا۔

دوسرा گروہ۔ اسلامی شعارات کے حامل دینی جماعتوں سے مسلک وہ افراد ہوں گے جو کہ ماہرین معاشیات، ماہرین تمویل بھی ہوں مگر اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان افراد کا تعلق بین الاقوامی مالیاتی اداروں یا غیر ملکی بینکوں سے نہ ہو۔ یہ افراد اس خیال سے متفق ہوں کہ اسلامی تمویلی نظام کا قیام سرمایہ داری کے تحت ناممکن ہے۔

اس تمویلی ادارہ کا چونکہ ڈھانچہ موجود نہیں ہے اسلئے اسکی شروعات وہاں کی جائیں گی

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

جہاں ممکن ہوا جسکی سفارش کو نسل کرے۔

اسکی شاخیں، مدارس و مساجد میں قائم کیے جائیں۔

یہ ادارے اسٹیٹ بینک آف پاکستان سے نسلک نہیں ہوں گے۔ اسلئے یہ اپنا ایک مرکزی تمویلی ادارہ قائم کریں گے جو کہ تمویلی اداروں کی تمام شاخوں کو نگہداشت اور رہنمائی کرے گا۔ اس کا آفس بھی کسی بڑے شہر کی مسجد یا بڑے مدرسے میں ہونا چاہیے یا جہاں ممکن ہو۔

مدارس کے تحت آخری سال کے طلبہ کو تربیت و تعلیم اس تمویلی ادارے سے متعلق دی جائے گی اور اس کو رسکمل کرنے کے بعد طلبہ کو عملی تربیت کا چھ ماہ کا پروگرام بھی رکھا جائے گا اس طرح مدارس کے یہ طلبہ آئندہ آنے والے وقتوں میں اس ادارے کے مکمل امور خود سنپھالیں گے اور اس تمویلی ادارہ کا ماحول خالص مدرسہ کا ماحول بن جائے گا۔ مدارس و مساجد کا سادہ اور شریعت کا پابند ماحول عام مسلمانوں کیلئے مانوس ہو گا اور وہ اپنی جمع کو ثواب کی نیت سے ان اداروں میں رکھیں گے اور کم منافع پر راضی رہیں گے۔

چونکہ اس ادارے کے قیام کا مقصد ہی عام مسلمانوں کو سرمایہ دارانہ نظام سے نکال کر اسلامی نظام میں لانا ہے۔ ان کے حلال مال کو اسلامی کاروبار کے فروغ اور غلبہ اسلام کیلئے استعمال کرنا ہے سرمایہ داری جیسا کہ ہم نے دیکھا اپنا فروغ اور اظہار مالیاتی اداروں کے تحت کرتی ہے۔ سرمائے کی بڑھوٹری برائے بڑھوٹری جب ہی ممکن ہے جب سرمایہ کاری کو پیداوار سے الگ کر دیا جائے۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

سود، سٹہ، قمار بازی کی بنیاد پر زر اور سرمائے کی خرید و فروخت ان ہی مالیاتی سیکٹر (Financial Sector) میں ہی ممکن ہے اس تمویلی ادارہ کی اصل ذمہ داری یہ ہو گی کہ یہ درج بالا سرمایہ داری کے عوامل کو پہنچنے نہ دیں۔ یہ جب ہی ممکن ہے جب مالیاتی اداروں کا تعلق پیداوار سے ہو کہ وہ زر کو سرمایہ بننے سے روکیں۔ اس طرح کہ زر کی خرید و فروخت ختم ہو جائے اور زر اشیاء کیلئے ذریعہ مبادله کا کام سرانجام دے۔ اسی کام کو کرنے کیلئے اسلامی تمویلی ادارہ کی داغ بیل ڈالنا لازمی ہے یہ تمویلی ادارہ ایک ثالثی ادارہ ہو گا جو کہ عام مسلمانوں کے حلال مال کو جمع کر کے اسکو حلال کاروبار یا جائز صرف پر لگائے گا اور کاروباری حضرات یا عام مسلمانوں کو بطور قرض، شراکت، بیع کے اصول کے تحت رقوم فراہم کرے گا۔ اس کام کا وہ کوئی نفع حاصل نہیں کرے گا۔ ہاں جیسا کہ ہم پہلے دیکھے ہیں۔ کہ وہ حق خدمت جو کہ واقعی اخراجات پر ممکن ہو لینے کا مجاز ہو گا۔

ابتدائی مالی وسائل :

اب ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ بغیر ریاست کے اس کام کی ذمہ داری تو اسلامی گروہوں یا جماعتوں نے قبول کر لی مگر اس ادارے کے قیام کیلئے وسائل کہاں سے آئیں گے جبکہ یہ کام بغیر منافع کے کیا جائے گا۔ پاکستان جہاں پر لوگ اپنی آمدن کا ایک بڑا حصہ اسلامی، دینی کاموں پر خرچ کرتے ہیں مدارس اور مساجد کی ایک بڑی تعداد جہاں لاکھوں بچے بغیر فیس کے کھانے اور رہائش کی سہولیات کے ساتھ اسلامی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ ادارہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک اپنے وسائل کیلئے کبھی بھی حکومت کے دست نگر نہیں رہے۔ # اسلامی ادارے جب بھی

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

چندہ کرتے ہیں تو مسلمانان پاکستان دل کھول کر ان کی مدد کرتے ہیں اسی طرح جب دینی گروہ یا جماعتیں اس ادارے کے قیام کیلئے چندہ کی اپیل کریں گی تو پھر اس ادارے کو اپنے قیام کیلئے وسائل کی کمی نہیں ہو گی ابتدائی وسائل کے دوز رائع ہم تجویز کرتے ہیں ایک چندہ دوسرا قرض حسن۔ ابتدائی طور پر ایک سال کے فنڈ زجع ہونے کے بعد اس ادارے کی بنیاد رکھی جائے گا۔ چونکہ یہ اپنے اخراجات کیلئے حق خدمت (Services charges) لے گا اسکے علاوہ دیگر وہ خدمات بھی دے گا جسکے وہ چار چار جز (Charges) بھی لے گا جنکا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اسلئے ابتدائی فنڈ کی فراہمی کے بعد یہ ادارہ خود کفیل ہو جائے گا۔ چونکہ یہ ادارہ بلا منافع کام کرے گا اسلئے اس میں شرکت نہیں کی جاسکتی قرض اور چندہ کی رقم سے یہ ادارہ قائم کیا جائیگا۔

اسلامی تمویلی کھاتے دار ادارے کی ذمہ داریاں (Liabilities)

جبیسا کہ ہم نے باب دوئم میں دیکھا کہ اسلامی معیشت دان و فقہائے کرام موجودہ دور میں اسلامی بینکوں کے لئے بہت سے مالی وسائل حاصل کرنے کے ذرائع بتاتے ہیں جو کہ اس بینک کے ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسلامی قرض حسن، شرکت و بیع کے ذریعہ وسائل حاصل کرتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان میں ہم کون سے ذرائع کن حالات میں استعمال کر سکتے ہیں۔ کسی بھی تمویلی ادارے کیلئے مالی وسائل زیادہ انحصار کھاتے داروں سے وصول کی گئی رقموں سے ہوتا ہے۔ ان رقموں کو کون کون کھاتوں میں رکھا جائے گا۔ اسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ کھاتوں کی تفصیل۔

۱: جاری کھاتے ۲: قرض حسن کھاتہ ۳: شراکتی کھاتہ ۴: بیع خرید و فروخت و
کراپیہ کھاتہ ۵: دیگر کھاتے

جاری کھاتے:

ان کھاتے میں جمع رقم امانت تصور کی جائیں گی۔ جو کہ پوری کی پوری تمویلی اداروں میں محفوظ رہیں گی۔ ان کھاتے میں جمع رقم عام طور پر کاروباری حضرات یا اصل ثروت حضرات رکھتے ہیں جن کا مقصد ان رقم کی حفاظت اور چیک کے ذریعے ادا بینگی ہوتی ہے۔ تنخوا اکاؤنٹس جیسے مدارس کے اساتذہ کی تنخوا ہیں زیادہ تر اسی اکاؤنٹ میں جمع ہوں گی۔ اس اکاؤنٹ کو کھولنے کا طریقہ وہی ہوگا جو کہ عام بینکوں میں رائج ہے اسی طرح کھاتے داروں کو چیک بک جاری کر دی جائے تاکہ وہ جب چاہے اپنے رقم چیک کے ذریعہ نکلا سکیں۔ ان کا حق خدمت چیک کے ذریعہ منہا کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے حالات جہاں پر آپکامال غیر محفوظ ہو جہاں حکومت عوام کو تحفظ پہچانے سے قاصر ہواں صورتحال میں جاری کھاتوں میں وہ لوگ بھی اپنی رقم رکھوائیں گے جو کہ اس رقم کو کچھ عرصہ بعد استعمال کے خواہش مند ہوں گے۔

قرض حسن کھاتے:

اس میں رکھی ہوئی رقم قرض حسن تصور کی جائیں گی اس میں وہ تمام عوامل شامل ہوں

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

گے جسکا ذکر ہم اسلامی بینکاری میں قرض حسن کے ضمن میں کرچکے ہیں۔ یہ ادارہ کتنا فیصلہ اپنے پاس محفوظات (Reserve) کے طور پر رکھتا ہے اور کتنا فیصلہ بطور قرض دے گا۔ اس کا فیصلہ کمیٹی علمائے کرام کے مشورہ سے تحریک اسلامی کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کریں گے۔

شراکتی کھاتے ہ

جیسا کہ اسلامی تمویلی نظام میں شراکت کے دو اصول وضع کئے گئے ایک مشارکت اور دوسرا مضاربہت پاکستان میں اسلامی تمویلی کھاتے دار ادارہ شراکتی کھاتوں میں دونوں کھاتوں کو علیحدہ علیحدہ کھولے گا تاکہ کاروباری حضرات سے شراکت کے وقت ان کے ساتھ مشارکت اور مضاربہت کے معابردوں میں مال کی آمیزش نہ ہو جائے۔ مضاربہت کھاتوں سے مضاربہت کیلئے وسائل مہیا کئے جائیں گے اور مشارکت کھاتوں سے مشارکت کیلئے وسائل مہیا کئے جائیں گے۔ ہمارا ماذل چونکہ ارشاد اور اطاعت کے تحت اسلامی جماعتوں کی سرپرستی میں قائم ہے۔ یہ نظام ان ہی مسلمانوں کیلئے جو کہ اس اطاعت کے نظام سے منسلک ہیں۔ اسلئے برخلاف اسلامی معیشت دانوں کے ماذل کے بیہاں پر رقم رکھنے اور رقم وصول کرنے والوں کو یہ کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ وہ کس کھاتے میں رقم رکھیں اور کس کے تحت رقم حاصل کریں۔ جو طریقہ کار اسلامی تمویلی ادارے متعین کریں گے سب اسکی اطاعت کریں گے کس مد میں رقم جمع کرنے کی ضرورت ہے اور کونے تمویلی آلات کا استعمال امت کے لئے سو دمند ہے اسکا فیصلہ نہ ہی کھاتے داری اور نہ ہی اسلامی کاروباری حضرات کریں گے یہ فیصلہ تو مرکزی تمویلی ادارہ خود کرے گا۔

بیع کھاتے:

بع کھاتوں کے لیے ہم تجویز کرتے ہیں کہ ان کا استعمال بلکل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ نے اسکوسود کو پچھلے دروازے سے داخل کرنے کا سبب تجویز کیا ہے۔ اسکو صرف باحالت مجبوری استعمال کا مشورہ دیا ہے۔ چوں کہ ہمارے ماذل میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے اسلئے اس کے استعمال کو بلکل ترک کیا جائے۔

درج بالا امور کا ہم نے ایک راجح طریقہ تجویز کیا ہے جو کہ حتمی نہیں ہے بلکہ حتیٰ فیصلہ کو نسل کرے گی جسکے فیصلے کی اطاعت لازمی ہوگی۔ اسلامی تمویلی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اول الذکر نظام اطاعت بھروسہ اور بھائی چارگی پر قائم ہوتا ہے۔ جبکہ آخر الذکر نظام لاچ، حسد، شک، حرص پر مبنی ہوتا ہے۔ ان اسلامی تمویلی نظام سے وابستہ دونوں کھاتے دار اور مالی وسائل کے استعمال کرنے والے علمائے کرام پر بھروسہ کر کے ان کے ہر فیصلے کی توثیق کریں گے۔ اس لئے یہ تمویلی نظام بغیر علمائے کرام کی عملی سرپرستی کے صحیح اسلامی روح سے خالی رہے گا۔ یہ تمویلی نظام اسی معنی میں موجودہ سرمایہ دارانہ نظام تمویل (Financing) کا مقابلہ ہوگا کہ نا صرف یہ سود سے عاری ہوگا بلکہ یہ دعوت و ارشاد سے منسلک ایک ایسا روحانی نظام ہوگا جس کا اصل حدف نفع کی بڑھوڑی (Profit maximization) نہیں ہوگا۔ بلکہ قلیل نفع کو ترجیح دی جائے گی۔ انفاق کے جذبات کی بدولت ایسے پروجیکٹ پر بھی وسائل مہیا ہو گے جو کہ مسلمانوں کی ضروریات کیلئے اہم مگر منافع کے اعتبار سے کم ہوں گے جیسے مدارس، مساجد، خانقاہوں کی تعمیر جتنا اوپر دیئے گئے رہ جان میں اضافہ ہوگا اتنا ہی یہ تمویلی نظام ایک خانقاہی نظام بن جائے گا اور پھر مضاربہ اور مشارکت کے تحت شراکت کا مسئلہ نہیں رہے گا۔ جو علمائے کرام

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

پاکستان میں بہتر سرمایہ کاری تصور کریں گے عام مسلمان اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اسکو قبول کریں گے۔ اگر ہم نے ان اداروں میں مسلمانوں کی خواہشات کو منافع مخصوص کی خواہشات سے دور نہیں کیا تو پھر یہ خواہش ہی سود کو پچھلے دروازہ سے داخل ہونے کا موقع دے گی۔

دیگر ذمہ داریاں :

یہ تمویلی ادارہ بیت المال اور اوقاف کی کمی کو پورا کرے گا۔ پاکستان میں جیسا کہ ہم جانتے ہیں لوگ دینی رجحانات کے تحت زکوٰۃ، خیرات، صدقات میں اپنی آمدی کا کافی حصہ خرچ کرتے ہیں۔ ان ہی رجحانات کے سبب حکومتی اعانت کے بغیر پاکستان میں مدارس، مساجد فلاحی ادارے کام کر رہے ہیں۔ مخیر حضرات کی اعانت سے چلنے والے یہ ادارے نہ صرف حکومت کے اخراجات کو بچاتے ہیں بلکہ یہ نادار طلبہ کی تعلیمی ضروریات، کھانے پینے، لباس کو بھی پورا کرتے ہیں۔ چونکہ ان اسلامی اداروں کے پاس فنڈز کے حصول کے یہ ذرائع غیر حتمی اور غیر معابر ہوتے ہیں اس لئے ان پر مکمل بھروسہ طویل مدت تک بہت خطرناک ہے اسلامی اداروں کے استحکام اور ان کو مستقلًا فنڈز کی فراہمی کیلئے تجویز دی جاتی ہے کہ یہ تمویلی ادارہ ان فنڈز کے حصول کیلئے زکوٰۃ اور صدقات و خیرات کو استعمال کریں۔

بیت المال فنڈ:

ہماری تجویز یہ ہے کہ اسلامی تمویلی ادارے اس فنڈ کے تحت رقوم کو بطور چندہ وصول کرے ان رقوم کے دو حصے کرے ایک فوری ضرورت کے لیے ہو تو دوسرا مستقل اس فنڈ میں اضافے کے لیے ہو۔ اس طرح کہ ان رقوم کو یہ ادارہ اس طرح منافع بخش مقاصد میں استعمال

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام
کرے کہ ان میں مستقلًا اضافہ ہو۔ اس فنڈ کی ضرورت ان تمویلی اداروں کے تحت اس لیے ضروری
ہے کہ

اول: یہ کہ ان کی شاخیں ملک بھر میں ہوں گی اس لیے اس کو جمع کرنا نہایت سہل ہوگا۔ کوئی
بھی شخص اپنی قریبی شاخ میں ان رقوم کو بطور چندہ دیں گے۔ یہ چندہ اس بھروسہ پر دیا جائے گا کہ
اس کا استعمال اس ادارے کی ثواب دید پر ہوگا کہ اس کو جس جگہ استعمال کرے۔

دوم: پاکستان میں حکومتی سطح پر بیت المال کا نظام نہایت ناقص حالت میں ہے اس لیے
اس پر بھروسہ عام مسلمانوں کا نہیں ہے۔ مسلمانان پاکستان اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے جو بھی
انفاق کرتے ہیں ان کا یا تو انفرادی طور پر انتظام کرتے ہیں ورنہ ملک بھر میں قائم دینی اور فلاحی
ادارے ان کو منظم کیے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں قائم یہ نظام جہاں غیر مربوط طریقہ سے اپنے
کارہائے باحسن و خوبی انجام دے رہا ہاں کسی مربوط حکومت عملی کی عدم موجودگی میں ان فنڈ سے
وہ فوائد حاصل نہیں کیے جا رہے جو کہ اگر کسی منظم اور اجتماعی نظام کے تحت ہونے چاہئے
تھے۔ تمویلی ادارے علمائے کرام کی سرپرستی میں اس فنڈ کو اس طرح منظم کرے کہ اس کے ذریعہ
ذاتی، گروہی مفادات کے بجائے مسلمانان پاکستان کے اجتماعی مفادات کو ملحوظ خاطر کھا جائے۔

سوم: ہمارے ملک میں فنڈ کی کثیر تعداد فوری ضروریات پر خرچ ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے
چندوں پر سے انحصار بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ان فنڈ ز کا استعمال اس طرح نہیں ہو رہا کہ ان کو صرف
کے علاوہ کسی ایسے استعمال میں لا جائے کہ اس میں اضافہ بھی ممکن ہو۔ اس کے کیے تجویز ہے کہ
اس میں سے کچھ رقم دیے گے تمویلی آلات کے تحت استعمال کر کے اس فنڈ میں مسلسل اضافہ کیا
جائے۔ اور ضرورت مندوں کو ماہانہ بنیادوں پر رقم مہیا کی جائے۔

اواقف فنڈ

تمویلی ادارے علمائے کرام کی سرپرستی میں ایک اواقف کمیٹی قائم کریں گے جو کہ ملک میں موجود تمام مساجد و مدارس کیلئے مستقل بنیادوں پر فنڈ کا انتظام کریں گے۔ اواقات کمیٹی سب سے پہلے ایک بجٹ بنائے گی جس میں جاری اخراجات کا تخمینہ لگایا جائے گا۔ جاری اخراجات میں مدد میں، موزون، انعامات کرام اور دیگر خدام کی تخلویں، یوٹیلٹی کے بل و دیگر اخراجات شامل ہوں گے۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے کتنی زکوٰۃ اور کتنے دیگر صدقات و خیرات کی ضرورت ہے اسکا بھی الگ حساب لگانا ہوگا۔ اواقف اس تخمینے کے بعد زائد وسائل کو شراکت یا بیع کھاتوں میں ڈال کر ان مستقل اضافہ کی کوشش کرے گا تاکہ مساجد و مدارس آئندہ چند سالوں میں وسائل کی کمی کو پورا کر کے خود کفیل ہو جائیں۔

حج فنڈ

ملیشیاء کا تبونگ حاجی جو کہ حج کی سہولت بہم پہنچانے کیلئے حج کیلئے مختص رقوم جمع کر کے اسکو منافع بخش کام میں لگا کر اس سے حاجیوں کے فنڈز میں ناصرف اضافہ کرتا ہے بلکہ ان کو اس فنڈ میں رقوم جمع کروانے کا ایک موقع بھی فراہم کرتا ہے اسی ہی طرز پر حج و عمرہ، قربانی یا کسی دینی خدمات کے حصول کا بھی انتظام کیا جائے۔ (3) اس فنڈ میں رقوم ماہانہ بنیادوں میں جمع ہوں گی۔ اس میں جمع رقوم پر سال کے آخر میں منافع دیا جائے گا۔ جمع شدہ وہ رقم جن پر کم از کم تین ماہ گزر چکے ہوں ان پر نفع دیا جائے گا تین ماہ سے کم عرصہ کیلئے جمع رقوم پر کوئی منافع نہیں ملے گا۔ اس کو مثال سے دیکھتے ہیں کہ حسان اگر اگلے سال حج کرنا چاہتا ہے۔ اس نے حج کے غرض سے ماہ

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

محرم میں 10,000 روپے جمع کروائے اگر حج کے اخراجات کم و بیش ایک لاکھ روپے ہوں تو اگر کوئی 10,000 روپے بھی ہر ماہ جمع کروائے تو اسکے دس ماہ بعد ایک لاکھ جمع ہو سکتے ہیں۔ ہماری مثال میں حسان نے مزید 20,000 روپے ماہ صفر میں جمع کرائے اور پھر 15,000 روپے ماہ ربیع الاول میں جمع کروائے یعنی تین ماہ کے دوران اس نے 45,000 جمع کروائے۔ اب یہ ادارہ پہلے 10,000 روپے پر منافع کا اعلان تین ماہ بعد یعنی ربیع الثانی میں کرے گا۔ دوسرے 20,000 روپے پر منافع کے اعلان اس رقم کے جمع ہونے کے بعد کیا جائے گا اس طرح شعبان تک جمع ہونے والی رقم پر منافع دیا جائے گا اس کے بعد جمع رقم کو قرض حسن تصور کیا جائے گا جس پر کوئی منافع نہیں دیا جائے گا۔ ان افراد کو یہ ادارہ مکمل حج کی سہولیات جس میں رہائش گروپ کی تشکیل جیسے امور بھی شامل ہوں گے دے گا۔ اس طرح مسلمانان پاکستان حج کیلئے سودی بینکاری میں رقم جمع کروانے کے بجائے بلا سودی اس ادارہ میں رقم جمع کرو اکراپنے حج کو سودی لفڑت سے پاک کر دیں گے۔ حج کے اس فنڈ میں درمیانی عرصے میں رقم نکلوانے کی اجازت نہیں ہوگی اگر جمع کئے گئے فنڈ اور منافع کی رقم دونوں مل کر بھی حج کیلئے مختص رقم سے کم ہوگی تو اس کھاتے دار کو اس رقم کو اگلے سال حج کیلئے مختص کر دیا جائے گا۔ اسی طرح وہ افراد جو کسی وجہ سے حج نہ کر سکیں وہ بھی اپنی رقم جمع رکھیں گے بلکہ ان پر نفع بھی دیا جائے گا۔

حج کے علاوہ عمرہ کیلئے بھی لوگ حج فنڈ میں پیسہ جمع کرو سکتے ہیں یہ افراد جو عمرہ کے لئے رقم رکھوائیں وہ اس تین مہینے سے پہلے نہیں نکلو سکتے۔ اسی طرح عید الاضحی میں قربانی کیلئے بھی اس طرح کے فنڈ قائم کیے جاسکتے ہیں۔

کمیٹی فنڈ:

سرماہیہ دارانہ، سودی معيشت کو جس طرح سے چھوٹے کاروباری اور گھریلو صارفین فنڈز کی کمی کو پورا کرنے کیلئے محلہ، بازار، دفاتر میں کمیٹی کا انتظام کرتے ہیں۔ اس طریقہ میں کچھ افراد مل کر ماہانہ طے شدہ رقم ہر ماہ جمع کرواتے ہیں پھر جمع شدہ رقم کسی ایک ممبر کو دے دیتے ہیں۔ عمل ممبر کی تعداد کے اعتبار سے اتنے ماہ تک چلتا ہے اس طریقہ کار میں سود کی آمیزش بلکل نہیں ہوتی مگر چونکہ یہ آرگانائزڈ (Organised) نہیں ہے۔ اس لئے یہ اتنا مؤثر نہیں ہے جتنا ہونا چاہیے۔ اب اس ادارہ کی ذمہ داری ہے کہ کمیٹی فنڈ میں کمیٹی کے طرز پر رقم جمع کرے یہ رقم 100 روپے سے لیکر لاکھوں تک ہو سکتی ہے۔ اسکے ممبر 10 افراد سے لیکر کئی افراد تک ہو سکتے ہیں۔ ہر ماہ قرعہ اندازی سے جسکا نام نکلے یہ ادارہ اس کو وہ رقم ادا کر دے۔ اور یہ کام ہر مہینے کی 10 تاریخ تک کرے گا۔ اس کمیٹی فنڈ میں اُن کو شریک کرے جن کی رقم پہلے سے اس ادارہ میں کسی اور کھاتے میں رکھی ہو یا اس شخص کی کوئی ضمانت لے لے۔ تمویلی ادارہ مکمل جانچ پڑتاں کے بعد اس فنڈ میں اس شخص کا اندر ارج کرے۔ یہ ادارہ اس بات کو بھی مدد نظر رکھے کہ اس کے تمام ممبر ہر ماہ کی 10 تاریخ سے پہلے اپنی رقم جمع کروادیں۔ جو شخص 10 تاریخ کے بعد رقم جمع کروائے گا اسکا نام اس ماہ کی قرعہ اندازی میں شامل نہیں ہو گا۔ یہ ادارہ اس فنڈ کے لئے کچھ سروسز چارجز (Services Charges) بھی وصول کرے گا اسکو دوسرے باب میں تفصیل سے دیکھیں گے۔

موسمی فنڈ:

دیہی علاقوں میں جہاں پر لوگوں کا زیادہ دارودار کاشت کاری پر ہوتا ہے چونکہ کاشت کاری ایک موسمی کام ہے اسلئے اس میں مخصوص دنوں میں کاشت کاروں کو پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکے بعد کافی عرصہ تک جب تک فصل پک کر تیار نہ ہو جائے پیسہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ کاشت سے فارغ دنوں میں کاشتکاروں کی حاصل کی ہوئی رقم کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ ان کو اس دوران منافع بھی مل سکے زرعی علاقوں میں یہ ادارہ ان کاشتکاروں سے رجوع کرے اور ان کی رقم ایک کاشتکاری کھاتے میں رکھ کر اس رقم کو شراکت کی بنیاد پر صنعتی شعبہ میں لگائے تاکہ کاشتکاروں کو مزید منافع حاصل ہو سکے۔ جب ان کاشتکاروں کو ضرورت پڑے تو وہ رقم نکلا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہر اس شعبہ میں جہاں پر کام مخصوص موسم (Off Season) میں ہوتا ہے اسکو یہ سہولت دی جائے کہ وہ آف سیزن (Off Season) میں اپنی رقم اس فنڈ میں رکھ کر منافع کمائے اور سیزن آنے پر رقم نکلا کر اپنے کاروبار میں لگائے۔ یہ فنڈ قلیل مدتی کھاتے میں استعمال ہوں گے۔ پاکستان کی ضرورت، محول، اقتصادی و معاشرتی حالات کو مدد نظر رکھتے ہوئے یہ ادارہ عوام الناس کی جمع شدہ رقم کو مختلف فنڈز میں رکھ کر ان کا مفید استعمال بھی کرے گا۔

وسائل کا استعمال:

جبیسا کہ ہم نے کھاتوں میں تجویز کیا کہ اس ادارہ کا اصل کام ان ذمہ داریوں کا استعمال اس طرح کرنا ہے کہ اسلامی کاروبار، افقان پروان چڑھے ساتھ ساتھ کھاتے داروں کو اس کے

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

عوض حلال و افضل منافع بھی حاصل ہو۔ ہماری تجویز ہے کہ قرض حسنہ اور شراکت کو فروع حاصل ہو کرائے اور لیں دین کا طریقہ کار صرف ان کی ضرورت کے مطابق کیا جائے اور اس نوعیت کے عقد کے تحت پیداواری تمویل نہ کی جائے۔ یہ ادارہ چونکہ بغیر نفع نقصان کے خدمت انجام گا۔ مگر چونکہ یہ خود انحصاری کی بنیاد پر قائم ہو گا تو یہ اپنے اخراجات پورا کرنے کے لئے حق خدمت کی مد میں دونوں طرفین یعنی کھاتے دار اور کاروباری حضرات سے فیس وصول کرے گا چونکہ یہ تمویلی ادارہ کاروبار میں شریک نہیں ہے اسلیئے اس کا فیس لینا ہر سطح پر جائز ہو گا۔ یہ ادارہ اتنا ہی حق خدمت وصول کرے گا جتنا کہ اسکے اخراجات ہوئے ہیں زائد فیس سود کے مقابل ہو جائے گی۔ فیس کے مد میں جیسا کہ سودی بینکاری میں بھی موجود ہے، کھاتے دار ہر چیک بک کی قیمت میں کھاتے دار سے فیس وصول کر سکتے ہیں۔ اسکے مدتی کھاتوں میں بھی رقم مدت سے پہلے نکلوانے کی صورت میں جرمانہ بھی یہ تمویلی ادارہ وصول کر سکتا ہے۔ کھاتے دار کے علاوہ اصل خدمت چونکہ یہ ادارہ کاروباری حضرات کی کر رہا ہے اسلئے ان سے بھی اخراجات کی مد میں فیس وصول کی جاسکتی ہے ہر کاروباری کو جو اس ادارہ سے مالی معاملات کرنا چاہتا ہے سب سے پہلے اپنا اندر اج اس ادارے میں کروائے گا جس کی فیس ہوگی۔ ادارہ ان حضرات کے کاروبار جس کی مد میں وہ شراکت، قرض یا بیع کا معاملہ کر رہا ہے انکی جانچ پڑتال کرے گا کہ آیا وہ منافع بخش جائز اور اسلامی شعار کا پاسدار ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی جماعت یا گروہ کے کا کن بھی ہیں، اس لیے کہ ہمارا یہ ماؤں موجودہ صورتحال میں صرف ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو کہ کسی بھی اسلامی جماعت یا گروہ کے رکن ہوں گے۔ ہر پروجیکٹ کو وسائل مہیا کرنے سے پہلے اس کی مکمل جانچ پڑتال ہو گی۔ اس جانچ پڑتال میں جو وسائل اس ادارہ کے استعمال ہوں گے۔ اسکی پیشگی ادا یگی ہر کاروباری فریق کو رجسٹریشن فیس کی مدد سے کرنی ہوگی۔ یہ تمویلی ادارہ کاروباری حضرات سے یا کھاتے دار سے جو بھی

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

فیس کی مد میں حق خدمت وصول کرے گا اس میں یہ بات مذکور ہے گی کہ اس ادارہ کا مقصد منافع کمانا نہیں ہے بلکہ اس فیس سے اخراجات کو پورا کرنا ہے۔ اسلیے یہ فیس ہر کاروباری سے اور کھاتے کیلئے مختلف ہو سکتی ہیں کہ یہ فیس اس کام میں آنے والے حقیقی اخراجات کے برابر ہو گی۔

مالی وسائل :

حق خدمت کو وضع کرنے کا طریقہ جو ہم نے اپنے پچھلے باب میں دیکھا تھا جو کہ اسلامی ترقیاتی بینک نے وضع کیا تھا ہم اس کی جگہ حقیقی اخراجات کے مطابق حق خدمت معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

حق خدمت جو کہ کسی بھی کاروباری کے اخراجات کا ایک حصہ بن جائے گا چاہے جو قرض لے، چاہے شراکت کرے ہر صورت میں اسکو حق خدمت ادا کرنا ہو گا۔ اسلیے جب تمویلی ادارہ کسی بھی کاروبار کی قابل عمل رپورٹ (Feasibility Report) تیار کرے گا تو وہ حق خدمت کو اخراجات کا حصہ تصوّر کرے گا۔ ایک مسئلہ جو کہ کسی بھی اسلامی کاروبار جو جانچنے کا ہے کہ آج کے اعتبار سے اسکی قدر معلوم کی جائے جسکو تمویل کی زبان میں موجودہ قدر Present value (PV) کہتے ہیں تمویلی ادارہ کیلئے اپنے وسائل کے استعمال میں لانے سے پہلے اسلامی کاروبار کو جانچنے کے دونوں نقطے نگاہ ہوں گے۔

ا: غلبہ اسلام کا فروغ، اسلامی کاروبار کا فروغ، اسلامی تحریکات کے کارکنان کیلئے زیادہ روزگار کے موقع۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

۲: اسلامی کاروبار تمویلی لحاظ سے منافع بخش کاروبار ہوا اول الذکر جانچ کو تو کو نسل جانچ پر گی جبکہ آخر الذکر جانچ کیلئے ہم کو تمویلی آلات جس میں موجود قدر (PV)، Net Present Value (NPV) کو استعمال کرنا ہو گا۔ ان ہی آلات کو استعمال کر کے ہم اسلامی کھاتے داروں کو کسی بھی پروجیکٹ میں لگے ہوئے پسیے کا تخمینی منافع بھی بتاسکتے ہیں کو نسل کو چاہیئے کہ وہ اپنے کھاتے داروں کی مسلسل ذہن سازی کرے کہ وہ صرف منافع پر نظر نہ رکھیں بلکہ ایسے پروجیکٹس جو کہ ان کیلئے آخرت میں صدقہ جاریہ ہوں ان پر زیادہ اعتبار کریں اسلامی فائنسیشن آلات میں جو بات قابل اعتراض ہے وہ انکی پڑتاں میں سود کا عضر۔ اس کا مکمل فارمولہ پہلی طبع میں موجود ہے اس کتاب کو عام فہم کرنے کے لیے اس فارمولے کو حذف کیا جا رہا ہے

اس فارمولے سے ہم یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ تمویل کے پیانوں کو اسلامی تناظر میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے ذریعہ ہم سرمایہ دارانہ اقدار جو کہ سودا اور منافع خوری ہیں کو اسلامی تمویل سے علیحدہ کر سکتے ہیں۔ جو فارمولہ ہم کسی بھی کاروبار کو جانچنے کیلئے عام طور پر استعمال کرتے ہیں اس میں سود کو بطور پیانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اسلامی معیشت دان اجارہ کو یا مراہجہ کو استعمال کرتے ہیں تو کرائے کی پیائش کیلئے سود کو ہی آہل کار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اگر ہم الٹیماں بینک کی گھر اجارہ اسکیم دیکھیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اسکے میزانیہ سے جو شرح نکلتی ہے وہ 8 فیصد سے 10 فیصد ہے جو کہ موجودہ دور میں بینکوں کا شرح سود بھی ہے اور یہ ہی مارکیٹ ریٹ (Market Rate) کھلاتا ہے اور شرح سود زر کی وقت قدر کے (14)

(Interest is the time value of money) برابری سب سے اہمیت اختیار کر گئی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں 100 روپے جو آج آپکے پاس ہے اسکی قدر سود سے نکالی جائے گی

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

اگر مارکیٹ شرح سود 10 فیصد سالانہ ہے تو پھر 1000 روپے اگست 2005 کی قدر اگست 2006 میں 1100 روپے کی ہوگی۔ اس طرح آج 1000 روپے ایک سال بعد 1100 کے برابر ہونے گے۔ جیسا کہ اس مثال سے واضح ہے کہ روپے کی آج اور کل کی قدر کو برابر کرنے کا پیمانہ شرح سود ہے۔ جتنا شرح سود زیادہ ہوگا اتنا ہی آنے والے دنوں میں روپے کی قدر کم ہوگی اور اس کے برخلاف زیادہ ہوگی۔

اگر کسی بھی اسلامی کاروبار کو جانچنے کیلئے ہم یہی طریقہ کار استعمال کرتے ہیں تو پھر ہم سود کو ہی اسلامی کاروبار کا میزان گردانیں گے جو کہ سراسر غیر اسلامی ہے ہمیں ایک ایسا طریقہ کار وضع کرنا ہوگا جس میں سود کا شتابہ بھی نہ ہو۔ اور اس اسلامی تمویل ناپنے کیلئے کوئی اور پیمانہ وضع کرنا ہوگا۔ ہم برابری (Equivalence) کے تصور کو درکرتے ہیں اور زر کی برابری کے قائل نہیں ہیں۔ ہم اسلامی کاروبار کا فروع چاہتے ہیں۔ جہاں پر حلال کی ہمیشہ حرام اور مکروہ پروفیشن ہوگی چاہے حرام مکروہ کام کتنا ہی منافع بخش کیوں نہ ہو۔

ہم اسلامی کاروبار کے جانچ کے لیے ہم سود کو پیمانہ تصور نہیں کرتے بلکہ اس کی جگہ ایک اور پیمانے کو وضع کرتے ہیں۔

وہ بنیادیں جن کی بنا پر اسلامی کاروبار کی جانچ ہوگی کی آیا قابل عمل ہے کہ نہیں۔ اس کی کچھ بنیادیں توانظری (Qualitative) ہیں اور کچھ مقداری (Quantitative) ہیں۔

نظری بنیادیں کو نسل میں شامل علمائے کرام طے کریں گے۔ جن کی کچھ شرائط یہ ہیں

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

۱۔ لازمی شرط: تمویلی ادارہ یہ رقوم ان افراد یا گروہ کو دے گا جو کہ کوںسل کے طے شدہ دینی جماعتوں میں گروہوں سے منسلک ہوں گے۔

۲۔ جس کاروبار کے لیے یہ مال مختص کیا جائے گا وہ اسلامی کاروبار ہو گا۔

۳۔ ایسا کاروبار جس کا تعلق کسی بھی طرح سودی فائنسیشنل ماکیٹ سے نہ ہو۔

۴۔ سب سے لازمی شرط کہ اس کا تعین کوںسل میں شامل علمائے کرام کے اپنی ثواب دید پر کیا ہو۔

اس کے علاوہ دیگر نظری بنیادیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ ایسا پروجیکٹ جس کے ذریعہ کارکنان اسلامی کو زیادہ ملازمتوں کے موقع ہوں۔

۲۔ تربیت کا مکمل انتظام ہو

۳۔ ملازمین کی نہبو دکا مناسب انتظام ہو۔

۴۔ زکواۃ کی ادائیگی کرنے والے ہوں۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

اس کے علاوہ بھی دیگر لگتیں بھی کسی اسلامی کاروبار کا حصہ ہوں گی۔

- ۱۔ ملازمین کی سہولیات کو مدے نظر رکھتے ہوئے اور پیدا اور / مقدار کو بڑھانے کے لیے جدید آلات، مشینری و دیگر آلات کی خریداری اور لگائی پر آنے والے اخراجات۔

۲۔ اسلامی تمویلی ادارے کا حق خدمت۔

یہ دیگر عوامل کی جتنی پاسداری ہوگی اتنا ہی اس ادارے کی لگت میں اضافہ ہو گا اور اسکے منافع کی شرح میں کمی واقع ہوگی اس لیے ایک اسلامی کاروبار کی جانچ صرف منافع کے زیادہ حصول پر نہیں ہوگی۔

ایک اسلامی کاروبار کی جانچ میں کم از کم شرح منافع کا تعایین کرنا لازمی ہو گا کہ کسی بھی کاروبار کا منتظر اپنی کم از کم ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جائز منافع کو حصول۔ اسی طرح تمویلی ادارہ کو مال شراکت داروں سے لے گا اس کے عیوض ان کو کچھ نہ کچھ منافع ضرور دے گا۔ اس منافع کے طے کرنے میں درج بالا لگت کو ضرور شامل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دیگر عوامل اور لگتوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

وسائل کے استعمال کا طریقہ :

جیسا کہ پہلے باب میں ہم نے تفصیل سے دیکھا کہ تمویلی ادارہ دیگر کھاتوں کے علاوہ تین

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

قسم کے کھاتے کھولے گا۔ اس میں سے جاری کھاتوں کو تو وہ استعمال نہیں کرے گا چون کہ وہ امانت ہیں۔ اس لئے اس کی سو فیصد محفوظات اس ادارے کے پاس ہوں گی۔ اس کے علاوہ دیگر کھاتوں کی تفصیل یہ ہے۔ اگر قرض حسن کی ضرورت ہے تو قرض حسن کھاتے سے یہ فنڈ نکال کر ضرورت مند کو ادا بینگی کی جائے گی۔ اگر شرکت کی ضرورت ہے تو پھر شرکت کھاتے سے رقم ادا کی جائے گی۔ اس طرح سے ایک بلکل سادہ نظام ہو گا جس میں معابردوں میں آپس میں خلط ملٹنہیں ہو گا۔ علیحدہ علیحدہ کھاتوں سے علیحدہ علیحدہ معابردوں کے تحت تمویلی ادارہ اپنی مگرانی میں رقم ادا کرے گا اور اسکی اصل اور منافع یا کرایہ یا قسطیں وصول کرے گا اور پھر ان رقم کو کھاتے داروں میں دیئے گئے معابردوں کے تحت تقسیم کر دے گا۔ ان کھاتوں میں رکھی ہوئی رقم کو کس طرح استعمال کیا جائے گا کہ دیئے گئے مقاصد کا حصول ممکن ہو، کوئی اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ کس قسم کے کام کیلئے کوئی مدد سے رقم ادا کی جائے گی۔ چوں کہ یہ اسلامی ادارہ ہے اور اس کی اصل ذمہ داری فرغ دین ہے اس لیے منافع کا حصول ناہی کھاتے دار کا مقصد ہو گا اور نہ ہی کاروباری فریق کا۔

فرض حسن :

قرض حسن کیلئے رقم قرض حسن کھاتوں سے مہیا کی جائیں گی چونکہ قرض حسن پر کوئی اضافی رقم قرض لینے والے کو ادا نہیں کرنی ہو گی بلکہ تمویلی ادارہ کو سروس چار جزا کرنے ہوں گے۔ قرض حسن کا استعمال کہاں ہو گا اس کا حصتی فیصلہ تو کوئی اپنے ایماں پر کرے گی۔ مگر ہم پھر بھی چند بنیادی باتیں اس ضمن میں عرض کرتے ہیں۔ قرض حسن کو بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا ہو گا اس کو ان کاروباری حضرات تک پہنچانا ہو گا جو درج ذیل خصوصیات کے حامل ہوں گے۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

۱۔ وہ اس ادارہ سے شرکت کے تحت رقم لے چلے ہوں اب ان کو کاروبار کے ایسے حصہ میں رقم لگانی ہے جس میں فوری منافع متوقع نہیں ہے۔ مثلاً جگہ کی وسعت یا نئی جگہ کی خریداری ملازمین کی بہبود کا کام جیسے ان کے لئے رہائش، سواری یا ان کو ضروریات کیلئے قرض دینے کا انتظام وغیرہ۔ اس نوعیت کے کام سے کاروباری فریق کو برایہ راست نفع نہیں ہوتا بلکہ بلا واسطہ اس کے کاروبار میں اور ملکی معیشت میں استحکام آتا ہے ویسے بھی ہمارے اسلامی کاروباری کا متع نظر منافع محض کا حصول نہیں ہے اسلئے ایسے بہبود اور اسلامی اخوت کے کام میں یہ اسلامی ادارہ ان کی مدد ضرور کرے گا۔

۲۔ ایسا اسلامی کام جو کہ امت کی بہبود اور غلبہ دین کیلئے ضروری ہو مگر اس میں نفع نہ ہو جیسا کہ خود اس اسلامی تمویلی ادارہ کا قیام ہے۔

۳۔ اس قرض کو خالص صرف (Consumption) کیلئے استعمال نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کی خواہشات میں اضافہ ممکن ہو چونکہ اس ادارہ کا مقصد اسلامی شعار کا فروغ بھی ہے اسلئے امت میں اپنے حلال مال کو صرف کرنے کے بجائے انفاق کی دعوت ہوگی۔

شرکت:

شرکت کے تحت یہ اسلامی تمویلی ادارہ محدود اور غیر محدود، طویل المیعاد اور قلیل المیعاد مدتی کھاتوں کے ذریعہ کاروباری حضرات کو فنڈ فراہم کرے گا۔ یہ اسلامی ادارہ چونکہ ثالث کا کردار ادا کر رہا ہے اور اس کا کام امت کے پیسہ کو دیئے گئے مقاصد کے تحت استعمال کرنا ہے اسلئے

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

یہ ادارہ ہر کاروباری کیلئے فیصلہ کرے گا کہ اسکو کس شرکت کے اصول کے تحت سرمایہ فراہم کیا جائے آیا مضاربہ یا مشارکت کے تحت۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مشترک کھاتے نہیں ہوں گے اسلئے ایک وقت میں ایک کاروباری کو یا تو مضاربہ کے تحت رقم دی جائیگی یا مشارکت کے تحت رقم فراہم لی جائے گی۔

کسی بھی کاروبار کیلئے جب بھی شرکت کی جائے تو پہلے دیئے گئے موجودہ قدر (PV) کے تحت اس کاروبار کے متوقع کم از کم منافع کا تعین کر لیا جائے گا۔ یہ تینی ہو گا اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم مشارکت اور مضاربہ کے تحت قرضہ دیں گے۔ مگر ہم پھر اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ حتیٰ فیصلہ کو نسل کرے گی اس کی توجیہ صرف اطاعت و بھروسہ ہو گا۔

چند عمومی اصول جو کو نسل وضع کرے گی وہ مختصرًا کچھ یوں ہیں۔

۱۔ ایسے کاروباری حضرات جو کہ قرض حسن لے چکے ہیں تو اگر ان کے مجموعی کاروبار میں قرض کا حصہ 40 فیصد سے کم ہو گا تو وہ مضاربہ کے تحت شرکت کرنے کا حقدار ہوں گے۔

۲۔ ایسا کاروبار جس کی NPP زیادہ ہو گی تو اس میں نفع کے امکانات زیادہ ہوں گے ایسے کاروبار کو مضاربہ کے تحت شرکت کرائی جائے۔

۳۔ وہ چلتا ہوا کاروبار جو کہ منافع بخش ہے وہ بھی مضاربہ کے تحت مال حاصل کر سکتا ہے۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

۴۔ مضاربہ کے تحت دیا جانے والا مال میں مضارب یعنی کاروباری فریق کا مال میں حصہ رب المال (کھاتے دار) سے زیادہ ہوگا۔ جبکہ مشارکت میں کم حصہ پر بھی شراکت کر لی جائے گی۔

۵۔ جب بھی اسلامی تمویلی ادارہ شرکت کے تحت رقم مہیا کرے گا تو کوئی کم از کم کاروباری شریک کیلئے حصہ کی شرط رکھے گا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تناسب ۱۹۵ اور ۵ فیصد کی ہو۔

۶۔ نئے اور چھوٹے کاروبار کیلئے مشارکت مضاربہ کی نسبت زیادہ سودمند ہوگا۔ چھوٹے کاروباری کیلئے بھی تمویلی ادارہ دیکھے کہ

اسکی سالانہ فروخت کتنی ہے۔ مثلاً جس کاروبار کی سالانہ فروخت 150,000 روپے سے کم ہوگی وہ چھوٹا کاروبار کہلانے گا ایسے فریق کو زیادہ شرح منافع پر کم حصہ میں قلیل المدد تی فنڈ شراکت کے تحت فراہم کیا جائے گا۔ چھوٹا اور درمیانی کاروباری چونکہ موجودہ پاکستان کے حالات میں حکومتی دسترس اور سودی لین دین سے کافی حد تک باہر ہے اسلئے ان کے کاروبار کو فروغ دینا اور ان کو چھوٹے کاروباری سے بڑے کاروباری بناتا اس ادارہ کی اوّلین ترجیح ہوگی اس لئے ان کو زیادہ سے زیادہ فنڈ مہیا کیے جائیں گے۔ پاکستان کا معاشی خدوخال ایسا ہے کہ یہاں پر وہ معیشت جو کہ پوشیدہ ہے جسکو Informal Sector سے تعبیر کیا جاتا ہے اسکا زیادہ تر حصہ چھوٹے اور درمیانی درجہ کے کاروبار پر مشتمل ہے۔

ذکوٰۃ/ خیرات/ اتفاق فنڈ کا استعمال:

اس فنڈ کے استعمال سے پہلے اسکی کمیٹی اور شعبہ بنایا جائے گا جو کہ اس فنڈ کے استعمال اور اسکے فروغ کیلئے اقدامات کرے گا۔ امارت اسلامیہ کے قیام سے پہلے یہ فنڈ بیت المال کے

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

تبادل کے طور پر کام کریگا۔ خلاف عثمانیہ کے ختم ہونے اور اسلامی مرکزیت کے ختم ہونے کے بعد جس طرح زکوٰۃ، خیرات اور دیگر انفاق کے ذریعہ ہم نے اسلامی اداروں، غریبوں، تیمبوں، بیواؤں کی امداد اور جہاد کو فروغ دیا وہ ایک قابلِ تحسین عمل ہے جس طرح امت مسلمہ کے متولی، کاروباری طبقہ نے اسلامی اداروں کو بغیر حکومتی امداد کے قائم رکھا۔ خاص کر مدارس و مساجد مسلسل اس فنڈ سے افادہ حاصل کر رہے ہیں۔ آج ہمارے اسلامی اداروں کا حال یہ ہے کہ خود موجودہ دور میں اسلام دشمن حکمران اور ان کے حواریں بھی مدارس کو سب سے بڑے فلاجی ادارے تصور کرتے ہیں جو کہ حکومتی امداد کے بغیر کڑوڑوں غریب طالب علموں کو تعلیم کے ساتھ رہائش اور کھانے کا انتظام فراہم کرتے ہیں۔ پاکستان میں قائم وفاق المدارس نے حکومت سے ناصرف امداد حاصل نہیں کی بلکہ اس سے ملنے والی مشروط امداد کو بھی ٹھکرایا (خبر مقامی اخبار

(۲۰۰۳ تا ۲۰۰۴)

ہمارے اسلامی ادارے جو کہ مخیر حضرات کی امداد کے محتاج ہیں۔ پچھلے کم و بیش پچپن (۵۵) سالوں میں اپنے قدموں پر کھڑے ہونے سے قاصر ہیں موجودہ استعمار کی کوشش یہ ہے کہ وہ ان اسلامی اداروں کے فنڈ کو کم کر کے ان اداروں کو استعمار کی ایجنسٹ ریاست کے تابع کر دیں اور غلبہ اسلام اور جہاد کو ناممکن بنادے۔ اب اسلامی تمویلی ادارہ کا کام ہے کہ وہ اس فنڈ کو منظم کرے اور ایک بیت المال اور دوسرا اوقاف بنائے جس کے تحت اس فنڈ کو غریبوں، تیمبوں، بیوائیں، مدارس، مساجد و دیگر ضرورت مندا فراد اور اداروں کو دیں۔ اول جسکا ذکر ہم اور کرچکے ہیں کہ اسلامی کاروبار کو فروغ دینا اس طرح کہ انفاق کا جذبہ پروان چڑھے۔ اور اسلامی مخیر حضرات کے حاصل ہونے والے چندے میں اضافہ ہو۔ دوسرا اس چندے کی رقوم کا استعمال ایسا کیا جائے کہ ہمارے اسلامی ادارہ اور ضرورت مندا فراد خود کفیل ہو جائیں اور

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

چندے کی ضرورت کم سے کم یا ختم ہو جائے۔ اس فنڈ کو صرف صرف نہ کیا جائے بلکہ اسکو اسلامی تمویل کے تحت منافع بخش کام میں لگایا جائے اس طرح ایک طرف فنڈ میں کئی گناہ اضافے ہو گا اور اسکی نئی ضرورت تو پیدا ہو گی مگر پرانی ضرورت کم ہوتی جائے گی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ خلافت کے ختم ہوتے ہی چندہ کا فنڈ منظم طریقہ سے نہیں ہوا بلکہ غیر منظم طریقہ سے اسلامی شخصیات، گروہ، جماعتوں نے اسکو منظم کیا اور اسکا استعمال بھی منظم نہ ہونے کے سبب بعض دفعہ غلط استعمال کی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ چندہ کی رقوم کے صحیح استعمال اور اسکے منظم کرنے میں یہ ادارہ اہم کام سرانجام دے گا۔ علمائے کرام اور ماہرین کی چندہ کمیٹی اسکو منظم اور منظم کرنے میں نمایاں کردار ادا کرے گی۔ یہ ادارہ اس فنڈ کے ذریعہ ایک غیر کھاتے دار تمویلی ادارہ کا کام بھی کرے گا یہاں یہ کام اس ایک ہی ادارہ کے ایک شعبہ کے تحت ہو گا اسکے لئے نیا ادارہ کھولنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس فنڈ سے دوقتم کے کام لئے جاسکتے ہیں ایک یہ اس فنڈ سے براہ راست امداد کرے گا اور ان کو زکوٰۃ، خیرات، صدقات کی رقوم میں سے کچھ رقم ادا کرے گا۔ جو کہ اس فرد یا ادارہ کی ثواب دید پر ہو گا کہ اسکو جیسے چاہے استعمال کرے۔ دوسرا وہ اس فنڈ کی رقوم کو منافع بخش کام میں شراکت یا بعث کے تحت دے کر اس سے اس فنڈ میں مزید اضافہ کرے گا۔

اب ہم دونوں طریقہ کا رکونفصیل سے دیکھتے ہیں۔

پہلا طریقہ فنڈ کا براہ راست استعمال :

اس فنڈ کے دو حصے ہوں گے ایک اوقاف اور دوسرا بیت المال۔ اوقاف فنڈ کے تحت مدارس، مساجد خانقاہوں اور دیگر دینی اداروں کو فنڈ دیے جائیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں اوقاف کو یہ فنڈ ز بجٹ کے تحت دیے جائیں گے۔ یہ فنڈ ز جاری اخراجات کو پورا کرنے کے

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

علاوہ ان اسلامی اداروں کی مستقل آمدن کیلئے اس فنڈ زکا زائد حصہ شراکت یا بچ کے تحت منافع بخش کاروبار میں لگائیں گے۔ بیت المال فنڈ ز سے تیہوں، بیواوں، غریبوں، ناداروں کی مدد کی جائے گی۔ اس طرح کہ فنڈ میں موجود فنڈ ز کو منافع بخش کام میں شراکت کے تحت لگادیا جائے گا اور اسکے منافع سے ماہانہ ان افراد کو وضیفہ باندھا جائے گا تاکہ ان افراد کی کفالت کا مستقلًا بندوبست ہو سکے۔ اس فنڈ سے حاصل ہونے والی کچھ رقوم کو غریب افراد اسلامی اداروں، اسلامی گروہوں، جماعتوں، کارکنوں کو جہاد اسلحہ کی خریداری یا مجاہدین کے راشن کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس فنڈ کو ماہانہ یا یکمہشت دونوں صورتوں میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ یہ طریقہ کارعام خالص اسلامی اداروں کی طرح ہوگا۔ اسی طریقہ کارمیں ہم بچ فنڈ جس میں اشیاء کے استعمال کے دوران جیسے موڑکار کے حادثہ کی صورت میں معاوضے کی مدد میں بھی فرماہم کیا جا سکتا ہے۔ اسلئے وہ ایک فنڈ ایسے نقصانات کو پورا کرنے کیلئے مختیّر حضرات کے علم میں لا کر قائم کیا جا سکتا ہے مگر اس فنڈ سے اسکی مدد کی جائے گی جو کہ مدد کا مستحق ہو مثلاً ایک شخص جو کہ عام حالات میں مکان خریدنے کی استعطاعت نہیں رکھتا اگر مکان میں جو کہ اس نے بچ موجل کے تحت لیا تھا۔ حادثہ درپیش آ جاتا ہے تو اس فنڈ سے اس شخص کی بھی مدد کی جاسکتی ہے دوسرا طریقہ کارجو کہ اس میں اضافے کا سبب بنے اور اول طریقہ کیلئے کام آ سکے۔ وہ اسلامی کارکنان، مجاہدین، شہداء کے اہل و عیال وغیرہ کو اسی فنڈ سے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس فنڈ کا استعمال دو طرح سے ہو گا ایک اسلامی تمویلی ادارہ خود عوام الناس سے چندے کی رقوم حاصل کر کے اسکو اسلامی اداروں کیلئے استعمال کرے۔ دوسرا یہ کہ وہ ان اداروں کے فنڈ کو استعمال کرے دونوں صورتوں میں ان اداروں کے فنڈ میں اضافہ ہو سکے اور وہ اپنی ضروریات میں خود کفیل ہوتے جائیں۔ اسکے علاوہ دیگر کھاتوں میں لوگ ملیشیاء کے تبوگ حاجی بینک کے طرز پر حاجیوں کیلئے موجود بچت فنڈ کو شراکت یا بچ کے کسی بھی تمویل میں رکھ سکتے ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والی بچت کو حاجیوں کی بہبود اور انکی مزید سہولیات کیلئے

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

استعمال کر سکتے ہیں۔ اس فنڈ کا بڑا حصہ قرض حسن کے تحت بھی دیا جا سکتا ہے۔ (Ungku Aziz,

- 1959)

اسلامی تمویلی ادارہ بنیادی طور پر دو قسم کی تمویل پر زور دے گا ایک قرض حسن اور دوسرا شرکت۔ اسلامی تمویلی کونسل اس بات کا جائزہ لے گی کہ کس کاروبار کو کس مد سے فنڈ فراہم کیا جائے۔ ہم کو ایک سکیولر ریاست کے سرمایہ دارانہ نظام سے واسطہ ہے، ان حالات کے پیش نظر کچھ امور اس ادارہ کو مجبوری کے تحت کرنے ہوں گے جس میں مراجعہ اور دیگر بیع کے اعمال ہیں جو کہ زیادہ تر کرائے اور خریدنے بیچنے کے کام آتے ہیں۔ ان مددوں میں فنڈ کی فراہمی کیلئے ہم نے صرف ہونے والی اشیاء کی خریداری کیلئے مختص کرنے کی تجویز رکھی ہے اسکے علاوہ فنڈ جو کہ مسلمان چندے، خیرات زکوٰۃ کی مدد میں دیں ان فنڈوں کو بھی اسی درج بالا طریقہ کے تحت استعمال کئے جانے کی سفارش ہے۔ جو بات اس اسلامی فنڈ کے استعمال میں اہم ہے وہ یہ کہ اسکے پیش نظر صرف منافع کا حصول نہ ہو بلکہ اسلامی کاروبار، شعار کا فروغ، رزق حلال کی فراہمی جیسے امور اسکے پیش نظر ہونے چاہئے۔ یہاں منافع مخصوص نہیں ہے بلکہ منافع کے اوپر حد بندی ہے۔ اب ہم اس سے آگے دیکھتے ہیں کہ اس طرح سے فرض اور شرکت کی فراہمی کے نتیجے میں زرکی ترسیل میں کیا فرق پڑے گا۔ اس پورے نظام تمویل کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فیصلہ منافع مخصوص کو سامنے رکھ کر نہیں کیے جائیں گے بلکہ ان کی بنیاد اطاعت پر ہوگی۔ یہ نظام ہر مسلمان کے لیے نہیں ہوگا۔ صرف اس اسلامی کارکنان کے لیے ہوگا جو کہ اس نظام اطاعت سے وابستہ ہوں، چاہے وہ فنڈ جمع کرانے والے ہوں یا فنڈ استعمال کرنے والے ہوں۔

دیگر تمویلی اداروں سے تعلقات:

جیسا کہ ابتدائی طور پر ہم نے تحریر کیا تھا کہ ان اداروں کی اس ابتدائی دور میں ایک جدا گانہ حیثیت ہوگی اور ان کی کسی دوسرے سودی تمویلی یا اسلامی بینکوں سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ یہ ادارے ابتداء میں اپنا ایک مرکزی تمویلی ادارہ قائم کریں گے جس کی تفصیل اوپر درج ہے۔ تمام فنڈز اس مرکزی ادارے کے پاس جمع ہوں گے وہ ان وسائل کے استعمال کا طریقہ کارروضع کرے گا۔ یہ وہ ہی طریقہ کار ہے جو کہ پاکستان میں بینکوں کے قومیانے کے بعد کیا گیا تھا۔ اور پہنچنگ کو نسل بینکوں کے تمام امور کی ذمہ دار ہوتی تھی۔ ملک بھر میں قائم تمام تمویلی ادارے دراصل برائیں ہوں گی جو کہ کھاتوں اور دیگر فنڈ کی وصولی کا کام انجام دیں گی۔ روزمرہ کی لین دین بھی ان ہی برائی کی ذمہ داری ہوگی۔ ان برائی سے زور مرہ کی دین کے علاوہ تمام وسائل مرکزی تمویلی ادارے کے پاس منتقل ہو جائیں گے جہاں۔ جاری کھاتے میں رکھی ہوئی رقم چوں کی امانت ہوں گی اس لیے یہ تمام کی تمام رقم برائی میں رہیں گی۔ تاکہ ان کی ادائیگی بروقت ہو سکے۔ اسکے علاوہ قرض حسن جو کہ قرض ہوگا اسکا استعمال تمویلی ادارے کر سکتے ہیں اس لیے اس کا کچھ حصہ بطور محفوظات تمویلی اداروں میں رہے گا اور بقایا حصہ بطور قرض دے دیا جائے گا۔ اس کا کتنا فیصد حصہ محفوظات کے تحت رہے گا اس کا فیصلہ کمیٹی کرے گی۔ ان دو کھاتوں کے علاوہ دیگر کھاتے چوں کہ مدتی کھاتے ہیں اس لیے اس میں رکھی ہوئی رقم اپنے مقررہ وقت پر ہی نکلوائی جاسکتی ہیں۔ اس مقررہ وقت سے پہلے نکلوانے کی صورت میں کھاتے دار کو درخواست دینی ہوگی اس کے بعد اس کا اس کو یہ رقم ادا کی جائے گی۔ اس طرح ان دیگر کھاتوں پر کوئی محفوظات نہیں رکھ جائیں گے۔ اگر کسی ناگہانی صورتحال میں اگر برائی میں قرض حسن کی ادائیگی میں کمی واقع ہو جائے تو اسکو مرکزی تمویلی ادارہ پورا کرے گا۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

جیسا کی اسلامی بیکاری نظام میں دیکھا کہ انکے یہاں انشورس کی گنجائش تکافل کی صورت میں ممکن ہے ہمارے نظام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ اشیاء کی ناگہانی ضائع ہونے کی صورت میں اگر شراکت ہے تو لگائے گئے وسائل کے حساب سے نقصان ہوگا۔ اور اگر مضاربت ہے تو پھر رب المال پر اسکا حرجنہ آئے گا۔ بیع کے معاملوں میں اسکا تمام تحرجنہ شے کو استعمال کرنے والے پر آئے گا یا جیسا کہ شرع کا اصول ہوگا۔ جیسا کہ اوپر ہم نے مشورہ دیا ہے کہ ایسے نادار افراد کے لیے جن کے نقصان کا زالہ اس شخص کے لیے ناممکن ہو تو تمویلی ادارہ بیت المال سے اسکے نقصان کو پورا کر سکتا ہے۔

جہاں تک غیر کھاتے دار تمویلی اداروں کا تعلق ہے اس مائل میں غیر کھاتے دار خصوص شعبوں میں کام کرنے والے بینکوں کے فرائض اسی تمویلی ادارے کے ذمے ہوں گے۔ یہ ہی وسائل کو اس طرف منتقل کرے گا جہاں پر اسکی ضرورت ہوگی چاہے وہاں چاہے نفع کم ہی کیوں نہ ہو۔ فرض کریں کہ دہی علاقوں میں پانی کی کمی کو پورا کرنا ضروری ہے، کہ اکثر دینی جماعتوں کا رکنان ذراعت سے وابستہ ہیں، اسلیے فوری طور پر وسائل کو اس طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی اس نتیجے پر پہنچے کہ وسائل اس طرف منتقل کیے جائیں جس سے خود روزگار کے موقع زیادہ ہوں تو وسائل خود روزگار کی فرائیں کی طرف منتقل ہوں گے۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

Assts	اٹاٹے	Liabilities	ذمہ داریاں
Cash	کیش	ابتدائی وسائل	۱۔ قرض حسن ۲۔ چندہ
	Reserves	محفوظات	جاری کھاتے شرکتی کھاتے قرض حسن کھاتے بیع کھاتے و دیگر کھاتے
	دیگر وسائل کی فراہمی	بیت المال سے حاصل شدی وسائل اواقف سے حاصل شدہ وسائل	دیگر وسائل
	دیگر اٹاٹے	دیگر ذمہ داریاں	
	کل اٹاٹے	کل ذمہ داریاں	

ہماری تجویز ہے اس پروجیکٹ کو پہلے اس علاقے میں کیا جائے گا جہاں پران جماعتوں کا اثر رسوخ ہو۔ اس کو پہلے محدود پیمانے پر کیا جائے بعد میں اس میں توسعہ دی جائے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یمنصوبہ حکومتی اعانت سے شروع نہیں ہو گا اسلیے اس کو احتیاط اور سینھل کر کیا جائے۔

باب سوئیم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

فرض کریں یہ پروجیکٹ جنوبی پنجاب کے ایک علاقے دیناپور میں کیا جائے گا۔ اسکا مرکز جنوبی پنجاب کے مرکز شہر فرض کریں ملتان میں واقع ہوگا۔ تاکہ شہر کے دیگر علاقوں سے رابطہ ممکن ہو۔ اس تمویلی ادارے کی شاخیں دیناپور میں ہوں گی جہاں پر یہ پروجیکٹ شروع ہو رہا ہے۔

سب سے پہلے اس علاقے کا مکمل سروے ہو گا جہاں سے ہمیں یہ پتہ چلے گا کہ اس علاقے میں لوگ کتنی بچتیں کر رہے ہیں گے، کاروبار کی کیا نوعیت ہے، کتنی صنعتیں ہیں اور کتنا ذرعی شعبہ ہے۔ کتنے فنڈز وصول ہونے کی توقع ہے۔ یہ فنڈ کن شعبوں میں لگ سکتے ہیں۔ یہ وصولیاں اس علاقے سے باہر چاہے ملکی ہوں یا غیر ملکی آسکتی ہیں۔ ان کے استعمال میں یہ اختیا ط ملحوظ خاطر رکھنی ہوگی کہ اسلامی کاروبار پر ترجیح اس علاقے کی ہوگی چاہے اس میں منافع کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد ایسے اسلامی پروجیکٹس جن پر علمائے کرام کا اعتبار ہو گا انکو بھی اس پروجیکٹ سے مستفید کیا جاسکتا ہے۔ ملک میں قائم مدارس و مساجد میں اسکی شاخیں ہوں گی جہاں سے اس میں رقم جمع ہو گی اور نکالی جائے گی۔ دیگر علاقوں میں یہ صرف کارکنان اسلامی تنظیمات کے لیے ہو گا کہ وہ اسلامی تمویلی اداروں سے مستفید ہو سکیں۔ تمام افراد کے لیے یہ صرف دیناپور میں ہو گا مگر دیگر علاقوں میں کارکنان اسلامی تنظیم اس میں رقم رکھوا سکتے ہیں اور نکلو سکتے ہیں۔

رقم کیسے نکلائیں گے اور کیسے رکھوا کیں، کون سے اسلامی تمویلی آلات استعمال ہوں گی اسکی تفصیل وہ ہی ہوگی جو کہ ہم نے اپنے پہلے ماڈل میں دیکھا تھا۔ فرق یہ ہو گا کہ ہم ایک غیر اسلامی ریاست کے اندر اسلامی تمویلی ادارہ کا قیام ممکن بنارہے ہیں جس میں اس سرمایہ دار نہ ریاست کا عمل دخل کم سے کم ہو گا اور تمام قابو اسلامی تنظیمات کو ہو گا۔ جتنا قابو اسلامی تنظیمات کا مالی معاملات میں ہو گا اتنا ہی انکا قابو علاقوں اور افراد پر ہو گا اتنا ہی یہ نظام چلے گا اور اسلامی

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام
ریاست و معاشرت کا قیام ممکن ہوگا۔ اور اسلامی گروہ و شخصیات پہلے سودی معاشرت سے بچیں گے
اسکے بعد تمام مسلمان اس لعنت سے دور ہو سکیں گے۔

دوسرा ماذل : اسلامی ریاست میں کے تحت قائم تمویلی ادارے

اس دوسرے ماذل اور پہلے ماذل میں صرف یہ بنیادی فرق ہیں

۱۔ بنیادی فند اس ماذل میں ریاست کی ذمہ داری ہوگی۔ ریاست اپنے وسائل سے یہ
ادارے قائم کرے گی۔ ملک بھر میں قائم تمام مالیاتی اداروں کو مکمل بند کر دیا جائے گا اور انکو حکومتی
تحویل میں لے لیا جائے گا۔ کسی نجی ادارے کو مالیات میں کام کرنے کی اجازت نہیں ہوگی جیسا کہ
کم و بیش 1974ء میں بھٹو کے دور میں کیا گیا تھا۔ ان تمام مالیاتی اداروں کو حکومتی تحویل میں لینے
کے بعد ان کا نسب و نسق امیر المؤمنین کی سربراہی میں قائم کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اس کمیٹی کا
نسب و نسق ویسا ہی ہوگا جیسا کہ پہلے ماذل میں دیا گیا ہے۔

۲۔ اداروں کے لیے مدارس و مساجد کے بجائے پہلے سے قائم مالیاتی اداروں کے
ڈھانچے کو استعمال کیا جائے گا۔ اسلامی مالیاتی ادارے پوری امارت میں قابل عمل ہوں
گے۔ جیسا کہ پاکستان میں 1973ء میں بینکنگ کونسل (Pakistan Banking Council) کے تحت تمام بینکوں کو اس کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ یہاں
فرق یہ ہوگا کہ تمام ادارہ ایک ہی ہوں گے ان تمام اداروں کو مرکزی تمویلی اداروں کے تحت
دے دیا جائے گا۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

۳۔ مرکزی تمویلی اداروں کی سربراہی تو علمائے کرام کے پاس ہوگی۔ ان میں موجود عملے کو برقرار رکھا جائے گا۔ صرف ان کی اس سلسلے میں تربیت کی جائے گی۔ جو کس مرکزی کمیٹی کرے گی۔ اس تربیت اور تبدیلی کے جو وقت درکار ہوگا اس کو دیا جائے گا۔ اس وقت تک تمام اکاؤنٹس کو منجد کر دیا جائے گا نہایت ضروری پسیے نکلوائے جاسکیں گے۔

اگر اسلامی امارت کا قیام، بذریعہ ایک انتقلابی تبدیلی کے تحت جس میں پہلے سے اسلامی مالیاتی ادارے کام کر رہے ہوں، عمل میں آیا ہو تو۔ مکمل تبدیلی کا عمل سہل ہوگا ورنہ اس کو قائم کرنا ایک دشوار اور صبر آزمائ کام ہوگا۔

۴۔ امارت اسلامی کے قیام کے بعد اوقاف اور دارالمال کی ذمہ داری تمویلی ادارے کی نہیں ہوگی بلکہ یہ ذمہ داری الگ سے ادا کی جائے گی۔

۵۔ اس کے علاوہ وسائل کی فراہمی اور وسائل کا استعمال ویسا ہی ہوگا جیسا کہ پہلے مذکور میں بتایا گیا ہے۔

یہ تو تفصیل تھی تمویلی نظام کی۔ اگے ہم مکمل خاکہ پیش کریں گے اسلامی مالیاتی نظام کا کہ کس طرح اسلامی مرکزی مالیاتی ادارہ کام کرے اور وہ کس طرح ریاست اسلامی کی موجودگی میں اور اسکے بغیر اسلامی کرنی کو جاری کرے گا۔

تکملہ: (Conclusion)

اسلامی تمویلی ادارے اپنے ابتدائی فنڈ کے لیے قرض حسن اور مخیر حضرات، جماعتوں، کاروباری فریق کی مرہون منت ہوگی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر تجویز دی ہے کہ یہ ادارہ اپنی ذمہ داریوں (Liabilities) کیلئے عوام الناس کی جمع شدہ رقم کو اپنے پاس محفوظ رکھ کر بینکاری کے طرز پر کھاتے کھولے گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ کھاتے اسلامی تمویلی آلات کو استعمال کریں گے ہمارے تجویز کردہ ماذل میں وہ درج ذیل کھاتے کھولے گا۔

جاری کھاتے: جاری کھاتے کے طرز پر ہوگا جس میں رکھی ہوئی رقم عندالطلب نکالی جاسکتی ہیں۔ اس میں رقم امانت ہوں گی۔ اور تمام محفوظات میں ہوں گی۔

۱۔ قرض حسن کھاتے۔ اس میں رکھی ہوئی رقم قرض حسن تصور کی جائیں گی۔

۲۔ شرکتی کھاتے: یہ نفع و نقصان کھاتے ہوگا جیسا کہ اسلامی نظریاتی کو نسل کی رپورٹ میں درج ہے اس کھاتے میں دو قسم کی شرکت کی جائے گی ایک مضاربہ اور دوسرا مشارکت۔ ہم تجویز کرتے ہیں کہ ان

دونوں قسم کی شرکت کو الگ الگ کھاتوں میں رکھا جائے۔ اس طرح شرکتی کھاتوں میں

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

دو کھاتے ہوں گے۔

(۱) مضاربی کھاتے (۲) مشارکتی کھاتے

یہ کھاتے مدتی کھاتے ہوں گے۔

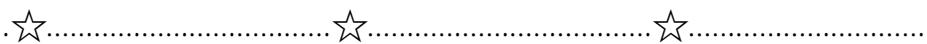
۳۔ دیگر فنڈ: ا۔ حج فنڈ: ب۔ کمیٹی فنڈ: ج۔ موسکی فنڈ: ان فنڈز سے جمع رقوم کو شراکت یا بیع کھاتوں میں رکھ کر ان فنڈز میں خود کفالت بھی حاصل کرنا اس ادارے کا ایک اہم فریضہ ہو گا۔

یہ تو وسائل کے حصول کا طریقہ۔ وسائل کے استعمال میں زیادہ تر انحصار شرکت پر ہوگا، قرض حسن و دیگر زرائع کو ہم مخصوص حالات اور محدود پیمانوں پر استعمال کریں گے۔ وسائل کے استعمال میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ اس میں ذرائع تمویل کی آپس میں خلط ملٹنہ ہوا الگ الگ کھاتوں سے الگ الگ مد میں وسائل مہیا کیے جائیں۔ وسائل کے استعمال میں تمام کھاتے دار اس بات پر متفق ہوں گے کہ اس کا استعمال تمویلی ادارے کی ثواب دید پر ہے کہ ان کو کہاں استعمال کرے۔

کسی بھی پروجیٹ میں وسائل کو لگانے کے لیے جانچ کا طریقہ وضع کیا گیا ہے جس میں سود کی جگہ دیگر اسلامی شعار کے حامل عوامل کو رکھا گیا ہے۔ اس طرح ایک اسلامی جانچ کا طریقہ بھی معارف کیا گیا ہے۔ مگر جانچ کا یہ طریقہ علمائے کرام کے ثواب دیدی اختیارات کا مکمل تبادل نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لیے عام حالات میں رہنمائی کا آله ہے۔

باب سوئم: کھاتے دار تمویلی ادارے متبادل نظام

اسلامی ریاست کی غیر موجودگی میں یہ ادارہ اوقاف اور بیت المال کے فرائض بھی انجام دے گا۔ مگر اسلامی ریاست کے قیام کے بعد یہ ذمہ داری ریاست خود ادا کرے گی۔



اس باب میں ہم جو ماذل پیش کریں گے اس میں ہم دیکھیں گے کہ بغیر اسلامی ریاست کے کس طرح مرکزی تمویلی ادارے کے فرائض و خدمات انجام دے گا اور کس طرح بغیر سودی زر کو تشکیل دے گا۔

ہم سب سے پہلے چند ماذل کا مطالعہ کرتے ہیں جو اس سودی کرنی کے بالمقابل پیش کیے گئے۔

ابراهیم لنکن اور سی ایچ ڈو گلس (C.H. Dauglas) کے ماذل

ابراهیم لنکن اور سی ایچ ڈو گلس (C.H. Dauglas) کے ماذل میں سودی قرضوں کی بنیاد پر جاری کرنی پر تقدیم کی گئی ہے اور اس کے مقابل کرنی کے اجراء کی تجویز بھی پیش کی گئی ہے۔ لنکن چوں کہ کوئی معیشت دان نہ تھا اسلیے اس کا تجویز کردہ ماذل کوئی جامع ماذل نہیں ہے اسکا ایک اعتراض سودی قرضوں پر ہے کہ اسکی بنیاد پر زر کی تشکیل معاشی عدم استحکام کا سبب بنے گی۔ مگر مجھے کوئی مربوط اعتراض لنکن کا نظر نہیں آیا، اس نے جو نہیں سماڑل دیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

۱۔ ”زر کی تشکیل پر قومی حکومت کو مکمل اجارہ داری ہونی چاہئے“، لنکن۔ میرے خیال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بینکوں کو یہ اختیار نہیں ہو کہ وہ زر کی تشکیل میں اپنا کوئی کردار ادا کر سکیں۔ حکومت کو یہ کردار اسلیے ادا کرنا ہو گا تاکہ لوگوں کو ادائیگی کے لیے ایک قابل اعتبار آلہ مبالغہ مل سکے۔ حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو خراب زرعی سودی زر سے محفوظ رکھے۔

سکے۔

۲۔ چوں کہ سونے اور چاندی کے ذخیراں قابل نہیں ہیں کہ وہ زر کی تشكیل کر سکیں اور لوگوں کو ضرورت کے لیے زر کی ترسیل کو ممکن بناسکیں۔ اسیلئے ایسے زر کی ضرورت ہے جو کہ قابل اعتبار بھی ہو اور زر کی ضرورت کو پورا بھی کرے

۳۔ حکومت کو اختیار ہے کہ وہ کرنی کا اجراء اور اسکی ترسیل کرے، اور جب بھی اسکو ضرورت ہو، ٹیکس اور دیگر مددوں سے اپنے اخراجات کو پورا کرے اسکو قطعی ضرورت نہیں ہے کہ وہ یہ کام سودی قرضہ لے کر کرے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حکومت اپنے اخراجات اور لوگوں کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پوری کرنے کے لیے کرنی کا اجراء کرے گی (Rowbotham 1997)۔

لئن کا خیال ہے کہ ان اصولوں کو اگر اپنایا جائے گا تو اسکے نتیجے میں ایک یکساں زر مبادلہ حاصل کرنے میں کامیابی ہوگی۔ اس طرح سود، ڈسکاؤنٹ جیسے اخراجات سے ٹیکس دھنده نج سکتا ہے اور اضافی ٹیکس کو برداشت کر سکتا ہے۔ زر کا کردار حاکم کا نہیں رہے گا بلکہ وہ خادم بن جائے گا (Money will cease to be the master and become the servant of humanity)

سی ایچ ڈولس نے سودی کرنی پر اصولی بحث کی ہے کوئی جامع ماذل پیش نہیں کیا ہے۔ ڈولس کے اصولی موقف اور اسکا ماذل ذیل میں پیش ہے۔

ڈولس سرمایہ دار نہ مالیاتی نظام پر تنقید کرتا ہے کہ سودی قرض کی وجہ سے قیمتوں میں تبدیلی

کی شرح آمدن یا قوت خرید میں تبدیلی کی شرح سے زیادہ ہوتی ہے، جس کو $A+B$ تھیورم کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ قیمتیں جس تیزی سے بڑھتی ہیں اس تیزی سے آمدن کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ ایسا کیوں کہ جب بھی نئی کمپنی کوئی شے مارکیٹ میں لاتی ہے تو اس شے کی پیداوار کرنے کے لیے اس کو قرضہ لینا پڑتا ہے۔ اس قرضہ کی ادائیگی اس شے کی قیمت میں پہلے سے شامل ہو جاتی ہے۔ ابھی لوگوں کو اسکی آمدن بھی حاصل نہیں ہوتی قیمتیں اس سے تیزی سے بڑھ جاتی ہیں۔ اب اس شے کو خریدنے کے لیے نئی انویسٹمینٹ درکار ہوتی ہے۔ جب کوئی دوسری شے مارکیٹ میں آتی ہے تو اس پر قرضہ لیا جاتا ہے۔ جو کہ اس شے کے آنے سے پہلے مارکیٹ میں آجاتا ہے اور اس شے کی قیمت کا حصہ بن جاتا ہے۔ ہر آنے والا سرمایہ پہلی شے کی قوت خرید کو بڑھادیتا ہے۔ اس طرح مسلسل اگر سودی قرضے آتے رہیں تو معیشت بڑھوڑی کی طرف جاتی رہتی ہے۔ ورنہ تو معیشت میں بحران آ جاتا ہے۔ اس سے ڈولگس کلاسیکل معیشت دانوں کے اس بنیادی اصول کو رد کرتا ہے کہ معیشت میں وسائل کی کمیابی ہوتی ہے اسکا خیال ہے کہ کمیابی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہاں تو وسائل فاضل (Surplus) ہیں۔ اصل مسئلہ وسائل کی فراہمی کا ہے۔ جو پیداوار ہو رہی ہے واقعی اس کی کھپت ہے، کون سی چیز کی طلب ہے، کیا پیداوار کرنا ہے یا اصل مسئلہ ہے۔ اس فساد کی جڑ مالیاتی نظام ہے۔ وہ اسکا حامی تھا کہ نظام انسان کے لیے بنتا ہے ناکہ انسان نظام کے لیے۔ سرمایہ دار نہ مالیاتی نظام خدمت گارکی جگہ خود مطلق العنوان بن جاتا ہے۔ (System were made for man, not man for system, and that the financial system was proving no servant, but dictator)

ڈولگس نے جو اسکیم اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے دی ہے اسکے دو اصول ہیں

۱۔ حکومت زر کی تخلیق کرے۔ حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ بلاسودی زر کو تخلیق اور ترسیل کرے۔

۲۔ قیمتوں اور قوت خرید میں برابری۔ لوگوں میں اتنی صلاحیت ہو کہ وہ، بغیر اضافی انویسٹمنٹ کے، موجود اشیاء کو خریدنے کی سخت رکھتے ہوں۔

زر کو تخلیق کن بنیادوں پر کیا جائے گا؟ اس کی دو بنیادیں ہوں گی ایک زر کو اتنا تخلیق کیا جائے کہ وہ قوت خرید یا آمدن کو قیمتوں کے برابر کر دے۔ اسکے لئے صنعت کو مراحت (Sbsidary) دی جائے گی اور اس مراحت کے مقدار کا زر تخلیق کیا جائے گا۔ جس سے قیمتوں میں کمی واقع ہوگی، صنعتوں کی لاگت میں کمی آئے گی اور وہ اپنی لاگت کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس ماذل کو عادلانہ قیمتوں (Just Price) کا ماذل بھی کہتے ہیں۔ یہ ماذل زیادہ مقبولیت حاصل کرنے سکا اس کے برخلاف اسکا دوسرا ماذل جس کو بنیادی آمدن کے جاری کرنے (Issue of basic income) یا قومی ڈیوڈینڈ (National Dividend) بھی کہا جاتا ہے، کافی مقبول ہوا۔ اس کے تحت حکومت بنیادی آمدن کا تعین کرتی ہے۔ اس مقدار کا زر تخلیق کر کے اسکو لوگوں کی بنیادی ضرورت کے مطابق تقسیم کر دے۔ یہ رقم براہ راست لوگوں میں تقسیم ہوگی، بغیر صنعت میں جائے ہوئے، اس سے صنعتی اشیاء کی لاگت میں اضافہ نہیں ہوگا، بغیر گرانی میں اضافے کے، لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ ہو جائے گا، اس طرح یہ طریقہ کارگرانی اور قرضوں کو قابو میں رکھے گا (Rowbotham, 1997)۔

یہ دونوں مغربی فکرین سودی زر کی خباثت سے تو واقف تھے مگر چونکہ یہ افراد سرمایہ داری کے مخالف نہیں ہیں بلکہ اس کی اصلاح چاہتے ہیں۔ اسلئے انکی تجویز کردہ لائچ عمل پر ایک سرمایہ دارانہ معیشت میں عمل درآمد ناممکن رہا خود ابرا ہیم لنکن جنہوں نے 1865 میں یہ نظریہ پیش کیا وہ اسکے چند ہفتوں بعد ہی قتل کر دیے گئے اور اس نظریہ پر عمل درآمد ناممکن ہو گیا۔ جیسا کہ ہم نے جدید بینکاری کے باب میں دیکھا کہ مغربی سرمایہ دارانہ ممالک آج تک سودی قرضوں کے ذریعہ ہی اپنا زر تشكیل دے رہے ہیں۔ (Rowbotham, 1997)

یہ تو بلا سودی زر کی تشكیل کے سرمایہ دارانہ ریاست کے کچھ ماذل تھے جو کہ کبھی بھی قبل عمل نہ ہو پائے۔ اب ہم موجودہ دور کے دو ماذل ایک کمیونٹی کرنی اور دوسرا دینار اور درہم کے ماذل پیش کرتے ہیں۔

کمیونٹی کرنسی کے ماذل:

(Rawbothem (1997)، برنارڈ لیٹیر (Bernard Lietear) 2001 & 2010) اور دیگر معاشیات دانوں نے سود سے پاک کرنی کی ضرورت پر زور دیا۔ اس بات پر زور دیا ہے کہ زر کوئی شے نہیں ہے جس کی خرید فروخت ہو۔ زر کی دو ہی خصوصیات ہیں ایک وہ ذریعہ تبادلہ (Medium of Exchange) ہے دوسرا وہ اشیاء کی قدر کونا پنے کا آلہ (Standard of measure) ہے۔

ان کا خیال ہے کہ اس کے علاوہ قدر کو جمع (Store of Value) رکھنے کا

پیانہ بھی بھی زرنہیں رہا۔ تاریخی طور پر دولت، جائداد کے طور پر زمینوں اور اسکے اضافہ میں جمع ہوتی تھی۔

زر کی خصوصیت کو وہ تخمینہ (Speculation) کے لیے استعمال ہو یہ جدید دور کی زر کی خصوصیت ہے جبکہ اسکی رائے میں آج کے دور میں ۹۵ فیصد سے زائد زر تخمینہ (Speculation) کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ۵ فیصد سے کم اشیاء و خدمات کی خرید و فروخت میں استعمال ہوتا ہے۔ ۱۹۷۲ء کے بعد سے، جب سے صدر نکسن نے غیر جامد کرنی (Floating currency) نظام کو متعارف کر دایا اس وقت سے اس خصوصیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

سرمایہ داری سے پہلے تو زر کا نظام سود سے مسلک نہ تھا مگر آج کے سرمایہ دار نہ دور میں بھی سودی قرضوں کے بغیر یہ نظام پایا جاتا ہے۔

۱۹۳۵ء میں ہر بیکر (Herr Hebecker) جو کہ ایک خسارے والی کوئلے کی کان کا مالک تھا جو کہ جرمنی کے ایک شہر شیونکیر تھیں، یوریا، (Schwanenkirchen, Bevaria) میں واقع ہے۔ اس کمپنی نے کوئلہ کی پشت پناہی پر ایک رسید جاری کی جسکو تجارتی کرنی، وارا (Wara) (merchandise currency) کہتے ہیں۔ یہ کمپنی جو کہ خسارے میں چل رہی تھی۔ اس خسارے سے نکالنے کے لیے اس کمپنی نے اپنی کرنی وارا جاری کی۔ یہ کرنی اس کمپنی کی پیداوار سے مسلک تھی۔ جرمن مارک جو کہ اپنی قدر کھوتا جا رہا تھا اسکے مقابلہ میں وارا اپنی قدر کو مستحکم رکھے ہوئے تھا۔ جب اس میں ادائیگی کی جانے لگی تو قیتوں میں

استحکام اور پیداوار میں اضافہ کا سبب بنا۔ اس کرنی میں کمپنی کے اندر ساری ادا یگی ہوتی تھی۔ اس طرح سے یہ کمپنی خسارے سے نکل گئی۔ اس کا میاب تجربہ کے بعد ۲۰۰۰ کور پوریشن نے اس طریقہ کو اپنایا۔ نومبر ۱۹۳۱ء میں جمنی کا مرکزی بینک حرکت میں آیا اور اس تجربہ پر پابندی لگادی (Rowbothem 1997)۔

اسی طرح ۱۹۳۲ء اسٹریا کے ٹاؤن ورگل (Worgl) کے میر نے ۳۵ فیصد بیروزگاری سے نجات حاصل کرنے کے لیے ۱۳۰۰۰ اسٹرین شلنگ (Austrian Shilling) کی

اسٹیمپ رسید (stamp scrip) جاری کیں۔ ایک سال بعد ورگل اسٹریا کا پہلا شہر بن گیا جس نے مکمل روزگار حاصل کر لیا۔ ۲۰۰ اسٹرین کمیونٹیوں نے اس کو اپنایا اور کامیابی حاصل کی مگر اس پر بھی حکومت نے پابندی لگادی۔

ان دونوں مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کرنی بغیر سودی قرضے کے تشکیل دی جائے تو وہ ایک منظم کرنی ہوتی ہے اور گرانی (Inflation) چوں کہ کرنی کا اشیاء کے مقابلہ میں فرسودگی (Depression) ہے۔ اسلئے اس کرنی نے فوری طور پر گرانی کو ختم کر دیا۔ اسکے علاوہ اس علاقے میں پیداوار میں اضافے کے سبب بیروزگاری میں کمی کا موجب بنتی۔

ابھی تک ہم نے تجارتی کرنی (Wara) (merchandise currency) یا بلا معاوضہ زر (Free Geld) (free money) کا مطالعہ کیا جس کی بنیاد ارجمندین بڑن میں اور معیشت دان سلیو گیسل (Silvio Gesell) نے رکھی تھی اس کا خیال تھا کہ

کرنی کو ذریعہ تبادلہ کے لیے ہی استعمال کرنا چاہے اسکا خیال ہے کہ کرنی ایک اشیاء عامہ (Public good) ہے جیسا کہ عوامی نقل و حمل (Public Transportation) سی فیس لگائی جانی چاہیے ہے۔

حکومتی اعانت کے بغیر کرنی کی تشکیل کا تصور موجودہ دور میں کافی مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ برنارڈ لٹیر (Bernard A. Lietaer) (2001 & 2010) نے کمیٹی کرنی کا ایک نظریہ متعارف کروایا۔ جس میں سود سے پاک کرنی کا اجراء پر زور دیا گیا ہے۔

کمیٹی کرنی کے لئے ضروری ہے کہ اول اس پر ایک اسٹیپ فیس لاگو کی جائے دوسرا اسکو اشیاء کے کچھ (basket of currency) سے منسلک کیا جائے۔ اول الذکر اسٹیپ فیس ایک طرح منفی سود ہے جو کہ گرانی کو ختم کرنے والا ہے۔ چوں کہ گرانی ہوتی ہی زرکی قوت خرید میں کمی (Depreciation of money) کے نتیجے میں 1 سے 5 فیصد فیس سے کرنی کی قدر میں اضافہ ہو گا جس طرح کسی بھی شے کو اگر محفوظ (store) کریں تو اس کی حفاظت کی لگت دینی ہوتی ہے۔ اسی طرح کرنی پر اسٹیم فیس سے اسکے رکھنے پر فیس ادا کرنی ہو گی جو کہ گرانی کے ساتھ اسکی ذخیرہ اندازوی (hording) سے بھی روکے گی۔ اشیاء سے منسلک کرنی کے لئے لٹیر تجویز کرتا ہے مرکزی بین القوامی مارکیٹ میں پائی جانی والی مختلف اشیاء کی پشت پناہی پر کرنی نوٹوں کا اجراء کر سکتا ہے کہ فرض کریں 100 ائمی کرنی برابر ہو سکتی ہے 0.05 اونس سونا جمع 3 اونس چاندی جمع 15 پونڈ تابا جمع 1 یکل تیل، جمع 5 پونڈ اون کے۔ بین القوامی

طور پر اسکا شرح تبادلہ بھی آسان ہوگا کہ ان اشیاء کی میں القوامی مارکیٹ میں پہلے سے تبادلہ موجود ہے۔ غیر ملکی کرنی سے اسکا تبادلے کے لیے ان طے شدہ اشیاء میں سے کسی بھی اشیاء یا شے کو تبادلہ کے لیے چن سکتے ہیں۔ اشیاء کی قیمتیں چوں کہ متغیر ہوتی ہیں اسیلے کہ شرح تبادلہ بھی متغیر ہوگا اور اسکو مارکیٹ ہی متعین کرے گی وہ مارکیٹ اشیاء کی ماکیٹ ہوگی۔ مرکزی بینک صرف اشیاء کا چنانہ کرے گا کہ کوئی کرنی سے شرح مبادلہ کو طے کیا جائے۔ اسٹیم اسکرپ (stamp scrip) کے نتیجے میں ہم ان اشیاء کی میں القوامی مارکیٹ تک پہچانے کی لائگت کو شامل کر سکتے ہیں۔ اس فیس کو کیسے عملی طور پر لاگو کریں گے یہ سب سے بڑا مسئلہ کا حل ان افراد نے جو تجویز کیا ہے وہ قابل عمل لگتا ہے۔ کہ اس کے بچھے اسٹیم لگادی جائے، اسکو ڈیبٹ کارڈ (Debit card) کے ذریعہ، اکاؤنٹنگ طریقہ کار کے ذریعہ، بینکوں میں رکھی ہوئی رقم کے ذریعہ، جن پر ایک ماہ یا مقررہ مدت گزر چکی ہو، لاگو کیا جاسکتا ہے۔ یعنی شرح سود اصلی اشیاء میں انویسٹمینٹ کو ترویج دے گا اور کرنی کا کرنی میں بچت اور تبادلے میں کمی لائے گا۔ اس طرح ایک طرف گرانی کو قابو میں رکھے گا تو دوسرا طرف انویسٹمینٹ کے ذریعہ روزگار میں اضافہ کرے گا۔ یہ تجویز بھی ہے کہ اس اسٹیمپ فیس کو علاقے کے لحاظ سے لاگو کیا جائے۔ اس نئی کرنی کا پرانی کرنی سے تبادلہ آہستہ آہستہ کیا جائے ناکہ یکمشت کیا جائے۔

ان کمونیٹی کرنی کو کس طرح لاگو کیا جائے گا اسکے لیے وہ تجویز کرتے ہیں کہ اخلاقی طور پر آمادہ کرنا ہوگا، اسکے فوائد اور سودی کرنی کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہوگا۔ شروع میں جب کہ سودی کرنی کے ساتھ اسکو کسی کمیونٹی میں لاگو کیا جائے گا تو اسکی قبولیت کو بڑھانے کے لیے بزنس میں کوئی شامل کرنا ہوگا کہ اس کرنی کو ادائیگی کے لیے قبول کریں۔ ان کا خیال کہ کامیاب طریقہ اخلاقی بنیادوں پر توند ہبی ہے اور ہر مذہب سود کو رد کرتا ہے اور تاریخ طور

پر بھی سودی کرنی کی تاریخ بہت قیل اور غیر سودی کرنی کی تاریخ بہت طویل ہے اس لئے اسکو تاریخی طور پر بھی ایک قابل عمل تجویز کے طور پر قبول کروایا جاسکتا ہے۔ یہ تو کمیونٹی کرنی کے ماذل تھے اب ہم سونے کے دینار اور درہم کے ماذل کا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کے سکے

سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کو اپنانے کا رجحان بھی آج کے دور میں عام ہو رہا ہے۔ اس میں آج جو کام ہو رہا ہے پہلے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کی تحریک کے بانی شیخ عبدالقدار الصوفی (Shaykh Adbulqadir al-Murabit)، جنہوں نے ۱۹۶۷ء میں اسلام قبول کیا اور مرالبطون ورلڈ مومنیٹ (Murabitun World Movement) کی بنیاد رکھی جس کے تحت انہوں نے زکواۃ کے تناظر میں اسلامی سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا، اسکی عملی تعبیر کو اپنے شاگرد ڈاکٹر عمر ابراہیم ولیو (Dr. Umar Ibrahim Vadillo) جو کہ ہسپانوی نومسلم ہیں کے سپرد کر دیا جو کہ ڈاریکٹر ہیں ای دینار لمبینڈ کے۔ ان کے علاوہ شیخ عمران این حسین (Sheikh Imran Hosein) نے ای داکٹر فضل الرحمن النصاری صاحب کے شاگرد ہیں اور میں حنفی یا رک کیا، ڈاکٹر احمد کمیل من میرا (Dr. Ahamed Kameel Mydin Meera) جو کہ Centre for Islamic Postgraduate Studies, University Malaysia کے سابق ڈینر رہ چکے ہیں نے بھی اس سلسلہ میں کام کیا۔ اس کے علاوہ ملیشیا کے سابق

وزیر اعظم مہاتر محمد نے اس کام کی کافی پذیرائی کی ہے۔ Ahmed (2002) &

2005), Umar (2010), Cizakca (2010), Silvio (1920), Abubakar (2000), Shaykh (1995)

ان اوپر بیان کیے گئے افراد کا دعوہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دور سے لیکر عثمانی خلافت کے سقوط تک سونے کے دینار ہی اسلامی کرنی کے طور پر استعمال ہوتے رہے ۱۹۲۲ء کے بعد سے جب خلافت اسلامیہ کا سقوط ہوا اور انگریزی استعماری دور کا آغاز ہواں دور سے کاغذی فیٹ کرنی (Fiat currency) Abubakar (2000), Shaykh (1995)

حضرت عمرؓ کے دور میں سونے کے دینار کا جواہزان طے ہوا وہ ہی آج تک شرعی اوزان تصور کیا جاتا ہے۔ وہ اس طرح ہے

ایک دینار = ۲۵ گرام (۲۲ کیرٹ سونا)

ایک درهم = ۳۰ گرام اصلی چاندی

۷ دینار = ۱۰ درهم Ahmed (2000)

اسلامی قدیمی محققین جن میں ابن خلدون (مقدمہ ابن خلدون) امام غزالی قابل ذکر ہیں سونے اور چاندی کو ہی ہرشے کے قدر کا پیمانہ تصور کرتے ہیں، اسی لیے اسکے استعمال پر زور دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں دھاتوں کو اسی استعمال کے لیے تخلیق کیا ہے۔

شرعی جواز کے بعد موجودہ سودی کرنی سسٹم کو غیر اسلامی تصور کرتے اور اسلامی بینکاری اور جدید بینکاری نظام پر یہ افراد تقید کرتے ہیں کہ یہ غیر منصفانہ ہے۔ یہ گرانی کے ذریعہ مسلسل لوگوں پر ٹیکس عائد کرتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ غیر مستحکم نظام بھی ہے۔ حکمی زری نظام (Fiat) monetary system کے ساتھ کسری محفوظ بینکاری نظام (fractional reserve requirement) کی وجہ سے سودی زر معیشت میں گرانی اور عدم استحکام لے آتا ہے۔ سرمایہ دارہ زری نظام کی تین بنیادی خرابیاں ہیں۔ حکمی زر (Fiat money) ۲۔ کسری درکار محفوظات (fractional reserve requirement) اور ۳۔ شرح سود۔ یہ تینوں خاشقشیں سونے کے دینار کے نظام میں نہیں پائی جاتیں (Kameel)۔ کاغذی نوٹ چاہے موجودہ یا قدیم شکل میں غیر اسلامی زر ہیں۔ شرعی زر صرف سونے کا دینار اور چاندی کا درہم ہے۔ کوئی بھی شے جو کہ تبادلہ کے لئے عام طور پر استعمال ہوتی ہو وہ بھی زر کے زمرے میں آسکتی ہے۔ اسلامی بینک سودی بینک کی ایک قسم ہے، جو عیسائیت کی طرح سود سے نجات حاصل کرنے کی ایک بھوٹی کوشش ہے (Umar)۔

(2010)

سرمایہ داری اور بینکاری نظام کی مخالف یہ تحریک نظام کے اندر رہتے ہوئے، سرمایہ دارہ ریاست کی سرپرستی میں ایک گلڈ کی طرز کا ادارہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ عبدالقدار الصوفی کے خیال میں سودی کرنی کے ذریعہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اسکے لئے اسلامی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کا اجراء کیا جائے۔

اس تحریک نے ملیشیا کے معاشری اور مالیاتی عدم استحکام کو اپنا ماؤل بنایا اسکو تمام عالم کے

معاشی عدم استحکام پر لاگو کر دیا (Ahmed 2005)۔ مالیاتی بحران کا حل مالیاتی پالیسی کو سودی کرنی سے نجات دلا کر اسکو اصلی سونے اور چاندی کے دینار اور درہم میں تبدیل کر دیا جائے۔ جو ماذل یہ پیش کرتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا وہ اس نظام میں رہتے ہوئے کام کرے گا۔ ان کا خیال ہے کہ پہلے اسکو آئی سی کے ممالک کے درمیان کیا جائے اور اسکی ذمہ داری ان اسلامی ممالک کے مرکزی بینک کی ہوگی یا اسکے لیے بیت المال بنایا جائے جو کہ اس سونے کے دینار اور درہم کی سرپرستی کرے۔ اس ماذل کی جو تحقیق میں نے کی ہے اس میں انہوں نے ایک تو رہن (Ahmed 2005) اور دوسرا گلڈز (Umar 2010) کو بطور ماذل کے استعمال کیا ہے۔ اسکے علاوہ غیر ملکی تجارت کو سود سے اور ڈالر کی سبقت سے دور رکھنے کے لیے اسکو سونے کو بطور پیانہ بنانے کے ماذل کو بھی پیش کیا ہے۔

ایک ماذل تو یہ ہے کہ خالص سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کا اجراء کیا جائے۔ سونے اور چاندی کے اوزان وہ ہی ہوں گے جو حضرت عمرؓ کے دور میں طے ہوئے تھے۔ جس کی تفصیل اوپر دی گئی ہے۔ اس سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کی کامیابی اس میں ہے کہ صرف اس میں انویسٹمنٹ نہ کی جائے بلکہ روزمرہ کی خرید و فروخت بھی اسی میں کی جائے۔ اس کا تبادلہ نٹوں میں نہ کیا جائے۔ قیتوں کا تعین سونے کی بنیاد پر کیا جائے جس سے گرانی (inflation) کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ابتداء میں اسکو انویسٹمنٹ کے لیے استعمال کیا جائے افراد اپنی بچتوں کو سونے کے دینار میں رکھیں۔ اسکے بعد اسکو پورے معاشرے میں آله تبادلہ کے لیے اکیلی کرنی کو طور پر قبل قبول بنایا جائے۔ شادی کا مہر بھی اسی سونے میں طے کیا جائے۔ اسی طرح رہن کو بھی سونے میں رکھا جائے۔ اس علم کو سرمایہ دارانہ عمل سے متصادم نہ ہونے دیا جائے بلکہ اسکی خوبیاں جو اور پر بیان ہو چکی ہیں جب ان کا ادارا ک ان ممالک کو ہو گا تو خوب خود یہ ممالک دینار اور

درہم کے نظام کو قابل عمل بنادیں گے۔

ای کا مرس کے ذریعہ بھی اس دینار اور درہم کو بین الاقوامی طور پر قابل عمل بنانے کی تجویز ہے۔ اس میں اور سودی ای کا مرس میں فرق یہ ہے کہ اس کا رڈ کے عوض آپوسونا ملے گا۔ اور سونے کی مقدار سے قیمت طے ہوگی۔ یہ کا رڈ ڈبٹ کا رڈ (Debit card) بھی ہو سکتا ہے اور کیش کا رڈ بھی ہو سکتا۔ کیش کا رڈ میں ضروری ہے کہ رقم سونے کے دینار اور چاندی کے درہم ہو۔

اس کرنی کے اجراء کی ذمہ داری دراصل ایک ایسے ادارے کو ہے جو کہ سونے اور چاندی کو سکوں میں ڈھال سکے جسکی ایک صورت ورلڈ اسلامک منٹ (World Islamic Mint) WIM ہے (Ahmed 2005)۔ یہ ادارہ سونا بین الاقوامی مارکیٹ سے خرید و فروخت کر سکتا ہے، ورلڈ گولڈ کو نسل سے۔ اس کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ سونے کے دینا میں سونے کو تبدیل کرے اسکی جو لگت آئی گی ان کا خیال ہے کہ وہ اس کی بار بار خرید و فروخت سے پوری ہو جائے گی۔ WIM ایک ادارہ بنائے گا جسکو فرض کریں الرہن مارکیٹ کہتے ہیں وہ اس دینار و درہم کی خرید و فروخت کی ذمہ داری ہوگی۔ یہ مارکیٹ کی مارکیٹ قیمت پر دینار و درہم کو خرید بھی سکتی ہے۔ بیت المال یا مرکزی بینک اس ملک میں سونے کے سکوں اور سونے کے بولین کی حفاظت کی ذمہ داری لے سکتا ہے تاکہ لوگوں کا اعتبار حاصل ہو سکے۔ یہ تمام کام سرمایہ دانہ معیشت میں رہتے ہوئے کوئی بھی ادارہ یا ادارے نجی طور پر کر سکتے ہیں۔ اب یہ کام منافع کی بنیاد پر ہو گا یا بغیر منافع کے کیا جائے گا اسکی تفصیل نہیں ملتی۔

ورلڈ اسلامک منٹ (World Islamic Mint) WIM یہ ادارہ ہے جس کا مرکزی دفتر تو متحده عرب امارات میں ہے مگر اس کا اصل کام ملیشیا میں ہے۔ یہ ایک ٹکسالی ادارہ ہے جو کہ تمام دنیا کو خاص کر مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ اس کے ڈھالے ہوئے طلائی دینار اور نقری درہم کو کرنی کے طور پر استعمال کرے۔ جس ادارہ یا ملک کو ضرورت ہو وہ اسکی مارکیٹ قیمت ادا کر کے اسکو حاصل کر سکتا ہے۔ پھر اس ملک میں قائم ادارہ اسکی ترسیل کا ذمہ دار ہو گا۔

طلائی دینار کو تجارتی لین دین کے لیے استعمال کرنے کی تجویز کیا گیا ہے کہ ادائیگیوں کا تصفیہ ہر تین ماہ میں ایک بار بآمدات اور درآمدات کے وقت کے تبادلے کے نزدیک سے طلائی دینار سے کریں گے (Ahmed 2005)۔ اب اس دینار اور درہم پر پایا جانے والا اعتراض جو کہ سیز اکامرات (Cizakca Murat 2010) نے کیا ہے اسکا جائزہ لیتے ہیں۔

وہ کہتا ہے کہ جب بھی موجودہ دور میں کاغذی کرنی کے ساتھ سونے کے دینار اور درہم کو مارکیٹ میں لا جائے گا تو اس میں سودا اور گرانی دونوں پائی جائیں گی۔

سب سے پہلے وہ تاریخی طور پر خلافت عثمانیہ کے ادوار کی مثالوں سے اور دیگر مغربی ممالک کی مثال سے ثابت کرتا ہے کہ سونے کے دینار اور چاندی کے درہم کے ادوار میں بھی قیمتیں مستحکم نہیں رہتی تھیں بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

ان دونوں دھاتوں سونے اور چاندی، کی ترسیل کی کمی و زیادتی کے نتیجے میں بھی قیمتیں بڑھتیں ہیں اور ان کو خیرہ کرنے سے اس میں تخيینہ بازی (Speculation) کا غصہ غالب آ جاتا ہے۔ جو کہ سڑہ

بازی (سود) کا موجب بتا ہے۔ اسکے علاوہ غریبینی ایک پارٹی پر ظلم کے نتیجے میں اس کو تمام نقصانات کا بوجھ برداشت کرنا پڑے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ

وہ فارمولاجس کے تناظر میں کرنی کی قیمت کا تعاین کیا جاتا ہے وہ یہ ہے

$$FV = x + G / \pi W \cdot Pg$$

FV = کرنی کی کشیدہ قیمت

x = کرنی کوڈھانے کی لاگت

$G / \pi W$ = سونے کا کل کرنی میں حصہ

Pg = سونے کی بین القوامی مارکیٹ میں قیمت

اس مساوات میں دائیں طرف سونے کی اصلی (intrinsic) قدر ہے، جبکہ باائیں طرف اسکی کشیدی قیمت ہے۔ تین عوامل اس سکے کی کشیدہ قیمت اور اصلی قیمت میں فرق کرتی ہے۔ ایک کرنی کو ڈھانے کی لاگت، دوسرا، سونے یا چاندی کا سکہ میں حصہ اور سونے کی بین القوامی مارکیٹ میں قیمت۔

پہلا اگر $G / \pi W$ میں تبدیلی واقع ہو۔ قدیم زمانے سے طلائی اور نقری سکوں کی ترسیل میں کی و

پیشی کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ چاہے جنگی اخراجات کو پورا کرنا ہو یا سونے اور چاندی کی ذخیرہ میں کمی بیشی ہو دنوں صورتوں میں سونے اور چاندی میں دیگر سستی دھاتوں کی ملاوٹ کر دی جاتی ہے جس سے G/TW میں کمی واقع ہوتی تھی اور موجودہ ذخیرہ کرنی کی ترسیل کر دی جاتی ہے اس کی وجہ سے پرانے سکوں ، جو کہ اصلی سونے کے ہوں گے، اس کی ذخیرہ اندازو زی کر دی جاتی ہے یا اسکو خام سونے میں ڈھال دیا جاتا ہے۔ جس سے گرانی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کرنی کی ذخیرہ اندازو زی جیسے غیر اسلامی سودی فعل کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔

دوسرا اس سکے کی لاگت میں تبدیلی کے تین عوامل ہیں ایک اسکو ڈھالنے کی لاگت دوسرا اسکی مارکیٹ میں قیمت اور تیسرا جو کہ قدیم زمانے میں لاگو تھا وہ اس کی کرنی پر حکومتی محصول سود کی آمیزش کا سبب بنیں گے۔ یہ تو اس کا اعتراض تھا قدیم دور میں کہ سکوں پر اس دور میں بھی سودا اور گرانی اور ان سکوں کے ہوتے ہوئے ہوتی تھی۔ موجودہ دور میں اگر اسکو کاغذی نوٹوں کی موجودگی میں لاگو کیا جائے تو پھر اس میں سود یعنی سٹہ بازی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اس طرح کہ اس سکے کی کشیدہ قیمت فرض کریں 1000RM ہے۔ سکے کو ڈھالنے کی قیمت RM 50 ہے، اس سکے میں سونا 90 فیصد استعمال ہو، میں القوامی مارکیٹ میں اسکی قیمت RM 1000 اور اس ہے اس طرح

$$RM \quad 1,000 = 50 + 0.9 (1,000)$$

$$RM \quad 1,000 > 950$$

اس صورتحال میں جبکہ کشیدی قیمت اسکی لاگت سے زیادہ ہے تو اسکی ترسیل میں کوئی فرق

نہیں آئے گا۔ مگر اگر کچھ عرصے کے بعد اگر بین القوامی مارکیٹ میں سونے کے داموں میں اضافہ ہو جاتا ہے جو کہ فرض کریں RM 1200 فی اونس ہو جاتے ہیں تو پھر صورتحال یوں ہو گی۔

RM $1,000 < 50 + 0.9(1,200)$ or,

RM $1,000 < 1,130$

وہ کرنی جو کہ RM 1000 میں خریدی تھی اب اسکو اگر سونے کے داموں میں مارکیٹ میں بیچا جائے تو اسکے RM 1130 مل رہے ہیں۔ اس صورتحال میں لوگ اسکو اصلی سونے میں ڈھال کر بیچ دیں گے۔ اسی طرح اسکی طلب میں اضافہ اور اسکی ترسیل میں کمی ہو گی۔ جو کہ گرانی اور سٹہ بازی کا موجب بنے گی۔ یہ سکھ ایک شے زیادہ بن جائے گا اور آلہ تبادلہ کم رہ جائے

گا۔ (Cizakca Murat)

مورات کے اس تنقید سے ہم یہ تجزیہ کر سکتے ہیں کہ کرنی کا نظام مرہون منت ہے ایک ریاست کا اور ریاست کے بغیر کرنی کو رو بائے عمل نہیں لایا جا سکتا خاص کر اس طلاقی اور بقرائی کرنی کو۔ جب تک ریاست طاقت ورنہیں ہو گی اور وہ اس کرنی کے علاوہ دیگر کسی آلہ تبادلہ کو چلنے نہیں دے گی اور اسکے ڈھالنے اور دوبارہ سونے میں تبدیل کرنے پر پابندی نہیں لگائے گی یہ نظام نہیں چل سکتا۔ قدیم زمانے میں جو بھی مورات نے مثالیں دیں ہیں ان میں یہ ہی کمزوری ریاست کی معلوم ہوتی ہے ناکہ اس کرنی نظام کی۔ جب کہ موجودہ دور میں اسکا تجزیہ درست ہے اور یہ ہی ہور ہا ہے۔ WIM کی جاری کردہ کرنی پر لوگ سٹہ بازی کر رہیں ہیں کہ اسکو اس لیے خریدتے ہیں کہ اسکو بیچ سکیں جبکہ اسکی قیمت میں اضافہ ہو جائے۔ اس کرنی کو ابھی تک آلہ تبادلہ کے طور پر

استعمال نہیں کیا جا رہا۔

جہاں تک سوال ہے کہ ان سکوں کو بین القوامی تجارت کے لیے استعمال کیا جائے تاکہ سود اور امریکی بالادستی سے بچا جائے۔ تو اسکے لیے بھی ضروری ہے کہ ایک مصوب طریقت ہو۔ چوں کہ ڈالر کی بالادستی کے پیچھے امریکی بالادستی کا ہاتھ ہے۔ ورنہ اس سے پہلے پونڈ اسٹرلینگ کے ذریعہ بین القوامی تجارت ہوتی تھی چوں کہ اس دور میں برطانوی بالادستی قائم تھی۔ اس لیے یہ

اقدام کہ ڈالر کی جگہ اسلامی ممالک سونے کو استعمال کر سکیں امریکی بالادستی کو چیلنج کیے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے احمد (Ahmed 2005) کی تجویر تحریری طور پر تو اچھی ہے مگر عملی نہیں ہے۔

کرنٹی کی تشکیل بلا حکومتی اعانت کے:

ابھی تک ہم نے بلا سودی کرنٹی کے تین ماؤلوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ایک لئکن اور ڈولگس کا سرمایہ دار نہ ریاست کے لیے ماؤل تھا دوسرا ماؤل کیونٹی کرنٹی کا ماؤل تھا اور تیسرا طلاقی دیناروں نقریٰ درہم کا ماؤل تھا۔ ان تینوں ماؤلوں کی راہنمائی میں ہم ایک خالص اسلامی کرنٹی کی تشکیل کا ماؤل پیش کرتے ہیں۔ جو کہ ہم کسی دینی جماعت جیسا کہ تبلیغی جماعت، دعوت اسلامی، جماعت اسلامی، جیسی خالص دینی جماعتوں اپنے نظم میں چلا سکتی ہیں۔ یا اسکو کسی علاقے میں جہاں ان جماعتوں کا مکمل قابو ہوا س ماؤل کے تحت تشکیل زر کر سکتی ہیں۔

ہم یہاں ایسی کرنٹی کے اجراء اکی تجویز دی ہے جو نا صرف سود سے پاک ہو بلکہ سرمایہ

دارنہ اداروں سے اور نظام سے بھی کوئی تعلق نہ ہو۔ اس ماذل کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ

مرکزی تمولی ادارے کا ڈھانچہ:

یہ ادارہ کوئی خوفناک ادارہ نہیں ہوگا بلکہ یہ اسلامی جماعتوں، گروہوں کے تابع ایک ادارہ ہوگا۔ اس ادارہ کا ڈھانچہ کیسا ہوگا۔ اسکا ڈھانچہ وہی ہوگا جس کا ذکر ہم باب سوم میں کر چکے ہیں۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ ایک اسلامی کونسل کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ یہ کونسل تین طرح کے گروہوں پر منی ہوگی جسکا ایک سربراہ ہوگا۔

سپریم کونسل: یہ جید علمائے کرام پر منی ہوگی

دوسرा گروہ: ٹیکنوقریٹس (Technocrats) اور ماہرین پر منی ہوگا جس میں اسلامی ذہن رکھنے والے معيشت دان اور بینکاری کے ماہرین حضرات شامل ہوں گے۔ جن کا اب سرمایہ دارنہ اداروں سے تعلق نہ ہو۔

تیسرا گروہ: اسلامی جماعتوں کے نمائندوں پر منی ہوگا۔

ہر گروہ ایک امیر کا چناؤ کریگا جو سفارشات تیار کر کے اپنے امیر کو دیں گے جو ان سفارشات کی روشنی میں تمولی اداروں کو چلانے کی حکمت عملی طے کرے گا۔ تمولی ادارے کے مبنی اور دیگر عملے ان حکمت عملیوں کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

۱۔ اس کرنی کا نام اسلامی دینار و درهم ہو گا۔

۲۔ یہ کرنی موجودہ روپے کے مقابل ہو گی

۳۔ اس کا اجراء پہلے کسی ایک علاقے میں ہو گا۔ جہاں پر اسلامی گرہوں کا قابو ہوا اور پاکستانی ریاست کا عمل دخل کم ہو یا یہ کرنی اسلامی جماعتوں کے اندر رہ کر چل سکتی ہیں۔

۴۔ یہ کرنی دینی جماعتیں اپنے نظم میں چلانیں گی۔

۵۔ اس کرنی کی پشت پر اس جماعت کا اعتبار ہو گا۔ اسیلے یہ کرنی صرف اسی جماعت کے کارکنان کے لیے ہو گی۔

۶۔ اس کرنی کو کتنی مقدار میں چھاپنا ہو گا اس کا دار مدار درج ذیل عوامل پر ہو گا۔

جس علاقے میں اس کرنی کا اجراء کیا جائے گا وہاں پر ان کارکنان اسلامی کی کم از کم ضروریات کا تخمینہ روپے کی صورت میں لگایا جائے گا۔ فرض کریں اس جماعت کے کارکنان کی تعداد ۱۰۰،۰۰۰ ہے۔ ایک اسلامی شخص کی بنیادی ضرورت اسکا ماہانہ راشن، یوپیٹی بلز، ٹرانسپورٹ کا خرچ، اسکول فیس، انفاق وغیرہ کا تخمینہ لگایا جائے اور اسکو کارکنان کی تعداد سے ضرب دے دیا جائے۔

فرض کریں

$$ک = کارکنان کی تعداد = 100,000 \text{ افراد}$$

$$ب = بنیادی ضروریات = 20000 \text{ روپے}$$

$$\text{کل زر کا اجراء} = ک \times ب = 100,000 \times 200,000 = 2,000,000,000 \text{ روپے}$$

اس تخمینہ کے مطابق درکار کرنی کی مالیت دو ملین یا ۲۰۰ کروڑ روپے ہے۔ یہ کرنی جو کہ دینار اور درہم کے نوٹوں کی صورت میں ہوگی اسکی روپے میں مالیت یعنی شرح تبادلہ کیا ہوگا اسکا جائزہ لیتے ہیں۔

اس کے لیے ہم تجویز کرتے ہیں کہ ہم بنیادی ضرورت کو ۱۰۰ ادینارتک رکھنا چاہتے ہیں۔

اس طرح ایک دینار = ۲۰۰ روپے

اسلامی کارکنان کی ایک ماہ کی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ۱۰۰ ادینارتک درکار ہوں گے۔ پاکستانی روپے کی مالیت مسلسل گر رہی ہے ہم اپنی شرح تبادلہ کو اسی طرح متغیر کھیں گے کہ بنیادی ضرورت وہی رہے۔

فرض کریں ۱۲۰۰۰ روپے میں فریض کریں ۱۲۰۰۰ روپے تک افیصد گرانی ہو جاتی ہے تو بنیادی ضرورت ۲۰۰۰ روپے پر ہو گی۔ اگر شرح مبادلہ وہ ہی رہے تو بنیادی ضرورت کے لیے ۱۱۰ دینار درکار ہوں گے۔ اس بنیادی ضرورت کو ۱۰۰ دینار پر رکھنے کے لیے شرح مبادلہ کو تبدیل کرنا ہو گا جو کہ یہ ہو جائے گی۔

ایک دینار = ۲۰ روپے

اس طرح شرح مبادلہ کو متغیر کر کے بنیادی ضرورت کو مستحکم رکھنا ہو گا۔ درہم کی دینار میں تبدیلی کے یہ شرح مطعین ہو گی جو عام طور پر مملک میں رائج ہے۔

ایک دینار = ۱۰۰ درہم

ایک، ۲، ۵، ۱۰، ۲۰، ۴۰، ۱۵۰ اور ۱۰۰ دینار کے کرنی نوٹ چھاپنے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ۵، ۱۰، ۲۵، ۴۰، ۵۰ درہم کے سکے یا کاغذی نوٹ چھاپیں گے۔

چوں کہ یہ ایک کمیونیٹی کے طرز کرنی ہے اور ایک مستحکم کرنی ہے اس لیے اسکو دینار اور درہم دونوں میں چھاپنا ہو گا۔ اسکی مقدار کتنی ہو گی تو اصول تو یہ ہو گا کہ چھوٹے نوٹ اور کرنی کی مقدار زیادہ ہو گی۔

اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ یہ کرنی کسی بھی طرح سٹہ بازی (Speculation) اور

سودی لین دین میں استعمال نہ ہو پائے۔ سودا اور سٹہ بازی سے بچنے کے لیے سب سے لازمی شرط ہے کہ مارکیٹ یا بازار کرنی کے لین دین سے دور رکھا جائے۔ اسلامی مرکزی مالیاتی کمیٹی کی کامل گرفت اس کرنی پر ہو۔ چون کہ اس کرنی کا اجراء سرمایہ دار نہ دور سرمایہ دار نہ ریاست کے اندر ہو رہا ہے اسلئے اسکا احتمال ہے کہ یہ کرنی سٹہ اور سود کے زیر اثر آجائے۔ جیسا کہ پچھلے ابواب میں ہم نے تفصیل سے جائزہ لیا کہ جب بھی مارکیٹ میں زر کی تجارت ہوگی اس کی قیمت خرید و فروخت کے درمیان جو فرق ہوگا وہ سود ہوگا۔ اس لیے اس بات کا خاص خیال رکھنا ہوگا کہ یہ کرنی اوپن مارکیٹ میں نہ جا پائے۔ دوسرا اس کا دیگر کرنیوں خاص کر رہا ہے میں تبادلے کی شرح بھی مرکزی مالیاتی کمیٹی طے کرے۔ یہ کسی کو بھی اختیار نہ ہو کہ اس کا تبادلہ کسی بھی بینک یا فور کس مارکیٹ میں کرے۔ اس کا تبادلہ صرف مرکزی تمویلی ادارہ اپنے دیگر متعین شدہ اداروں یا شخصیات کے ذریعہ کرے گا۔

اس کرنی پر زکواۃ و عشر وغیرہ لگایا جائے گا تاکہ اس کرنی کو ذخیرہ اندوڑی (hording) سے بچا جاسکے۔ یہ کرنی ایک مستحکم کرنی ہوگی خاص کر رہا ہے کے مقابلہ میں۔ روپے کی مالیت میں، سودا اور سٹہ، کی وجہ مسلسل گرانی آتی جا رہی ہے۔ اس لیے زر کے تاجر یہ کوشش کریں گے کہ روپے کے مقابلہ میں اسلامی دینار کو بچا کر رکھیں اور اسکو فروخت کریں زیادہ مالیت میں۔ اس لیے اس سٹہ بازی کو ختم کرنے کے لیے اسلامی دینار کے رکھنے پر جرمانہ جس کا شریعی جواز ہو ضرور لگانا ہوگا، جس کا تعین اسلامی مالیاتی کمیٹی میں موجود فقہی کرام کریں گے۔ چون کہ یہ کرنی اسلامی نظم میں جاری ہوگی شرع یہ دباو ہوگا کہ اس کو سٹہ بازی کے لئے نہ رکھا جائے۔ زکواۃ کا نظام اسکے ساتھ مسلک کیا جا سکتا ہے اس سے بھی کرنی کی گردش میں اضافہ ہوگا۔

اس کے علاوہ اسکی ترسیل پر قابو رکھنے کے لیے اس کی چھپائی کو بنیادی ضرورت سے زیادہ نہیں کرنا ہوگا۔ جتنی اس کرنی کی ضرورت ہو اس حساب سے کرنی کو چھپا کر بازار میں لانا ہوگا۔ چون کہ اس کی ترسیل پر مکمل گرفت اسلامی مالیاتی کمیٹی کی ہوگی اسلیے اس کی زائد ترسیل کا مسئلہ نہیں ہوگا۔

جس علاقے یا جماعت کے اندر اس کرنی کو لاگو کیا جائے گا وہاں موجود انفراسٹریکچر (infrastructure) کو استعمال کیا جائے۔ تاکہ اضافی اخراجات سے بچا جاسکے اور لوگوں میں وہ منوس بھی ہو۔ اس کے لیے سب سے منوس ادارے جو اسلامی اور عوامی بھی ہیں وہ مساجد و مدارس ہیں۔ اس علاقے میں موجود مساجد و مدارس کو اس مالیاتی ادارے کے آفسز کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس ادارے کا مرکز کسی قریبی شہر یا علاقے میں ہوتا ہے تاکہ دیگر علاقوں سے رابطہ آسانی سے ہو سکے۔ مالیاتی ادارے کی شاخیں نا صرف اس علاقے میں موجود ہوں گی بلکہ پورے ملک میں قائم مدارس و مساجد کے نیٹ ورک کو اس کی شاخوں کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس جماعت یا علاقے میں آنے والے اشخاص اگر باہر شہر میں کام کر رہا ہے اور وہ اپنی رقم اس جماعت یا علاقے میں بھوانا چاہتے ہیں تو وہ یہ رقم مقرر شدہ مدارس کے پاس جمع کروادیں گے جس کا رکارڈ اس کے پاس ہوگا وہ مدرسہ فون کے ذریعہ یا نیٹ کے ذریعہ اس رقم کی اطلاع مرکز کو کر دے گا مرکز یا اطلاع مطلقہ برائی کو کر دے گا کہ فلاں شخص کو فلاں رقم ادا کر دی جائے۔ وہ شخص وہ رقم دینا و درہم میں وصول کر لے گا۔ اسی طرح آگے چل کر دنیا بھر سے رقم، ھٹلی کے ذریعہ پاکستان منتقل ہو سکتی ہیں پر وہاں سے اس علاقے میں منتقل ہو سکتی ہیں۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہو گا کہ پاکستانی روپے کو کس طرح اس درہم دینار میں تبدیل کریں گے۔ چون کہ یہ کرنی روپے کے مقابلہ میں ایک متحکم اور سود سے پاک کرنی ہو گی۔ اسکا اجراء اسلامی جماعت کے منظہم گروہ میں ہو گا جس میں علمائے کرام و بزرگان دین کے ہر فصلے کو بلا چوں و چرا قبول کیا جائے گا۔ جب اس کرنی کا اجراء ہو جائے گا تو ہر کارکن کو اس کرنی میں تبادلہ کرنا لازمی ہو گا۔ اس کا دھان بھی لوگوں کو مبذول کروانا ہے کہ روپے ایک سودی کرنی ہے درہم اور دینار کے آنے کے بعد اس کرنی میں خرید و فروخت سرانجام دینا گناہ ہے۔ روپے کی دینار و درہم میں تبادلہ (Demonitization) کے لیے ۱۵ سے ۲۰ دن دیے جائیں گے۔ اس کے بعد اس علاقے یا گروہ میں روپے کو کرنی کے طور پر تبادلہ پر پابندی لگادی جائے۔ صرف دینا اور درہم میں ہی اشیاء کا تبادلہ کیا جائے۔

فرض کریں اس کرنی کا اجراء تبلیغی جماعت یا دعوت اسلامی کرتی ہے۔ ان دونوں جماعتوں کے پاس تاجر اور کاروباری حضرات یہ ایک بڑی جماعت ہے۔ اسکو قبل عمل بنانے کے لیے پہلے ان جماعتوں سے منسلک کاروباری حضرات اپنی لین دین میں اس کرنی کو اپنا کیں گے۔ کوئی بھی ادائیگی اپنے کارکنان سے اس کے بغیر نہیں کریں گے کارکنان کو بھی ان ہی سے لین دین کرنے کی پابندی لگائی جائے گی جو کہ دینار اور درہم کو استعمال کریں گے۔ اس میں بڑا کام کھاتے دار تمویلی ادارہ کا ہو گا کہ وہ کس طرح اپنے تعلقات مرکزی تمویلی ادارے سے رکھے گا۔

اسلامی مرکزی مالیاتی ادارہ اور اسلامی تمویلی کھاتے دار اداروں میں تعاون ہوگا۔

کھاتے دار تمویلی ادارے چوں کہ اسی جماعت کے زیر اثر ہوں گے اس لئے وہ اس کرنی
کے اجراء کے بعد اسی کرنی کو اپنے اندر قابل عمل بنائیں گے۔

محفوظات میں جمع رقوم کھاتے کی صورت میں ابتداء میں تو روپے کی صورت میں جمع ہوں
گی۔ یہ روپے مرکزی تمویلی ادارہ کے محفوظات میں چلے جائیں گے وہ اسکے عوض دینار اور درہم
کھاتے دار اداروں کو دے دیں گے۔ اس طرح مرکزی تمویلی ادارے کے اثاثوں (Assets)
میں روپے آجائیں گے اور وہ اس کے عوض دینار اور درہم کے ذمہ داری (Liabilities)
اسکے ذمہ ہوں گی۔

روپے کو دینار و درہم میں تبادلہ کھاتے دار اداروں کے ذمہ ہوگا۔ ہر کارکن کے لیے لازم
ہوگا کہ وہ اپنا کھاتا اس تمویلی ادارے میں کھولے۔ اگر اسکو فوری ضرورت کے لیے رقم درکار ہوگی
تو وہ رقم جاری کھاتے سے نکالے گا۔ ورنہ وہ قرض حسن یا شرکت کے تحت طویل مدت کے لیے
ان کھاتوں میں رقم رکھے گا۔ اس بات کو ممکن بنایا جائے گا کہ کارکنان اپنے پاس کیش کی مدپختیں نہ
کریں۔ جاری کھاتے اور دیگر کھاتوں پر حق خدمت (service charges) ادا کرنا ہوگا۔
اسکے علاوہ اوقاف اور دارالمال کے تحت رقم کو گردش میں رکھا جائے گا۔ اس کرنی کی بچت کو روکا جائے گا۔
زاندہ رقم کو تمویلی ادارے کے پاس یا تو قرض حسن میں قیل مدت کے لئے رکھا جائے گا یا پھر اسکو انفاق میں،

کمیٹی فنڈ، حج و عمرہ فنڈ میں ڈالا جائے گا۔ جو کہ روزگار میں اضافے کا سبب بنے گا۔ کھاتے دار تمویلی ادارے کو بھی ان پروجیکٹ میں رقم لگانی ہوگی جن کا تعلق کارکنان کی بندیادہ ضروریات سے ہے تاکہ بندیادہ اشیاء اور خدمات یہ جماعت خود باہم پہچائے۔ یہ کام مرکزی تمویلی ادارہ کا ہوگا کہ وہ ان تمام امور کو کرنی کے اجراء کو مدنظر رکھتے ہوئے بنائیں۔

مرکزی تمویلی ادارہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ہر کھاتے دار ادارے کے محفوظات کی نگرانی کرے گا اور ان کو اس جگہ منتقل کرے گا جہاں اسکی ضرورت ہوگی۔ مختلف شاخوں میں مختلف فنڈز ہوں گے ان کو اس شاخ تک پہچانا جہاں اسکی ضرورت ہو یہ مرکزی ادارے کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر کارکنان کی طرف سے زائد رقم جیسا کہ مثال میں دیا گیا ہے وہ رقم بنتی ہے ۲ بلین روپے اگر اسکی جگہ ۳ بلین روپے آ جاتے ہیں تو اس زائد ایک بلین کا کیا کیا جائے گا۔ اس صورت میں یا تو شرح تبادلہ کو بڑھا دیا جائے گا یا بھراں زائد روپوں کو محفوظات میں، روپے کی صورت میں، رکھ کر ان مددوں میں جہاں روپے کی ضرورت ہے وہاں قرض حسن یا انفاق کے طور پر استعمال کیا جائیگا۔

ہماری تجویز ہے کہ سونے اور چاندی کی کرنی اصل اسلامی کرنی ہے مگر اسکو قبل عمل بنانے کے لیے ضروری ہے ایک مصوب ط اسلامی ریاست اور اسکے ساتھ سونے اور چاندی کے ذخیرہ پر دسترس ہوتا کہ سود، غرہ اور سٹہ (سود) سے اس کرنی کو کماحتہ بچایا جاسکے۔ اس لیے اس دور میں جب تک قوی اسلامی ریاست قائم نہیں ہو جاتی اور اسکی دسترس سونے اور چاندی پر نہیں ہو جاتی اس وقت تک کاغذی کرنی کوہی رو بائے عمل لانا ہوگا جیسا کہ ہمارے ماذل میں ہے۔